یکم محرم سے تیس ذی الحجہ تک ہر مجلس و محفل اور مخصوصی کی مناسبت سے

حدیثِ کساء سے زیارت تک منتخب و معیاری کلام (مع حمد و نعت و مناقب، نوحہ و متفرقات)

سوز خوانی کیلئے کلید اور معیاری کلام کا منفرد مجموعہ

"بستہ"

تحقیق و ترتیب

پروفیسر سیّد سبطِ جعفر زیدی

قطعات

نمبر شمار	مصرعۂ اولیٰ	Page
1	کچھ تو حیدرؑ، کچھ علیؑ، کچھ مرتضیٰؑ کہنے لگے	71
2	ہماری کیا ہے کہ ہم سب تو ہیں غلامِ علیؑ	71
3	سوتے ہی کب تھے ساقیٔ کوثرؑ تمام رات	71
4	میرے لئے تکلیف وہ فرماتے ہیں	72
5	مسلمانوں پہ فرضِ حج عیاں ہے	72
6	سب کے مشکل کشا ہیں میرے علیؑ	72
7	علیؑ جناب بھی بازوئے آنجنابؐ بھی ہے	73
8	حسنؑ کی صلح میں یوں کربلا جلوہ دکھاتی ہے	73
9	عقیدت پیکرِ الفاظ میں جب جگمگاتی ہے	73
10	لیتے ہیں نام اُن کا تو پڑھتے ہیں سب دُرود	74
11	حسینؑ شاہ بھی ہے اور بادشاہ بھی ہے	74
12	جمے تھے ظلم و ستم کے مقابلے میں حسینؑ	74
13	اپنے دُکھوں میں آیا جو شبیرؑ کا خیال	75
14	حسینؑ ظلم میں جینا سکھا دیا تو نے	75
15	گزر گئے تھے کئی دن کہ گھر میں آب نہ تھا	75
16	سَر نیزہ وہ فرقِ شہِ ہُدیٰ بَلَغَ العُلیٰ بِکَمَالِہٖ	76
17	رہ گئی دشت میں تنہا تو وطن یاد آیا	76

نمبر شمار	مصرعۂ اولیٰ	Page
18	جہاں میں پیش بیٹی باپ کی تصویر کرتی ہے	76
19	حضرتِ عباسؑ شاہِ لافتیٰ کے شیر ہیں	77
20	جس نے شبیرؑ سے وفا کی ہے	77
21	علی اکبرؑ جو مرنے جا رہا ہے	77
22	شمر فطرت سوچ جتنے تیر برسانے لگی	78
23	نجاتِ حشر کے ضامن کا گھر ہے	78
24	آج یوں ذکرِ غمِ تشنہ دہانی چاہیے	78
25	دعائے زہراؑ کی تعبیر ہے عزاداری	79
26	توحید کا پیام عزاداریٔ حسینؑ	79
27	ملا یہ اوج شہیدوں کے آستانے کو	79
28	اے کربلا کی خاک اس احسان کو نہ بھول	80
29	جاتا ہے کوئی شہؑ کا عزادار جہاں سے	80
30	اسیر عشقِ شہِؑ مشرقین میں ہوتے	80
31	جلو میں اپنے لئے کربلا کا پس منظر	81
32	غلامِ فاتحِ بدر و حنین ہیں تینوں	81
33	فرشِ مجلس پہ فاطمہؑ زہرا	81
34	ہائے اکبرؑ کا دم اکھڑتا ہے	82

قطعہ

کچھ تو حیدرؑ، کچھ علیؑ، کچھ مرتضیٰؑ کہنے لگے
کچھ شبِ ہجرت ، محمدؐ مصطفیٰ کہنے لگے
ڈرتے ڈرتے ہم نے تو اللہ کی قدرت کہا
توبہ توبہ یہ نصیری تو خدا کہنے لگے

کلیم آلِ عباؑ شاہد نقوی

ہماری کیا ہے کہ ہم سب تو ہیں غلامِ علیؑ
عدوئے نامِ علیؑ بھی ہیں زیرِ دامِ علیؑ
جو کہہ رہے ہیں کہ نامِ علیؑ نہ لے کوئی
وہ خود یہ کہتے ہوئے لے رہے ہیں نامِ علیؑ

حضرتِ نفیس فتحپوری

سوتے ہی کب تھے ساقیٔ کوثر تمام رات
کرتے تھے ذکرِ خالقِ اکبر تمام رات
بیدار بختیٔ شبِ ہجرت گواہ ہے
بس ایک بار سوئے ہیں حیدرؑ تمام رات

(بشکریہ سوز و سلام خواں ڈاکٹر سجاد و شجاع رضوی)

استاد قمر جلالوی مرحوم

میرے لئے تکلیف وہ فرماتے ہیں

آ آ کے مجھے خواب میں سمجھاتے ہیں
تم مرثیہ پڑھنے کو جہاں جاتے ہو
ہم مرثیہ سننے کو وہاں آتے ہیں

استاد قمر جلالویؒ

مسلمانوں پہ فرضِ حج عیاں ہے

طوافِ کعبہ اک بہر نہاں ہے
حرم کے گرد پھر کر ڈھونڈتے ہیں
بتوں کا توڑنے والا کہاں ہے

آغا عزت الزماں عزتؔ لکھنویؒ

سب کے مشکل کشا ہیں میرے علیؑ

بات ایسی ڈھکی چھپی کیا ہے
شک اگر ہے پکار کر دیکھو
ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے

(بشکریہ سوز خواں اختر حسنین و باقر کاظمی)

قطعہ

علیؑ جناب بھی بازوئے آنجنابؐ بھی ہے
خدا کا شیر بھی ہے اور بوترابؑ بھی ہے
صفوں کو جوڑنے والا علیؑ بوقتِ نماز
اگر ہو جنگ تو پھر صف شکن خطاب بھی ہے

کلیم آل عباشاہد نقوی

حسنؑ کی صلح میں یوں کربلا جلوہ دکھاتی ہے
حدیبیہ میں جیسے فتحِ مکہ مسکراتی ہے
علیؑ کی خامشی ، زہراؑ کی حسرت ، صلح شبرؑ کی
یہ وہ اجزا ہیں جن سے کربلا ترتیب پاتی ہے

پروفیسر سردار نقوی

عقیدت پیکرِ الفاظ میں جب جگمگاتی ہے
مجھے لفظوں سے اپنے نکہتِ فردوس آتی ہے
جنابِ فاطمہؑ کے لالؑ ہیں جنت کے شہزادے
یہی وہ بات ہے جنت کو جو جنت بناتی ہے

(بشکریہ سوز خواں مونس رضوی ، شوکت و انیس و نفیس)

قطعہ

لیتے ہیں نام اُن کا تو پڑھتے ہیں سب دُرود
ذہنوں میں مستجاب امامت حسنؑ کی ہے
دشمن نے اُن سے چھینی حکومت بصد فریب
لیکن دِلوں پر آج حکومت حسنؑ کی ہے

قطعہ

حسینؑ شاہ بھی ہے اور بادشاہ بھی ہے
حسینؑ دین بھی ہے اور دین پناہ بھی ہے
نہ کی یزید کی بیعت کٹادیا سَر کو
اِسی بنا پہ تو بنیادِ لاالٰہ بھی ہے

قطعہ

جب تھے ظلم و ستم کے مقابلے میں حسینؑ
علیؑ کی مثل تھے حق کے معاملے میں حسینؑ
بلند تھے سرِ محفل نبیؐ کے ہاتھوں پر
غدیرِ خُم میں علیؑ اور مباہلے میں حسینؑ

(بشکریہ خطیبِ حریّت علامہ علی کرار نقوی)

کلیمِ آلِ عبا شاہد نقوی

اپنے دکھوں میں آیا جو شبیرؑ کا خیال
شکوہ تڑپ کے شکر میں تبدیل ہوگیا
ہر غم میں کربلا نے سہارا دیا ہمیں
ہر غم غمِ حسینؑ میں تحلیل ہوگیا

عبدالرؤف عروجؔ

حسینؑ ظلم میں جینا سکھا دیا تو نے
لہو کو اپنے مسیحا بنادیا تو نے
ملوکیت کے اندھیروں سے روشنی نکلی
حقیقتوں کا اُفق جگمگا دیا تو نے

میر انیسؔ

گزر گئے تھے کئی دن کہ گھر میں آب نہ تھا
مگر حسینؑ سے صابر کو اضطراب نہ تھا
حسینؑ اور طلبِ آب اے معاذ اللہ
تمام کرنا تھی حجت سوالِ آب نہ تھا

(التماسِ فاتحہ برائے سوز خواں مشتاق علی خاں)

قطعہ

سَرِ نیزہ وہ فرقِ شہؑ ہُدیٰ بَلَغَ العُلیٰ بِکَمَالِہٖ
گیا شام ہمرہِ اشقیاء کَشَفَ الدُّجیٰ بِجَمَالِہٖ
کبھی کی کسی کو نہ بد دعا حَسُنَت جَمِیعُ خِصَالِہٖ
تو یہ اہلِ نفاق نے کہا صَلُّوا عَلَیہِ وَ آلِہٖ

قطعہ

رہ گئی دشت میں تنہا تو وطن یاد آیا
پانی جب پایا ہر اک تشنہ دہن یاد آیا
لے کے ہر چیز مدینے سے چلی تھی زینبؑ
لاش پر بھائی کی پہنچی تو کفن یاد آیا

مولانا پروفیسر مرزا محمد اشفاق (شوقؔ لکھنوی)

جہاں میں پیش بیٹی باپ کی تصویر کرتی ہے
بھرے بازار میں کوفے کے جب تقریر کرتی ہے
اِسے بھی چھین لے بڑھ کر کوئی ظالم تو میں جانوں
رخِ زینبؑ کا پردہ چادرِ تطہیر کرتی ہے

(بشکریہ سوز خواں اظہار حسین (محمد علی) نقوی برادران)

زائرامروہوی

حضرتِ عباسؑ شاہِؑ لافتیٰ کے شیر ہیں
خندق و خیبر کے وہ یہ کربلا کے شیر ہیں
کیوں نہ ہوں ہر جنگ میں یہ مثلِ حیدرؑ فتحیاب
وہ خدا کے شیر یہ شیرِ خدا کے شیر ہیں

میر حسنؔ میر

جس نے شبیرؑ سے وفا کی ہے
اس کی مرضی بھی اب خدا کی ہے
اتنی قیمت نہ تھی فرات تری
جتنی عباسؑ نے ادا کی

قطعہ

علی اکبرؑ جو مرنے جا رہا ہے
شباب آ کر بہت پچھتا رہا ہے
بلائیں لے رہی ہیں اٹھ کے زینبؑ
مگر دل ہے کہ بیٹھا جا رہا ہے

حضرتِ امیدؔ فاضلی

شمر فطرت سوچ جتنے تیر برسانے لگی
ہر عزا خانہ پہ اُتنی ہی بہار آنے لگی
ہم غلامانِ علیؑ کو موت **کیا** کیا ڈر کہ جب
یاعلیؑ ہم نے کہا اور موت تھرانے لگی

حیدر علی اختر کاظمی مرحوم

نجاتِ حشر کے ضامن کا گھر ہے
یقیناً دین کے محسن کا گھر ہے
صدائیں آ رہی ہیں یاعلیؑ کی
یہ گھر گویا کسی مومن کا گھر ہے

سرفرازؔ لبدؔ

آج یوں ذکرِ غمِ تشنہ دہانی چاہئے
خشک ہوجانا ہر اک دریا کا پانی چاہئے
خاندانِ مصطفیٰؐ کا ذکر کرنے کیلئے
آدمی سچا کھرا اور خاندانی چاہئے

عقیل عباس جعفری

دعائے زہراؑ کی تعبیر ہے عزاداری
بقائے اُسوۂ شبیرؑ ہے عزاداری
کوئی یزید اِسے ختم کر نہیں سکتا
عطائے زینبِؑ دلگیر ہے عزاداری

خان محمد وصی خان

توحید کا پیام عزاداریٔ حسینؑ
ہے درس گاہِ عام عزاداریٔ حسینؑ
جو جادۂ رسولؐ پہ ہیں گامزن وہی
کرتے ہیں صبح و شام عزاداریٔ حسینؑ

فیضؔ بھرتپوری مرحوم

ملا یہ اوج شہیدوں کے آستانے کو
کہ آسماں بھی ہے مجبور سَر جُھکانے کو
جولبِ حضرتِ شبیرؑ لائیگا کیوں کر
نظیر محرؑ کی میسر نہیں زمانے کو

(بشکریہ عباس کربلائی / عابدیہ کاظمیہ)

مولانا ظفر علی خاںؒ

اے کربلا کی خاک اِس احسان کو نہ بھول
تڑپی ہے تجھ پہ نعشِ جگر گوشۂ بتولؑ
اسلام کے لہو سے تری پیاس بجھ گئی
سیراب کرگیا تجھے خونِ رگِ رسولؐ

(بشکریہ سوز و سلام خواں سیّد سلمان و رضوان مہدی)

قطعہ

جاتا ہے کوئی شہؑ کا عزادار جہاں سے
آتے ہیں دمِ نزع علیؑ اُس کے جناں سے
مرقد سے نکیرین چلے آتے ہیں واپس
سنتے ہی صدا ہائے حُسینا کی زباں سے

قطعہ

اسیر عشقِ شہؑ مشرقین میں ہوتے
وِلا میں ڈوب کے آرام و چین میں ہوتے
یہ سب شہید اگر کربلا میں ہوتے فیضؔ
خدا گواہ ہے فوجِ حسینؑ میں ہوتے

(برائے شہدائے ٹھیڑی خیرپور / فیض بہرتپوریؒ)

نسیم امروہوی

جلو میں اپنے لئے کربلا کا پس منظر

اسیر قافلۂ انقلاب زیدِ شہیدؑ
ہے جو آنکھ سے چالیس سال عابدؑ کی
ان آنسوؤں کا ہے لبِ لباب زید شہیدؑ

(س ج/برائے شہدائے انجمن غلامانِ حرؑ/باب العلم کراچی)

غلام فاتحِ بدر و حنین ہیں تینوں

شہیدِ عشقِ شہِؑ مشرقین ہیں تینوں
ہیں ناصرانِ شہِؑ دیں غلامِ حرِؑ جری
شریکِ فوجِ امامِ حسینؑ ہیں تینوں

اقبال کاظمی

فرشِ مجلس پہ فاطمہؑ زہرا

لمحہ لمحہ شمار کرتی ہیں
اے عزادارو ، آؤ مجلس میں
فاطمہؑ انتظار کرتی ہیں

قطعہ

ہائے اکبرؑ کا دم اکھڑتا ہے
نوجوانی کا باغ اُجڑتا ہے
باپ کے سامنے جواں بیٹا
خاک پر ایڑیاں رگڑتا ہے

☆☆☆☆☆☆☆

رباعیات

نمبر شمار	مصرعۂ اولیٰ	Page
1	جس کی عینِ حرمِ حق میں ولادت ہو جائے	85
2	اے اہلِ عزا، عزا کے دِن آپہنچے	85
3.	دنیا سے چلالے کے جو نامِ حیدرؑ	86
4	دِل، دِل سے ملایا ہے ابو طالبؑ نے	86
5	مداحِ پنجتنؑ کا دَم بھرتے ہیں	87
6	ایمان کی تصویر نظر آتی ہے	87
7	شاہ است حسینؑ بادشاہ است حسینؑ	87
8	کیا صرف مسلمانوں کے پیارے ہیں حسینؑ؟	88
9	بے حبِ حسینؑ دین و ایماں ہیں تباہ	88
10	میدان میں جب آئے شہِ عرش پناہ	88
11	لاکھوں شہِ مشرقین کہنے والے	89
12	کارے کہ حسینؑ اختیارے کردی	89
13	خورشید سرِ شام کہاں جاتا ہے	89
14	عالی نسب و نیک سیر والا جاہ	90
15	مظلوم نہ شاہِ بحر و بر ، سا ہوگا	90
16	حیدرؑ کی فضیلت کا بیاں ہے اب تک	90
17	حاصل جسے آقا کی حضوری ہو جائے	91

نمبر شمار	مصرعۂ اولیٰ	Page
18	بلبل کو گل پسند گلوں کو ہوا پسند	91
19	حکمِ حاکم ہے کسی کا نہ رہے سَر باقی	91
20	مر جائے جو فرزند تو کیا چارا ہے	92
21	میدان میں کوئی جانے والا نہ رہا	92
22	رُکتے ہوئے دریا کو روانی دیدی	92
23	دَس دِن یہ وہ ہیں کہ نوحہ گر ہے زہراؑ	93
24	ماں کہتی تھی کیا سلال جھیلے ہوں گے	93
25	حیرت میں ہوں کیوں جہان میں آیا پانی	93
26	پھر چاند محرم کا نظر آیا ہے	94
27	غیروں سے بھی کیا فیض کوئی پاتا ہے ؟	94
28	کیا پیاس تھی جس سے سارا لشکر تڑپا	94
29	کرتے ہیں اہلِ درد ہی چہلم حسینؑ کا	95
30	اک سمت شہیدوں میں غریبُ الوطنی ہے	95
31	دِل سے نہ ہو درد کم ، حسینؑ کا	95
32	عابد کو دوا اور نہ غذا دیتے ہیں	96
33	رشتہ غمِ سرورؑ سے لگا رکھا ہے	96
34	عابدؑ نہ کبھی رنج و محن سے نکلا	96
35	منقوش ہے دل پر مرے نامِ حیدرؑ	97

نمبر شمار	مصرعۂ اولیٰ	Page
36	حُرؑ کو شبیرؑ نے کیا رَن کی اجازت دے دی	97
37	جب حُرؑ کا گنہ شاہِ اُمم نے بخشا	97
38	سبطِ ختم الانبیاء کو کیوں نہ روئیں اہلِ داد	98
39	اصغرؑ کے لئے شغلِ فُغاں رکھتے ہیں	98

رباعی

جس کی عینِ حرمِ حق میں ولادت ہوجائے

کیوں نہ وہ قبلۂ اربابِ ارادت ہوجائے
اُس کی خود اپنی عبادت کی ادا کیا ہوگی
جس کے چہرے پہ نظر کرنا عبادت ہوجائے

میر انیسؒ

اے اہلِ عزا ، عزا کے دِن آ پہنچے

غم کی راتیں ، بکا کے دن آ پہنچے
فریاد کہ فاطمہؑ کی بستی اُجڑی
آبادیٔ کربلا کے دن آ پہنچے

نمبر شمار	مصرعۂ اولیٰ	Page
40	جس روز کہ ہواِذاالسَّمَاءُ انشَقَّت	98
41	حیدرؑ کی عطا پہ ھَل اَتیٰ شاھد ہے	99
42	اے بادشہِ کون و مکاں اَدرِکنی	
43	یہ لوگ ہیں دنیا کو جگانے والے	

رباعی

دنیا سے چلا لے کے جو نام حیدرؑ

جنت کو چلا بہر سلامِ حیدرؑ

روکا جو رقیبوں نے تو رضواں نے کہا

آنے دو اِسے یہ ہے غلامِ حیدرؑ

حکیم عارفؔ اکبر آبادی مرحوم

دِل ، دِل سے مِلایا ہے ابو طالبؑ نے

کیا رنگ جمایا ہے ابو طالبؑ نے

اُس عقد کے بارے میں بھی کچھ لب کھولو

جو عقد پڑھایا ہے ابو طالبؑ نے

(بشکریہ سوز خواں خورشید حیدر نقوی)

کلیمِ آلِ عباؑ شاہدؔ نقوی

مداحِ پنجتنؑ کا دم بھرتے ہیں
دنیا کی مصیبتوں سے کب ڈرتے ہیں
ہے چادرِ تطہیر کا سایہ ہم پر
شبیرؑ کا مرثیہ پڑھا کرتے ہیں

کلیمِ آلِ عباؑ شاہدؔ نقوی

ایمان کی تصویر نظر آتی ہے
قرآن کی تفسیر نظر آتی ہے
اللہ! تیرے گھر کی فضا اے زہراؑ
تطہیر ہی تطہیر نظر آتی ہے

(خواجۂ خواجگاں غریب نواز سیّد معین الدین حسن حسنی حسینی سنجری چشتی اجمیریؒ)

شاہ است حسینؑ بادشاہ است حسینؑ
دین است حسینؑ دیں پناہ است حسینؑ
سر داد نہ داد دست در دستِ یزید
حقا کہ بنائے لا الٰہ است حسینؑ

(بشکریہ سوز خواں ڈاکٹر محتشم نقوی و ڈاکٹر عامر نقوی)

جوشؔ ملیح آبادیؒ

کیا صرف مسلمانوں کے پیارے ہیں حسینؑ؟

چرخِ نوعِ بشر کے تارے ہیں حسینؑ
انسان کو بیدار تو ہو لینے دو
ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسینؑ

رباعی

بے حبِ حسینؑ دین و ایماں ہیں تباہ

بے الفتِ آلؑ ہے عبادت بھی گناہ
ہے آلِؑ رسولؐ کی مودّت واجب
"لا اَسئَلُکُم عَلَیہِ اَجراً" ہے گواہ

رباعی

میدان میں جب آئے شہِؑ عرش پناہ

بولا منِ سعد کیجئے بیعت ، یا شاہؑ
منہ پھیر کے تب غصے سے سَرورؑ نے کہا
لا حَولَ وَلا قُوَّۃَ اِلّا بِاللّٰہ

(بشکریہ سوز خواں رضی باقر زیدی و صفدر حسین زیدی)

رباعی

لاکھوں شہِ مشرقین کہنے والے
اسلام کا نورِ عین کہنے والے
قاتل کا ملے گا نام لیوا نہ کوئی
موجود ہیں یا حسینؑ کہنے والے

خواجہ معین الدین چشتیؒ

کارے کہ حسینؑ اختیارے کردی
در گلشنِ مصطفیٰؐ بہارے کردی
از ہیچ پیمبرےؑ نیاید ایں کار
واللہ کہ اے حسینؑ تو کارے کردی

مرزا دبیرؒ

خورشید سرِ شام کہاں جاتا ہے
روشن ہے دبیر پر جہاں جاتا ہے
مغرب ہی کی جانب ہے مزارِ حیدرؑ
یہ شمع جلانے کو وہاں جاتا ہے

(بشکریہ شاعر و سوز خواں سیداختر حسین/کوئٹہ)

صوفی عبدالغفار وارثی / ثروت اصغر آبادی

عالی نسب و نیک سیر والا جاہ
ہیں جنکی شجاعت کے ملائک بھی گواہ
شبیرؑ اور اک فاسقِ دیں کی بیعت !
لَا حَولَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہ

میر انیسؒ

مظلوم نہ شاہؑ بحر و بر ، سا ہوگا
مینہ تیروں کا یوں کسی پہ برسا ہوگا!؟
پیاسے رہے کربلا میں جس طرح حسینؑ
یوں گبر بھی پانی کو نہ ترسا ہوگا

("گبر" وہ آتش پرست جس کیلئے پانی پینا حرام ہو)

رباعی

حیدرؑ کی فضیلت کا بیاں ہے اب تک
تاریخِ زمانہ نگراں ہے اب تک
جس در سے گئیں بنتِ اسدؑ کعبہ میں
دیوار میں اُس دَر کا نشاں ہے اب تک

رباعی

حاصل جسے آقا کی حضوری ہوجائے
دنیا کے غم و رنج سے دُوری ہوجائے
اے صلِ علیٰ مجلسِ پُر نورِ حسینؑ
ناری بھی یہاں آئے تو نوری ہوجائے

میر انیسؒ

بلبل کو گل پسند گلوں کو ہوا پسند
ہم بو ترابیوں کو ہے خاکِ شفا پسند
یہ اپنی اپنی وضع ہے اے ساکنانِ دوست
تم کو ارم پسند ہمیں کربلا پسند

رباعی

حکم حاکم ہے کسی کا نہ رہے سَر باقی
آج دنیا میں نہ حیدرؑ کا رہے گھر باقی
وہ رہِ حق پہ مٹے پَر نہ مِٹا دَر اُن کا
لفظ "حیدر" یہ بتاتا ہے کہ ہے دَر باقی

(بشکریہ سوز خواں سیّد انصار حسین زیدی)

میر انیسؔ

مرجانے جو فرزند تو کیا چارا ہے

ہاں مرگ ، علاجِ دلِ صد پارا ہے
اصغرؑ کو لٹا قبر میں کہتے تھے حسینؑ
آرام کرو اب یہی گہوارہ ہے

میر انیسؔ

میدان میں کوئی جانے والا نہ رہا

اور کوئی گلا کٹانے والا نہ رہا
جو مارا گیا اُس کو اُٹھا لائے حسینؑ
شبیرؑ کا کوئی لانے والا نہ رہا

زاہدؔ فتح پوری

رکتے ہوئے دریا کو روانی دیدی

اسلام کو اکبرؑ کی جوانی دیدی
تھا دہنِ نبیؐ نزع میں تو نے شبیرؑ
جاں دیکے حیاتِ جاودانی دیدی

(بشکریہ سوز خواں سیّد معشوق علی رضوی)

رباعی

دس دن یہ وہ ہیں کہ نوحہ گر ہے زہراؑ
تھامے ہوئے ہاتھوں سے جگر ہے زہراؑ
کیا بیٹھے ہو سَر پہ خاک اُڑاؤ لوگو
کل شام سے کھولے ہوئے سَر ہے زہراؑ

رباعی

ماں کہتی تھی کیا مَلال جھیلے ہوں گے
بہنیں نہیں ہیں ساتھ کس کے کھیلے ہوں گے
یہ رات اندھیری اور ڈراؤنا جنگل
اصغرؑ میرے قبر میں اکیلے ہوں گے

رباعی

حیرت میں ہوں کیوں جہان میں آیا پانی
دریا میں ہے کس لئے سمایا پانی
اب لاکھ برس ابر برسے تو کیا
شبیرؑ نے مرتے دَم نہ پایا پانی

(بشکریہ مولانا خورشید عابدو ثروت مسعود برادران)

رباعی

پھر چاند محرم کا نظر آیا ہے

پھر جوش پر ابرِ چشمِ تر آیا ہے
کیا خوب نصیب ہیں عزاداروں کے
فرزندِ رسولؐ اُن کے گھر آیا ہے

راغبؔ مرادآبادی

غیروں سے بھی کیا فیض کوئی پاتا ہے؟

اپنا ہی تو اپنوں پہ ترس کھاتا ہے
دَرپیش ہو جب بھی کوئی مشکل راغبؔ
بے ساختہ لب پہ یا علیؑ آتا ہے

رباعی

کیا پیاس تھی جس سے سارا لشکر تڑپا

کیا زخمِ سناں تھا جس سے اکبرؑ تڑپا
مچھلی بھی نہ تڑپے کبھی یوں خشکی میں
جس طرح سے تیر کھا کے اصغرؑ تڑپا

(بشکریہ شاعر و سوز خواں سردار عباس محشرؔ و مختار حسین)

مولانا ظہور الحسن درسؔ

کرتے ہیں اہلِ درد ہی **چہلم حسینؑ** کا
ہے قدسیوں میں آج ترنّم حسینؑ کا
کہتے ہیں مجھ سے لوگ کہ کیوں مولوی ظہورؔ
کرتے نہیں ہو ذکر یہاں تم حسینؑ کا

==========

اک سمت شہیدوں میں غریب الوطنی ہے
اک سمت لعینوں میں شقاوت کی ٹھنی ہے
سب جانتے ہیں ظہورؔ رتبہ ان کا
سادات ہیں اور فوجِ حسینؑ و حسنی ہے

==========

دِل سے نہ ہو درد کم ، حسینؑ کا
بڑھتا رہے روز غم ، حسینؑ کا
شاداب رہیں یہ اہلِ مجلس سارے
پڑھتے رہیں ظہورؔ بھی چہلم حسینؑ کا

(بشکریہ حضرتِ مولانا اصغرؔ درس و حکیم اکبرؔ درس)

میر انیسؒ

عابد کو دوا اور نہ غذا دیتے ہیں
سوتا ہے تو زنجیر ہلا دیتے ہیں
سادات کو قید اِس مہینے میں کیا
قیدی کو محرم میں چھُڑا دیتے ہیں

رباعی

رشتہ غمِ سرورؑ سے لگا رکھا ہے
بجز پنجتنِؑ پاک کے ، کیا رکھا ہے
ہم مَر گئے ہوتے غمِ سَرورؑ کی قَسم
اِس مرثیہ خوانی نے جِلا رکھا ہے

رباعی

عابدؑ نہ کبھی رنج و محن سے نکلا
نکلا بھی تو بس شکر دہن سے نکلا
بیمار نے پہنی جونہی کالی پوشاک
سب نے جانا کہ ہے یہ چاند گہن سے نکلا

(بشکریہ الحاج فائق حسین رضوی برادران و محمد عباس)

باقرؔ شاہ جہاں پوریؒ

منقوش ہے دل پر مرے نامِ حیدرؑ
اللہ کے گھر میں ہے قیامِ حیدرؑ
باقرؔ مجھے کیوں عرصۂ محشر کا ہو خوف
میں روزِ ازل سے ہوں غلامِ حیدرؑ

رباعی

حُرؑ کو شبیرؑ نے کیا رَن کی اجازت دے دی
نار کو نور کیا اور شہادت دے دی
کیا سخاوت ہے حسینؑ ابنِ علیؑ کی واللہ
جام کوثر کا دیا رہنے کو جنت دے دی

رباعی

جب حُرؑ کا گنہ شاہِؑ اُمم نے بخشا
قطرے کو شرف بحرِ کرم نے بخشا
گردُوں سے ندا آئی کہ اے سبطِ نبیؐ
بخشا جسے تو نے اسے ہم نے بخشا

(بشکریہ شاعر و سوز خواں الیاس دھولپوری و شفیق عابدی)

کھیّعصٓ

سبطِ ختم الانبیاء کو کیوں نہ روئیں اہلِ داد
جن کے مرنے کا رہے گا غُل الیٰ یومِ التّناد
ایسے شاہد کی شہادت کا تو حق بھی ہے گواہ
آیا ہے قرآن میں بھی کاف ، ھا ، یا ، عین ، صاد

رباعی

اصغرؑ کے لئے شغلِ فُغاں رکھتے ہیں
مرقد میں اُنہیں شاہِؑ زماں رکھتے ہیں
چِلّاتی ہیں بانوؑ کہ ہے سُونا جنگل
حضرتؑ مرے بچے کو کہاں رکھتے ہیں

رباعی

جس روز کہ ہو اِذاالسَّمَاءُ انشَقَّت
ظاہر ہوں مَعَانیٔ نُجُومُ انکَدَرَت
بابا سے کہیں گی فاطمہؑ ، یاحضرتؑ
اولاد مری بِاَیِّ ذَنبٍ قُتِلَت

(بشکریہ سوز خواں زاہد حسین و مظفر حسین زیدی)

رباعی

حیدرؑ کی عطا پہ ھَل اَتی شاھد ہے
اور تیغ زنی پہ لافتیٰ شاھد ہے
کعبے میں ولادت کے پیمبرؐ ہیں گواہ
مسجد کی شہادت پہ خدا شاھد ہے

میر انیسؔ

اے بادشہِؑ کون و مکاں ادرکنی
اے عقدہ کشائے دو جہاں ادرکنی
اب تنگ ہے دشمنوں کے ہاتھوں سے انیسؔ
یا حضرتِ صاحبؑ الزماں ادرکنی

(بشکریہ سوز خواں ناصر عباس نقوی و مجاہد علی زیدی)

استاد اختر انصاری اکبر آبادی

یہ لوگ ہیں دنیا کو جگانے والے
یہ دشتِ بلا ہے اور زمانے والے
اے وسعتِ کونین سمٹ کر آجا
آئے ہیں محمدؐ کے گھرانے والے

(بشکریہ سوز خواں حُسین احمد رضوی مدظلہٗ مقیم گھارو)

سوز

نمبر شمار	مصرعۂ اولیٰ	Page
1	ہر دَور کے نقیب ہیں قرآن و اہلِ بیتؑ	104
2	بندہ ہزار سال عبادت اگر کرے	104
3	مریم سے ہو ؑ کو رتبہ سوا ملا	105
4	چشمِ نبیؐ کے خواب کو کہتے ہیں سیّدہ	105
5	کیا پیشِ خدا صاحبِ توقیر ہے زہراؑ	106
6	اے روزہ دارو آہ و بکا کے یہ روز ہیں	106
7	شریکِ صبرِ شہِ مشرقین ہیں زینبؑ	107
8	جرأت میں علیؑ صبر میں شبیرؑ ہیں زینبؑ	107
9	جب وطن سے کوچ کی مسلمؑ کے تیاری ہوئی	108
10	کسی نے کوفے کے رستے میں دی یہ شہؑ کو خبر	108
11	خیمے دریا پہ کیے جب کہ شہِ والا نے	109
12	تسبیحِ فاطمہؑ جو ادا کی امامؑ نے	109
13	ہُوا جو شاہؑ کے لشکر میں قحطِ پانی کا	110
14	جب نہ اعداء سے کسی طرح صفائی ٹھہری	110
15	جب رات عبادت میں بسر کی شہِ دیںؑ نے	111
16	جب آئی صبح قتلِ امامِ فلک وقارؑ	111
17	جب تھوڑی رات قتل کی میداں میں رہ گئی	112

نمبر شمار	مصرعۂ اولیٰ	Page
18	عاشور کی جو رات تھی محشر صفات تھی	112
19	جب بانو نے رَن کی علی اکبرؑ کو رِضا دی	113
20	برچھی کی اَنی جب لگی اکبرؑ کے جگر میں	113
21	حسینؑ جب کہ چلے بعدِ دوپہر رن کو	114
22	اقربا کٹ گئے جب شاہؑ کے باری باری	114
23	عصر کا وقت ہے مونس ہیں نہ یاور باقی	115
24	کام آئے رفقا شاہؑ کے جب میداں میں	115
25	اے عزیزو کیا بیاں ہو ماجرائے اہلبیتؑ	116
26	کارواں سالارِ رن جب کاروانِ کربلا	116
27	قریبِ کوفہ جو رانڈوں کا قافلہ آیا	117
28	ریتی پہ برچھی کھائے پڑا تھا جو نورِ عین	117
29	عباسؑ نے فرمایا کہ گھبراؤ نہ جانی	118
30	جب نوجواں کی لاش نہ پائی حسینؑ نے	118
31	شہِ مظلوم سے عباسؑ نے جس دَم عَلَم پایا	119
32	نکلے خیمے سے جو ہتھیار لگائے عباسؑ	119
33	شور ہے شام کے لشکر میں کہ عباسؑ آئے	120
34	جب مشک بھر کر نہر سے عباسِؑ غازی گھر چلے	120
35	شبّرؑ کا ماہ رُو تھا جلالت میں لاجواب	121

نمبر شمار	مصرعہ اولیٰ	Page
36	آشنا بحرِ صداقت کا حسینؑ ابنِ علیؑ	121
37	جب چمن خاک میں اکبرؑ کی جوانی کا ملا	122
38	یارب صغیر سن میں کوئی بے پدر نہ ہو	122
39	عباسؑ کو حسینؑ جو دریا پہ رو چکے	123
40	رُلا رہی ہے دِلوں کو لٹی ہوئی سرکار	123
41	بے چین تھی صغراؑ جو فراقِ پدری سے	124
42	دولہا بنا جو بانوئے سرورؑ کا بے زباں	124
43	اصغرؑ کی لاش جب کہ اٹھائی حسینؑ نے	125
44	جب ظہر تک حسینؑ بہتر کو رو چکے	125
45	تھا حکم یہ یزید کا پانی بشر پئیں	126
46	کہتی تھی بانو اصغرؑ جانی کب تم گھر میں آؤ گے	126
47	جب رَن میں زخمی ہو گئے سلطانِ بحر و بر	127
48	کربلا سے جب حسینیؑ قافلہ لوٹا ہُوا	128
49	شبیرؑ کو خالق نے سکینہؑ جو عطا کی	129
50	جب یزید اپنے گناہوں سے پشیمان ہُوا	129
51	جب ذوالفقار ماتم اصغرؑ میں رو چکی	130
52	سرہانے لاشۂ حرؑ کے یہ طعن شمر نے کی	130
53	ایک اک کر کے بچھڑتے تھے جب انصارِ حسینؑ	131

نمبر شمار	مصرعہ اولیٰ	Page
54	نکلے حرم کے اونٹ جو مقتل کی راہ سے	132
55	یہ کون سی مستورہ ہے کیا مانگ رہی ہے	132
56	علیؑ کی بیٹیاں زنداں میں جب اسیر ہوئیں	133
57	شمر سفاک نے، یہ حضرتِ زینبؑ سے کہا	133
58	سجادؑ کو بُلوایا دوبارہ جو شقی نے	134
59	عابدؑ سے یہ وطن میں کسی نے کیا کلام	134
60	سکینہؑ قید ہو کر شام کے زنداں میں جب آئی	135

ہر دَور کے نقیب ہیں قرآن و اہلِ بیتؑ
انسان کا نصیب ہیں قرآن و اہلِ بیتؑ
اللہ کے قریب ہیں قرآن و اہلِ بیتؑ
محبوبؐ کے حبیب ہیں قرآن و اہلِ بیتؑ
حق اہلِ بیتؑ کا ہے خدا کی کتاب پر
لاکھوں دُرود آلِ رسالت مآبؐ پر

(بشکریہ سوز خواں و شاعر تہذیب ، نیر و سکندر زیدی برادران)

بندہ ہزار سال عبادت اگر کرے
اور زر بقدرِ کوہِ اُحد راہِ حق میں دے
حج بھی پیادہ پا جو ہزار اُس نے ہوں کئے
اور بے گناہ قتل ہو وہ ظلم و جَور سے
حُبِّ علیؑ کی مے نہیں گر دل کے جام میں
جنت کی بُو نہ پہنچے گی ہرگز مَشام میں

(بشکریہ سوز خواں اسد نقوی برادران و سیّد تنویر حیدر)

مریمؑ سے بھی بتولؑ کو رتبہ سوا ملا
بابا اُسے رسولؐ سا خیر الوریٰ ملا
بیٹا ہر اک شہیدِ رہِ کبریا ملا
شوہر ملا تو خلق کا عُقدہ کُشا ملا

ہر ایک اپنے مرتبے میں انتخاب ہے
زہراؑ ہے بے مثال علیؑ لاجواب ہے

(بشکریہ سلام و نوحہ خواں افتخار علی پیارے خاں)

چشمِ نبیؐ کے خواب کو کہتے ہیں سیّدہ
عِصمت کے آفتاب کو کہتے ہیں سیّدہ
قرآن کے جواب کو کہتے ہیں سیّدہ
منہ بولتی کتاب کو کہتے ہیں سیّدہ

یہ ذات یوں کتاب کی تفسیر بن گئی
لفظوں میں ڈھل کے آیۂ تطہیر بن گئی

کیا پیشِ خدا صاحبِ توقیر ہے زہراؑ
اُمؑ الحسنؑ و مادرِ شبیرؑ ہے زہراؑ
خاتونِ جناں مالکِ تطہیر ہے زہراؑ
سَر تا بہ قدم نور کی تصویر ہے زہراؑ
شوہر کو جو پوچھو تو شہنشاہِؑ عرب ہے
بیٹی ہے نبیؐ کی یہ حَسَب ہے وہ نَسَب ہے

(بشکریہ سوز خواں عزیز حیدر جلالوی و نادر حسین جارچوی)

اے روزہ دارو آہ و بکا کے یہ روز ہیں
سادات پر نُزولِ بلا کے یہ روز ہیں
سَر تاجِ اوصیا کی عزا کے یہ روز ہیں
تم سے وِداعِ شیرِ خدا کے یہ روز ہیں
زخمی ہوا امامؑ تمہارا نماز میں
ظالم نے روزہ دار کو مارا نماز میں

شریکِ صبرِ شہؑ مشرقین ہیں زینبؑ
کہ عین ، فاطمہؑ کی نورِ عین ہیں زینبؑ
دلِ محمدؐ و حیدرؑ کا چین ہیں زینبؑ
خدا کی راہ میں بالکل حسینؑ ہیں زینبؑ
حسینؑ مردِ رہِ انقلاب ہیں گویا
یہ عورتوں میں عمل کی کتاب ہیں گویا

(بشکریہ سوز و سلام خواں محمد عباس جارچوی)

جرأت میں علیؑ صبر میں شبیرؑ ہیں زینبؑ
شمشیرِ فصاحت دمِ تقریر ہیں زینبؑ
بنتِ شہِ وَالشّمس کی تنویر ہیں زینبؑ
گھر لٹنے پہ بھی صاحبِ توقیر ہیں زینبؑ
شبیرؑ کے مقصد کی نگہبان یہی ہیں
افسانۂ اسلام کا عنوان یہی ہیں

جب وطن سے کوچ کی مسلمؑ کے تیاری ہوئی
خانۂ آلِؑ عبا میں گریۂ و زاری ہوئی
دونوں بیٹوں کی جو رخصت ماں سے یکباری ہوئی
حرف زن شوہر سے اپنے یوں وہ دُکھیاری ہوئی
ایک تو داغِ فراق اپنا دیئے جاتے ہو تم
دوسرے میرے کلیجوں کو لئے جاتے ہو تم

(بشکریہ سوز خواں سیّد اعجاز حسین شیداؔ)

کسی نے کوفے کے رستے میں دی یہ شہؑ کو خبر
کہ قتل ہوگئے مسلمؑ اور اُن کے دونوں پسر
نہ جائیں آپ بھی اُس سمت کو تو ہے بہتر
تب اُس سے کہنے لگے رو کے شاہِؑ جنّ و بشر
اجل رسیدہ منم می رَوَم بہ کرب و بلا
گذشت نوبتِ مسلمؑ رسید نوبتِ ما

(بشکریہ سوز خواں و سلام خواں ذکی عابدی و منور عابدی)

خیمے دریا پہ کئے جب کہ شہؑ والا نے
گھیرا شبیرؑ کو تب فوجِ ستم آرا نے
لبِ دریا پہ اُترنے نہ دیا اعدا نے
فوجِ اعدا سے یہ شبیرؑ لگے فرمانے
یہ بھی دو چار دن اب ہم پہ گزر جائیں گے
گر رِضا حق کی ہے تو پیاسے ہی مر جائیں گے

(بشکریہ نوحہ و سوز خواں ناظمؒ حسین و مشہود رضا / لاہور)

تسبیحِ فاطمہؑ جو ادا کی امامؑ نے
جاسوس نے خبر یہ کہی آکے سامنے
کی سیر گھاٹ گھاٹ کی اِس دَم غلام نے
آبِ رواں بھی بند کیا فوجِ شام نے
فوجِ خدا کو نہر سے دوری نصیب ہے
شہؑ بولے کیا مضائقہ کوثر قریب ہے

ہُوا جو شاہؑ کے لشکر میں قحط پانی کا
عجیب حال ہوا فاطمہؑ کے جانی کا
کبھی خیال تھا اکبرؑ کی نوجوانی کا
کبھی ملال تھا اصغرؑ کی بے زبانی کا
کبھی بہن کے لئے بے قرار ہوتے تھے
کبھی سکینہؑ کا منہ دیکھ دیکھ روتے تھے

(بشکریہ سوز خواں محسن حسین امروہوی و کرار حسین زیدی)

جب نہ اعداء سے کسی طرح صفائی ٹھہری
صبح عاشورِ محرم کو لڑائی ٹھہری
پوچھا زینبؑ نے کہ کیا اے مرے بھائی ٹھہری
شہؑ نے فرمایا بہن تم سے جدائی ٹھہری
آج پیاروں سے ملاقات غنیمت جانو
اے بہن آج کی یہ رات غنیمت جانو

جب رات عبادت میں بسر کی شہؑ دیں نے
سجدے میں مہم عشق کی سَر کی شہِؑ دیں نے
دیکھا جو سفیدی کو سحر کی شہِؑ دیں نے
مڑ کر رُخِ اکبرؑ پہ نظر کی شہِؑ دیں نے
فرمایا سحر قتل کی ظاہر ہوئی بیٹا
اب اُٹھ کے اذاں دو کہ شب آخر ہوئی بیٹا

(بشکریہ شاعر و سوز خواں سیّد شیدؔا حسن زیدی)

جب آئی صبح قتلِ امامِ فلک وقار
زینبؑ اُٹھا کے ہاتھ یہ کہتی تھیں بار بار
پردیسیوں پہ رحم کر اے میرے کردگار
کیونکر جیوں گی بھائی سے چُھٹ کر میں سوگوار
سارا جہاں سیاہ ہے چشمِ پُر آب میں
سَر ننگے میں نے دیکھا ہے اَماں کو خواب میں

(بشکریہ سوز و سلام خواں نازش مرزا)

جب تھوڑی رات قتل کی میداں میں رہ گئی
اور الفراق آکے صبا رن میں کہہ گئی
ہمشیرِ شاہِؑ دیں کی فلک پر نگہ گئی
منہدی لہو کی دیدۂ پُرنم سے بہہ گئی
جوں جوں گھڑی جُدائی کی نزدیک ہوتی تھی
منہ ڈھانپ ڈھانپ زینبؑ ناشاد روتی تھی

(بشکریہ سوز خواں وصی حیدر ، ساجد و محمود علی برادران)

ڈاکٹر پروفیسر عاصیؔ کرنالی

عاشور کی جو رات تھی محشر صفات تھی
بے کس مسافروں پہ قیامت کی رات تھی
فوجِ شقی لگائے ہوئے اپنی گھات تھی
مسدود تین روز سے راہِ فُرات تھی
کہتی تھی یہ سکینہؑ ، ترس ہم پہ کھایئے
مرتے ہیں ہم ، چچا ہمیں پانی پلایئے

جب بانوؑ نے رَن کی علی اکبرؑ کو رِضا دی
اُس غازی کو مرنے کی نہایت ہوئی شادی
خیمے سے نکل باپ کو جینے کی دعا دی
اور پاؤں پہ گردن ، شہِؑ بے کس کے جھکا دی
شہؑ بولے کہ ہم سمجھے ، جو ہے دھیان تمہارا
پیارے مِرے اللہ نگہبان تمہارا

(بشکریہ سوز خواں کرار حسین تقویؒ و عباس صاحب)

برچھی کی اَنی جب لگی اکبرؑ کے جگر میں
اور مَر گیا دَم توڑ کے آغوشِ پدر میں
شہؑ نے کہا کس طور تجھے لے چلوں گھر میں
بازو میں نہ طاقت ہے نہ قوت ہے جگر میں
لے جانا تِری لاش کا دشوار ہے بیٹا
سَر اپنا بھی تن پر یہ مجھے بار ہے بیٹا

(بشکریہ سوز خواں سیّد دُرِ حسن جعفری و حیدر علی زیدی)

حسینؑ جب کہ چلے بعدِ دوپہر رن کو
نہ تھا کوئی کہ جو تھامے رکابِ توسَن کو
حسینؑ چپکے کھڑے تھے جُھکائے گردن کو
سکینہؑ جھاڑ رہی تھیں قبا کے دامن کو
نہ آسرا تھا کوئی شاہِؑ کربلائی کو
فقط بہن نے کیا تھا سوار بھائی کو

(بشکریہ سوز خواں سیّد غلام عباس تقوی محمد نقی امروہوی)

اقربا کٹ گئے جب شاہؑ کے باری باری
اور عدَم چلنے کی اُس شاہؑ نے کی تیاری
خیمہ کا پردہ اٹھا زینُ العباؑ اک باری
دیکھ مقتل کی طرف کرنے لگے یوں زاری
خلد کے کوچ میں ہم کو نہیں بُلواتے ہو
قافلے والو ہمیں چھوڑے چلے جاتے ہو

سیّد علی مقدسؔ رضویؒ

عصر کا وقت ہے مونس ہیں نہ یاور باقی
نہ تو قاسمؑ ہیں نہ عباسؑ نہ اکبرؑ باقی
حد ہے یہ اب نہیں چھ ماہ کا اصغرؑ باقی
حیف ہے رہ گئے تنہا مرے سَرورؑ باقی

سجدے میں اور ستم یہ تہِ افلاک ہُوا
مومنو خاتمۂ پنجتنِؑ پاک ہُوا

(بشکریہ سوز خواں سیّد حسن رضا سنجوؔ فرزند ڈاکٹر علی اوسطؔ رضوی)

کام آئے رفقا شاہؑ کے جب میداں میں
اور اکیلا رہا وہ ماہِ عرب میداں میں
آکے مجرا کیا عباسؑ نے تب میداں میں
رو کے کی عرض کہ ہم جاتے ہیں اب میداں میں

شہؑ نے فرمایا کہ تنہا تو نہ چھوڑے جاؤ
بھائی عباسؑ کمر میری نہ توڑے جاؤ

اے عزیزو کیا بیاں ہو ماجرائے اہلبیتؑ
جب رہا وارث نہ کوئی سَر پہ ہائے اہلبیتؑ
اوْر لگا لُٹنے وہاں عصمت سَرائے اہلبیتؑ
کیا کہوں اُس وقت کی میں ہائے ہائے اہلبیتؑ
پیٹ کر رو رو کے کہتے تھے یہی باشور و شین
ہم کو مت لوٹو لعینو ، ہم ہیں ناموسِ حسینؑ

(بشکریہ سوز خواں سبطِ نبی نقوی و ضمانت نقوی)

کارواں سالار بن جب کاروانِ کربلا
خاک سَر پہ ڈالتا اُس دشتِ ویراں سے چلا
راہ میں اُن بے کسوں سے جب کوئی تھا پوچھتا
کس کے تم ناموس ہو اوْر کس کے ہو صاحب عزا
کالے کپڑے وہ دِکھا کر کہتے تھے با اشک و آہ
اِس حسینی قافلے کا مرگیا ہے بادشاہ

قریبِ کوفہ جو رانڈوں کا قافلہ آیا
کھلے سَروں کے تماشے کو سب جہاں آیا
امامِ ہر دو سَرا مثلِ ساربان آیا
زبانِ حال سے کرتا یہی بیاں آیا
نہ ہے طعام میں وہ ذائقہ نہ پانی میں
مزا مِلا ہے جو رانڈوں کی ساربانی میں

(بشکریہ سوز و سلام خواں رضا علی کاظمی / اسلام آباد)

نسیم امروہویؒ

ریتی پہ برچھی کھائے پڑا تھا جو نورِ عین
بیٹھے تھے دل کو پکڑے ہوئے شاہِؑ مشرقین
ناگاہ اک کنیز پکاری بہ شور و شین
دَم توڑتا ہے پیاس سے بے شِیر یا حسینؑ
لِلّٰہ جلد خیمے میں تشریف لایئے
بانوؑ کا لال روٹھ گیا ہے منایئے

عباسؑ نے فرمایا کہ گھبراؤ نہ جانی
بی بی کے پلانے کے لئے لاتے ہیں پانی
رُکنے کے نہیں لاکھ ہوں گر ظلم کے بانی
کیا دل سے بُھلا دیں گے تِری تشنہ دہانی
بے مشک بھرے نہر سے آئیں تو قسم لو
دریا سے ہم آگے کہیں جائیں تو قسم لو

(بشکریہ سوز خواں سیّد حشمت علی زیدی)

جب نوجواں کی لاش نہ پائی حسینؑ نے
ٹھوکر ہر ایک گام پہ کھائی حسینؑ نے
گِر کر زمیں پہ خاک اُڑائی حسینؑ نے
دل تھام کر یہ بات سُنائی حسینؑ نے
آنکھوں سے سُوجھتا نہیں مجھ دل مَلول کو
اے ظالمو ، دکھا دو شبیہِ رسولؐ کو

(بشکریہ سوز خواں نیر میاں زیدی و حسن مجتبیٰ)

شہؑ مظلوم سے عباسؑ نے جس دَم عَلم پایا
سریرِ قدر میں وہ ہوگیا جعفرؑ کا ہم پایا
فلک بھی اپنے پیشِ منزلت غازی نے خم پایا
مسافر نے نشانِ منزلِ ملکِ عَدم پایا
کہا باغِ اِرم کی بُو ابھی سے مجھ کو آتی ہے
اِسی سائے تلے خلدِ بریں کو راہ جاتی ہے

(بشکریہ سوز خواں زوّار حسین و محمود نانجیانی)

نکلے خیمے سے جو ہتھیار لگائے عباسؑ
چڑھ کے رَہوار پہ میدان میں آئے عباسؑ
غُل ہوا مشک و عَلَم ساتھ ہیں لائے عباسؑ
ہاں مگر بوند بھی پانی کی نہ پائے عباسؑ
غم ہے پیاسوں کا سجے جنگ کے ہتھیار بھی ہیں
لڑنے بھی آئے ہیں پانی کے طلبگار بھی ہیں

میر خلیقؒ

شور ہے شام کے لشکر میں کہ عباسؑ آئے
اور تواتر خبر آئی کہ بہت پاس آئے
پھر غمِ شاہِؑ شہیداں سے بصد یاس آئے
بولی تقدیر کہ یہ جنگ اِنہیں راس آئے
بڑھ کے گھوڑے کا شجاعت نے قدم چوم لیا
فتح نے گوشۂ دامانِ عَلَم چوم لیا

(بشکریہ سوز خواں یاور حسین رضوی و میر سخا علی)

جب مشک بھر کرنہر سے عباسِؑ غازی گھر چلے
اِک جامِ کوثر بھر لیا اور خلد سے حیدرؑ چلے
ہمراہ پیغمبرؐ چلے ، حمزہؑ چلے ، جعفرؑ چلے
میداں کا رستہ روکنے کفار کے لشکر چلے
آئی گھٹا سی فوجِ کیں کالے عَلَم کھولے ہوئے
عباسؑ جھپٹے شیر سے تیغِ دو دَم تولے ہوئے

(بشکریہ سوز خواں حکیم سیّد حیدر عباسؒ و شمس الحسن)

شبرؑ کا ماہ رُو تھا جلالت میں لاجواب
ابرو تھے ذوالفقار تو چہرہ تھا آفتاب
بھیگی ہوئیں مَسیں خبرِ آمدِ شباب
تیرہ برس کے سن میں تھے جیسے ابوترابؑ
بہرِ جہاد صورتِ حیدرؑ تنے ہوئے
جنت کے اشتیاق میں دولہا بنے ہوئے

جوشؔ ملیح آبادیؒ

آشنا بحرِ صداقت کا حسینؑ ابنِ علیؑ
مَدرَسہ درسِ شہادت کا حسینؑ ابنِ علیؑ
معجزہ فکری نجابت کا حسینؑ ابنِ علیؑ
حوصلہ تیری نُبوّت کا حسینؑ ابنِ علیؑ
جس نے بجھنے دی نہ شمعِ آدمیّت ، وہ حسینؑ
سانس جس کے دَم سے لیتی ہے مشیت ، وہ حسینؑ

(بشکریہ قاری و سوز خواں رضا مولائی و محمد علی مولائی)

جب چمن خاک میں اکبرؑ کی جوانی کا مِلا

پانی پانی کہا اور قطرہ نہ پانی کا ملا
داغ سیدانیوں کو احمدِؐ ثانی کا ملا
شاہؑ کو کچھ نہ پتہ بانوؑ کے جانی کا ملا
رو رو فرماتے تھے طاقت ہے نہ بینائی ہے
بیٹا مارا گیا اور عالمِ تنہائی ہے

(بشکریہ سوز خواں ظفر حسنین زیدی و سبطِ محمد رضوی)

یارب صغیر سِن میں کوئی بے پَدر نہ ہو

بابا کسی کا قتل حضورِ نظر نہ ہو
پردیس میں یتیم کوئی دَر بَدر نہ ہو
بلوے میں کوئی پردہ نشیں ننگے سَر نہ ہو
قیدی ہوئی پَدر سے چھٹی بھائی مرَ گئے
یہ سارے دکھ سکینہؑ کے اوپر گزر گئے

(بشکریہ سوز خواں اقلیم اختر زیدی و عوض علی)

عباسؑ کو حسینؑ جو دریا پہ رو چکے
بھائی سے اپنے ہاتھ لبِ نہر دھو چکے
یاں تک کہ قتل ، اکبرؑ و اصغرؑ بھی ہو چکے
گودی میں جو پلے تھے وہ مٹی میں سو چکے
گِرتے تھے شہؑ ہر ایک تنِ پاش پاش پر
قاسمؑ کی لاش پر کبھی اکبرؑ کی لاش پر

(بشکریہ سوز خواں حسن کاظمی و برادران)

رُلا رہی ہے دِلوں کو لُٹی ہوئی سرکار
نہ پیدلوں کے پَرے ہیں نہ مرکبوں کی قطار
اُجڑ گیا وہ چمن اور خزاں ہوئی وہ بہار
نہ کوئی حاجب و درباں نہ کوئی خدمت گار
مقام ہُو ، کا ہے جس جا نگاہ مُڑتی ہے
حضور کے درِ دولت پہ خاک اُڑتی ہے

(آنجہانی بابو رام پرشاد بشیرؔ)

بے چین تھی صغراؑ جو فراقِ پدری سے
نِت اُٹھ یہی کہتی تھی نسیمِ سحری سے
اے بادِ صبا مرتی ہوں دردِ جگری سے
مِل جائیں تو کہیو مِرے بابا سفری سے
نرگس کی طرح چشم سُوئے در نگراں ہے
جلد آؤ کہ ہستی کا چمن صَرفِ خزاں ہے

نسیمؔ امروہوی

دولہا بنا جو بانوئے سَرورؑ کا بے زباں
زینبؑ بَلائیں لینے لگیں ہو کے نیم جاں
منہ چُوم کر جو سب نے دعا دی بصد فغاں
اصغرؑ کا ہاتھ ماتھے پہ رکھ کر پکاری ماں
لو بی بیو ، اب اپنے کلیجوں کو تھام لو
رخصت طلب ہے اصغرؑ ناداں سلام لو

(بشکریہ سوز خواں ظفر عباس و انتظام حسین)

ریحان اعظمی

اصغرؑ کی لاش جب کہ اٹھائی حسینؑ نے
دیکھی بغور اپنی کلائی حسینؑ نے
پھر لاش آسماں کو دِکھائی حسینؑ نے
تقریر یہ زمیں کو سُنائی حسینؑ نے

لے اے زمین میری امانت سنبھال لے
میں سونپتا ہوں اب تجھے بانوؑ کا لال ، لے

(بشکریہ شاعر ونوحہ خواں مظفر حیدر زیدی بلگرامی)

جب ظہر تک حسینؑ بہتّر کو رو چکے
اک دوپہر میں چھوٹے سے لشکر کو رو چکے
قاسمؑ کو رو چکے علی اکبرؑ کو رو چکے
تُربت بنا کے ننھی سی اصغرؑ کو رو چکے

سیدانیوں نے رو کے کہا شور و شین سے
لو اب زمانہ ہوتا ہے خالی حسینؑ سے

(بشکریہ سوز خواں سیّد حسن عباس زیدی / اچھن)

تھا حکم یہ یزید کا پانی بشر پئیں
گھوڑے پئیں ، سوار پئیں اور شتر پئیں
جو تشنہ لب جہاں کے ہیں وہ بے خطر پئیں
یاں تک کہ سب چرند و پرند آن کر پئیں
کافر بھی گر پئیں تو نہ تُو منع کیجیو
پر فاطمہؑ کے لالؑ کو پانی نہ دیجیو

(بشکریہ سوز خوان واحد حسین زیدی)

کہتی تھی بانوؑ اصغرؑ جانی کب تم گھر میں آؤ گے
دریا پر سے پی کر پانی کب تم گھر میں آوَ گے
اے مرے جانی یوسفِؑ ثانی کب تم گھر میں آوَ گے
اپنی دکھانے شکل نمانی کب تم گھر میں آوَ گے
سوگ میں تیرے بیٹا میں نے پہنی کفنی کالی ہے
بھورے بالوں والے آجا ، جھولا تیرا خالی ہے

(بشکریہ مولانا فخر الحسنین و نذر الحسنین محمدی)

جب رَن میں زخمی ہوگئے سلطانِ بحر و بر
شفقت سے ہاتھ گھوڑے کی گردن میں ڈال کر
کہنے لگے حسینؑ کہ آتا نہیں نظر
لے چل مجھے تو اکبرؑ مہ رُو کی لاش پر
اے اسپِ باوفا مِرے دل کو قرار دے
اِس کا صلہ تجھے شہِؑ دُلدل سوار دے

گھوڑا قدم قدم سُوئے مقتل ہُوا رواں
پہنچے نہ شہؑ کے زخموں کو تا صدمۂ تکاں
اک نوجواں کی لاش پہ ٹھہرا وہ بے زباں
بُو سونگھ کر حسینؑ پکارے یہی ہے ، ہاں
بیٹھا جو ذوالجناح تو آپؑ اُترے زِین سے
دو ہاتھ کانپتے ہوئے اُٹھے زمین سے

(بشکریہ شاعر و سوز خواں مظاہرؔ نقوی امروہویؒ)

کربلا سے جب حسینیؑ قافلہ لُوٹا ہُوا
بالباسِ ماتمی روتا مدینے کو چلا
دیکھ کر گورِ غریباں اہلبیتِؑ مصطفیٰؐ
فاتحہ پڑھ کر لگے رونے بصد آہ و بکا
بولیں زینبؑ از زمینِ کربلا با شور و شین
سونپ کر تجھ کو چلی ہوں اپنا میں بھائی حسینؑ

اے زمیں تجھ میں علی اصغرؑ مِرا پنہاں ہوا
اے زمیں تجھ میں علی اکبرؑ مِرا پنہاں ہوا
بیاہ کی شب قاسمِ مضطر مرا پنہاں ہوا
عونؑ بھی پنہاں ہوا ، جعفرؑ مِرا پنہاں ہوا
اتنے غم ، میں لے چلی ہوں قتل کے بازار سے
پُر ہُوا دامن تِرا کیا کیا دُرِ شہوار سے

(التماسِ سورۃ فاتحہ برائے سوز خواں مشتاق علی خاں)

شبیرؑ کو خالق نے سکینہؑ جو عطا کی
زینبؑ کی سی صورت تھی سب اُس ماہ لقا کی
جس دَم دیا گودی میں اُسے لاکے چچا کی
عباسؑ نے ہاتھوں کو اُٹھا کر یہ دعا کی
رکھے تجھے اے لاڈلی اللہ سلامت
دنیا میں رہے سَر پہ ترے شاہؑ سلامت

(بشکریہ سوز خواں ضیاء الحسن و ذاکر حسین برادران)

مرزا دبیرؒ

جب یزید اپنے گناہوں سے پشیماں ہُوا
ہنس کے پہلے صفتِ زخم وہ گریاں ہوا
صبح کاذب کی طرح چاک گریباں ہوا
کل کی شہزادیوں کے چھُٹنے کا سامان ہوا
اک طرف سامنے دریا میں حدّاد آئے
اک طرف بیڑیاں پہنے ہوئے سجادؑ آئے

(بشکریہ سوز خوان اسد علی زیدی)

جب ذوالفقار ماتمِ اصغرؑ میں رو چکی
ننھی سی قبر کھود کے خونبار ہو چکی
بچے کے ساتھ بانوؑ کی قسمت کو رو چکی
کُرتا لہو بھرا ہُوا اشکوں سے دھو چکی
پانی نہ تھا جو شاہؑ چھڑکتے مزار پر
آنسو ٹپک پڑے لحدِ شیر خوار پر

(بشکریہ شاعر و سوز خواں سردار حسین زیدی / کھیرتل، الور)

سرہانے لاشۂ حُرؑ کے یہ طعن شمر نے کی
سزا محبتِ ابنِ علیؑ کی خوب ملی
تباہ گھر بھی کیا ، مفت تو نے جان بھی دی
صدا یہ لاش نے دی دور ہو تو ، یاں سے شقی
علیؑ امامِ من است و منم غلامِ علیؑ
ہزار جانِ گرامی فدائے نامِ علیؑ

(بشکریہ سوز خواں صابر حسین زیدی / کاروانِ نجف ملیر کراچی)

محسنؔ نقوی شہید

ایک اک کرکے بچھڑتے تھے جب انصارِ حسینؑ

آسرا کوئی ضعیفی کا ، کوئی روح کا چین
یہ جواں لاش ، وہ کمسن ، تو اُدھر راحتِ عین
ہچکیاں وہ کسی بچی کی ، کسی ماں کے وہ بَین
زندگی درد سے بس دیدۂ تر جیسی تھی
عصرِ عاشور قیامت کی سحر جیسی تھی

سوگئے جب سبھی اصحاب ، سَرِ دشتِ بلا
اکبرؑ و قاسمؑ و عباسؑ ہوئے شہؑ پہ فدا
کھوگئے عونؑ و محمدؑ ، علی اصغرؑ بھی چلا
آئے مقتل میں حسینؑ ابنِ علیؑ بہرِ وَغا
شکر کرتے ، پئے سجدہ کبھی جُھک جاتے تھے
سُوئے خیمہ کبھی بڑھتے ، کبھی رُک جاتے تھے

(بشکریہ حسین احمد رضوی سرپرست ناصر العزا / سوزخواں سیّد شمس الحسن)

نکلے حرم کے اونٹ جو مقتل کی راہ سے
بولی سکینہؑ ملتے چلیں لاشِ شاہؑ سے
خوشبو لہو کی آنے لگی قتل گاہ سے
رخصت ضرور چاہئے زہراؑ کے ماہ سے
جی بھر کے آج خانۂ زنداں میں روئیں گے
اب کاہے کو حسینؑ کے سینے پہ سوئیں گے

(بشکریہ سوز خواں سیّد آلِ رسول)

یہ کون سی مستورہ ہے کیا مانگ رہی ہے
اسلام کی خدمت کا صلہ مانگ رہی ہے
ہر صاحبِ غیرت سے رِدا مانگ رہی ہے
پردیس میں مرنے کی دُعا مانگ رہی ہے
افسردہ ہیں افلاک سیَہ پوش زمیں ہے
جبریلؑ ذرا دیکھ ، یہ زینبؑ تو نہیں ہے

(بشکریہ سوز خواں محمود اختر زیدی / خیرپور)

علیؑ کی بیٹیاں زنداں میں جب اسیر ہوئیں
امامؑ زادیاں حاکم کی دستگیر ہوئیں
مصیبتیں حرمِ شاہؑ پر کثیر ہوئیں
غمِ حسینؑ میں سیدانیاں فقیر ہوئیں
کئی دنوں سے میسر نہ آب و دانہ تھا
اندھیری رات تھی ٹوٹا سا قید خانہ تھا

(بشکریہ شاعر و سوز خوان استاد سیّد علی شانؔ اکبر آبادی)

شمرِ سفاک نے ، یہ حضرتِ زینبؑ سے کہا
عُذر کرتا ہوں کہ اب بخش دو ، تم میری خطا
کہا زینبؑ نے کہ ، ملعون او بانیٔ جفا
تو نے کاٹا مِرے آگے مِرے بھائی کا گلا
بعدِ مُردن زجفائے تو اگر یاد کنم
از زمیں دست بروں آرم و فریاد کنم

(بشکریہ سوز خواں سیّد ارشاد حسینؒ ، ارشد حسین و برادران)

سجادؑ کو بُلوایا دوبارہ جو شقی نے
یہ سنتے ہی بیوں کے دھڑکنے لگے سینے
فرمایا بھتیجے سے یہ تب بنتِ علیؑ نے
میں کیا کہوں جو رنج اٹھائے مرے جی نے
کیا جانیے اب کیا ستم ایجاد کرے گا
بُلوا کے ہمیں کون سی بیداد کرے گا

(بشکریہ شاعر و سوز خواں سیّد اشتیاق حسین دہلوی)

عابدؑ سے یہ وطن میں کسی نے کیا کلام
گزرے قلق زیادہ کہاں تم پہ یا امامؑ
مولاؑ نے تین بار کہا ، شام شام شام
سر ننگے میرا کنبہ تھا اور گرد خاص و عام
بیوں کے نام لے کے عدو شاد ہوتے تھے
باباؑ کا سر بھی روتا تھا اور ہم بھی روتے تھے

(بشکریہ سوز خواں محمد الیاس حسین)

سکینہؑ قید ہوکر شام کے زنداں میں جب آئی
وہ بچی اُس اندھیرے گھر کی تاریکی سے گھبرائی
مقدر نے عجب آفت کی پہلی رات دِکھلائی
زمیں تو فرش تھی ، سایہ فگن تھا چرخِ مینائی
پھوپھی کے ساتھ رہتی تھی نہ ماں کے پاس سوتی تھی
برہنہ سَر ، کھڑی زنداں کے دروازے پہ روتی تھی

اُدھر سے جو گزرتا تھا اُسے کہتی تھی سنتا جا
میں بے کس قید میں ہوں ایک یہ پیغام ہے میرا
اگر بابا ملیں تجھ کو ، تو یہ کہیو قسم کھا کھا
سکینہؑ پر مصیبت ہے ، خبر لو اے شہِؑ والا
اگر تجھ سے کہیں خیمے میں سوتا چھوڑ آیا ہوں
تو کہیو تو ، درِ زنداں پہ روتا چھوڑ آیا ہوں

(بشکریہ سوز خواں استاد قمر علی خاں مرحوم)

سلام

نمبر شمار	مصرعۂ اولیٰ	Page
1	حسینؑ یوں ہوئے اے مجرئی وطن سے جُدا	141
2	مجرئی جبکہ عیاں ماہِ عزا ہوتا ہے	142
3	ذکرِ شہؑ کر کے محبّوں کو رُلایا میں نے	143
4	کون قائل تھا سلامی کہ جِناں اور بھی ہے	144
5	سلام اُس پر کہ جو لختِ دلِ شیرِ خدا بھی ہے	145
6	مجرئی پیدا ہوا تھا سَم حسنؑ کے واسطے	146
7	زرد چہرہ ہے نحیف و زار ہوں	147
8	بغور سُن لے زمانہ، حسینؑ ایسے تھے	148
9	مجلسوں سے کچھ ملک شیشوں میں بھر کر لے گئے	149
10	حسینؑ ابن علیؑ کا غم دلِ مضطر رہتا ہے	150
11	آیۂ تطہیر کے مقصد کا محور فاطمہؑ	151
12	سلامی جاں گزا ہے رنج و غم خاصانِ دَاور کا	152
13	ہے سلام اُس پہ جو کہتی تھی سدا، ہائے حسینؑ	154
14	گردن جھکی زمین پہ جس دَم امامؑ کی	155
15	وارثِ سیدُ الانام حسینؑ	156
16	دِل میں جس مسلم کے حبِ ساقیٔ کوثر نہیں	157
17	اِس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا حجابِ فاطمہؑ	158

نمبر شمار	مصرعہ اولیٰ	Page
18	کیا مصیبت ہو بیاں بے سَر و سامانوں کی	159
19	کس زباں سے ہو بیاں یہ عزّ و شانِ اہلبیتؑ	160
20	یہ زیب دیتا تھا کہنا حسینؑ ہی کیلئے	162
21	اِک دور سلامی دنیا کا صدیوں میں ایسا آتا ہے	163
22	جب کوئی تیرِ ستم سینے پہ کھاتے ہیں حسینؑ	164
23	ہے یہی وقت اِن کا دامن تھام لے	165
24	وہی تو فتح و ظفر کے نشاں اُٹھاتے ہیں	166
25	حق کی منزل کربلا ہے حق کا جادہ کربلا	167
26	باعثِ رشک نہ کیوں حرؑ کا مقدر نکلے	168
27	جو شب کو دن بنا دیں لعل و گوہر ایسے ہوتے ہیں	169
28	خیالِ کربلا ہے اور میں ہوں	170
29	جو مراتب ہیں محمدؐ کے خدا کے سامنے	171
30	اے مرکزِ ایماں زندہ باد اے صبر کے پرچم زندہ باد	172
31	کربلا کی منزلت ثابت ہے ہر عنوان سے	173
32	بیٹھا ہے مشکلات کے رستے میں ہار کے	174
33	منتظم کعبے کا آپہنچا صفائی کے لئے	175
34	نظر پڑی جو محمدؐ کی آلؑ کی صورت	176
35	سلسلہ نامِ خدا، جذبۂ ایمانی کا	177

نمبر شمار	مصرعہ اولیٰ	Page
36	ہر ایک چیز زمانے کی آنی جانی ہے	178
37	مجرئی مشتاق ہیں قدسی کلام ایسا تو ہو	179
38	ہو سلام اُس پہ جو قیدی بھی ہے بیمار بھی ہے	180
39	ملتفت ہے میری جانب رحمتِ داور کی آنکھ	181
40	حرؑ کی ایسی نہ کسی اور کو تقدیر ملی	182
41	اجل کو ایسی ملی زندگی حسینؑ کے بعد	183
42	خانۂ کعبہ سا کوئی گھر نظر آتا نہیں	184
43	جو شہؑ کے طرفدار یہاں بھی ہیں وہاں بھی	185
44	حفظِ ناموسِ الٰہی، کارِ شمشیرِ حسینؑ	187
45	ذکر ہم کرتے رہیں گے حشر تک شبیرؑ کا	188
46	کبھی فرطِ ادب میں اشک افشانی نہیں جاتی	189
47	شاہوں کا تذکرہ ہے نہ لشکر کی بات ہے	190
48	کہو نہ حاجتِ ذکرِ شہؑ ہدیٰ کیا ہے	191
49	سلامی کربلا میں کیا قیامت کی گھڑی ہو گی	192
50	مجرئی جس نے مرے مولاؑ کو پہچانا نہیں	193
51	مری آنکھوں سے یوں اشکِ غمِ سرورؑ نکلتے ہیں	194
52	یہ سلسلہ ہے اٹل دینِ مصطفیٰؐ کیلئے	195
53	اے عزادارانِ سبطِ مصطفیٰؐ جیتے رہو	196

نمبر شمار	مصرعہ اولیٰ	Page
54	جہاں بھی ظلمتِ باطل نے سر اُبھارا ہے	197
55	کس کی ہمت تھی کہ اِس راہ گزر سے گزرے	198
56	چھوڑتا نہیں ہم کو کربلا کا غم تنہا	199
57	خاک جو مرحب و عنتر کو چٹا دیتے ہیں	200
58	دنیا جو دیکھی دِین سے خالی حسینؑ نے	201
59	تیغِ حیدرؑ کی ہے یہ چال الف سے ی تک	202
60	ٹھکرا کے تخت چل دیئے اِس بانکپن کے ساتھ	203
61	کیا ہے بتائیں آپ کو کیا کیا ہمارے پاس	204
62	آجاؤ امامت کی حسیں بارہ دری تک	205
63	زینبؑ کمالِ صانعِ قدرت کا نام ہے	206
64	کچھ بھی بجز آلِ پیمبرؐ نہیں دیکھا جاتا	208
65	کھنچتی ہوئی زمیں پہ جو زنجیر پا چلی	209
66	شاہِ دیں کا نام لیجے خندہ پیشانی کے ساتھ	210
67	کربلا والوں کے جیسے امتحاں ہوتے نہیں	211
68	گھلی ہے تشنہ لبی کی کتاب پانی میں	212
69	مجرئی کہتے تھے شہؑ کچھ نہیں پروا مجھ کو	213
70	مجرئی کہتے ہیں شبیرؑ کا شیدا مجھ کو	214
71	چلی ہے رسمِ صداقت حسینؑ کے گھر سے	215

نمبر شمار	مصرعہ اولیٰ	Page
72	کہاں وہ فکر دنیا کوئی دامن گیر رکھتے ہیں	216
73	حسینؑ کرب وبلا کو بسا کے سوئے ہیں	217
74	یہ ماتم کی صدا زندہ رکھے گی	218
75	کربلا کی شیر دِل خاتون زینبؑ السلام	219
76	ہر سمت ہے زمانے میں شہرہ، علی اکبرؑ کا	220
77	اہلِ کوفہ نے دغا مسلمؑ سے بے تقصیر کی	221

وطن سے جُدا / میر انیسؒ

حسینؑ یوں ہوئے اے مجرئی وطن سے جُدا
کہ جیسے بلبلِ ناشاد ہو چمن سے جُدا
سپاہِ شام سے نکلا جو حرؑ تو بولے ملک
وہ آفتابِ درخشاں ہُوا گہن سے جُدا
وطن میں پھر کے سفر سے نہ جیتے جی آئے
عجب گھڑی تھی کہ اکبرؑ ہوئے بہن سے جُدا
نکالا گردنِ اصغرؑ سے تیر جب شہؑ نے
گلے سے بہنے لگا خوں جُدا دہن سے سے جُدا
سکینہؑ مر گئی قیدِ ستم میں گھُٹ گھُٹ کر
مگر نہ چاند سی گردن ہوئی رَسن سے جُدا

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مفتی جعفر حسینؒ

روحی فداکَ نامِ تو یعسوب و حیدرؑ است
ذکرت عبادتی بہ حدیثِ پیمبرؐ است

(بشکریہ سوز خواں سیّد موسیٰؒ رضا و میر مہدی)

میر انیسؒ

مجرئی جبکہ عیاں ماہِ عزا ہوتا ہے
چرخ پہ ماتمِ شاہِؑ شہدا ہوتا ہے

رونے والوں کا بھی کیا رتبہ ہے سبحان اللہ
جنکے اشکوں کا خریدار خدا ہوتا ہے

دیکھ کر شہؑ کو دمِ نزع جو روئے عباسؑ
پیار سے شاہؑ لگے کہنے یہ کیا ہوتا ہے

کیوں خَجِل ہوتے ہیں پانی نہ ملا تو نہ ملا
وہ کیا تم نے جو کچھ حق وفا ہوتا ہے

پھیر دیں آنکھیں جو اصغرؑ نے پکاری باتوؑ
دوڑو اے بی بیو دیکھو تو یہ کیا ہوتا ہے

شاہؑ رو دیتے تھے کہتی تھی سکینہؑ جس دَم
پیاس سے سینہ میں دَم اب تو خطا ہوتا ہے

کہتی تھی خَلقِ خدا دیکھ کے عابدؑ کو اسیر
کہیں بیمار بھی رسی میں بندھا ہوتا ہے

تابہ چہلم یہ صدا آتی تھی میداں میں انیسؔ
دیکھیں کب قید سے سجادؑ رِہا ہوتا ہے

(بشکریہ علامہ نواب حیدر عابدی)

ذکرِ شہؑ کرکے / میر انیسؒ

ذکرِ شہؑ کرکے محبّوں کو رُلایا میں نے
اپنا گھر مجرئی جنّت میں بنایا میں نے
شہؑ نے فرمایا کروں گا نہ گِلا اُمت کا
پانی دو روز نہ پایا ، تو نہ پایا میں نے
شاہؑ کہتے تھے کہ پیاسا مِرا مہماں ہُوا قتل
حُرؑ کے مرنے کا عجب رنج اُٹھایا میں نے
آئی آواز علیؑ کی نہ گڑھو اے بیٹا
آبِ کوثر ترے مہماں کو پلایا میں نے
شہؑ نے فرمایا مِرے بھائی کے بازو کاٹے
اِس پہ بھی ہاتھ نہ اُمّت پہ اُٹھایا میں نے
مارا اکبرؑ کو تو کہتا تھا یہی ابنِ نُمیر
آج تصویرِ محمدؐ کو مٹایا میں نے
شہؑ نے قاصد سے کہا بیٹی کو کیا خط لکھتا
آکے یاں ایک گھڑی چین نہ پایا میں نے
کہیو صغراؑ سے کہ مشکل ہے وطن میں آنا
اب تو بی بی اِسی جنگل کو بسایا میں نے

مرزا دبیرؔ

کون قائل تھا سلامی کہ جِناں اور بھی ہے
کربلا دیکھ کے ہم سمجھے کہ ہاں اور بھی ہے

صدقے اُس دِل کے جو ہو حبِ علیؑ سے آباد
اُس سے بہتر کوئی دنیا میں مکاں اور بھی ہے

نامِ شبیرؑ پہ بے ساختہ گِریاں ہونا
بعد کلمے کے یہ ایماں کا نشاں اور بھی ہے

برچھیاں مار کے اکبرؑ کو پکارے اعدا
شہؑ سے پوچھو کوئی فرزند جواں اور بھی ہے

لا کے ششماہے کو ہاتھوں پہ پکارے مولاؑ
نذرِ حق کے لئے یہ غنچہ دَہاں اور بھی ہے

بال کھولے ہوئے لاشے پہ جو آئیں زہراؑ
کُھل گیا محرؑ پہ دَمِ نزع کہ ماں اور بھی ہے

ہتھکڑی بیڑیاں پہنا کے عدو کہتے تھے
دیکھ بیمار ، ابھی طوقِ گراں اور بھی ہے

نیلے رخساروں پہ کانوں سے لہو ہے جاری
گردنِ بالی سکینہؑ پہ نشاں اور بھی ہے

حسرت کاظمی نگینوی

سلام اُس پر کہ جو لختِ دلِ شیرِ خدا بھی ہے
نواسہ مصطفیٰ ؐ کا ، فاطمہؑ کا لاڈلا بھی ہے
سلام اُس پر کہ تکمیلِ نبوت کا جو حاصل ہے
جو خود راہی نہیں ، جادہ نہیں ہے عین منزل ہے
سلام اُس پر کہ جس کا حشر تک پیغام زندہ ہے
لہو دینے سے جس کے غیرتِ اسلام زندہ ہے
سلام اُس پر کہ جس کا فیضِ گوہر بار باقی ہے
وفا زندہ ، محبت سُرخ رُو ، ایثار باقی ہے
خدا فہمی کی کیفیت دلوں پر جس نے طاری کی
سلام اُس پر کہ جو انسانیت کی قدرِ عالی ہے
سلام اُس پر کہ جو انسانیت کی قدرِ اعلیٰ ہے
مشیت نے امامت کے جسے سانچے میں ڈھالا ہے

(بشکریہ سلیم رضا و کلیم رضا اور پروفیسر سیمیں کاظمی)

التماسِ سورۃ فاتحہ برائے ایصالِ ثواب

آغا سید ضمیر الحسن نجفی و مولانا اظہر حسن زیدی

مجرئی پیدا ہُوا تھا / مرزا دبیرؒ

مجرئی پیدا ہوا تھا سَم حسنؑ کے واسطے
اور بنا خنجر شہِ تشنہ دہن کے واسطے

اے فلک زینبؑ کو تو نے کیوں پھرایا دَر بہ دَر
ماتمِ شبیرؑ کیا کم تھا بہن کے واسطے

بولے عابدؑ اکبرؑ و اصغرؑ تو ہوں شہؑ پر نثار
اور ہم جیتے رہیں رنج و مِحَن کے واسطے

اے فلک انصاف سے تجویز تیری دُور ہے
گردنِ سجادؑ ہو طوق و رَسن کے واسطے

شمر سے کہتی تھی زینبؑ چھین مت میری رِدا
یہ رِدا رہنے دے بھائی کے کفن کے واسطے

(بشکریہ سوز خواں وقار حسین و مونس حسین زیدی)

وفا کی جان بنا اہلِ دل کی نظروں میں
وہ تشنہ لب ، لبِ دریا جو پیاس رکھتا ہے

(باقرؔ زیدی / لذتِ گفتار / امریکہ)

زرد چہرہ ہے / میر انیسؒ

زرد چہرہ ہے نحیف و زار ہوں
ماتمِ سجادؑ میں بیمار ہوں
کہتی تھی زینبؑ دُوہائی یا علیؑ
سَر برہنہ میں سَرِ بازار ہوں
کہتے تھے عابدؑ اُٹھے کیوں کر قدم
اے ستم گارو ، نحیف و زار ہوں
دَم بہ دَم کھینچو نہ میرے ہاتھ کو
پاؤں بڑھ سکتے نہیں ناچار ہوں
میں پیادہ تم ہو گھوڑوں پر سوار
کس طرح دوڑوں بہت بیمار ہوں

(بشکریہ سوز خواں فیاض حیدر و انیس زیدی)

کرم ، صبر و رِضا کی سلطنت کا نام ہے شبیرؑ
وفا کی آخری سرحد کو ہم عباسؑ کہتے ہیں

(پرویز محبؔ فاضلی)

(بشکریہ سوز خواں غلام حیدر عابدی نوگانوی و مصطفی حسین

حسینؑ ایسے تھے / شہیدؔ لکھنوی

بغور سُن لے زمانہ ، حسینؑ ایسے تھے
بقا ، فنا کو بنایا ، حسینؑ ایسے تھے

چُھری کے نیچے وہ خالق سے پیار کی باتیں
اجل کو ہوگیا سکتہ ، حسینؑ ایسے تھے

مخالفت پہ زمانہ تھا اُس طرف لیکن
وہی کیا جو کہا تھا ، حسینؑ ایسے تھے

سپاہِ شام شجاعت کا لوہا مان گئی
دَبے نہ لاکھوں سے تنہا ، حسینؑ ایسے تھے

کمر کو باندھ کے پیری میں جلتی ریتی سے
اُٹھایا بیٹے کا لاشہ ، حسینؑ ایسے تھے

جواں کی لاش اُٹھائی ، بنائی قبرِ صغیر
کہیں بھی عزم نہ بدلا ، حسینؑ ایسے تھے

ہزار شکر کے سجدے شہیدؔ کرتا ہے
بنایا قطرے کو دریا ، حسینؑ ایسے تھے

(بشکریہ مصور و سوز خواں مختار حیدر زیدی)

مجلسوں سے کچھ ملک / صفی لکھنوی

مجلسوں سے کچھ ملک شیشوں میں بھر کر لے گئے
لے گئے آنسو خدا جانے کہ گوہر لے گئے

ہم اِسی درِ کے گدا ہیں ہم اِسی در کے فقیر
بھیک جس در سے فرشتے آکے اکثر لے گئے

دیر سے پہنچے درِ شاہِؑ نجف پر ہم فقیر
ایک عہدہ تھا غلامی وہ بھی قنبرؑ لے گئے

جو نہ لے جانا تھا وہ بھی سب ستمگر لے گئے
شہؑ کا ملبوسِ کہن زینبؑ کی چادر لے گئے

دوپہر میں ایک تن پر زخم کھائے سینکڑوں
ایک دل پر داغ ، شاہِؑ دیں بہتر لے گئے

بغض کیا تھا اشقیاء کو فاطمہؑ کے لال سے
کچھ نہیں تو جھولیوں میں بھر کے پتھر لے گئے

سنگ دل تھے کیا اُنہیں دردِ یتیمی کا قلق
کان سے بالی سکینہؑ کے جو گوہر لے گئے

صفحۂ قرطاس پر چلتے لرزتا ہے قلم
عابدِؑ بیمار کو تا شام کیوں کر لے گئے

مولانا محمد مصطفی جوہرؔ اعلی اللہ مقامہ

حسینؑ ابن علیؑ کا غم دلِ مضطر رہتا ہے
بہر عنوان جیسے گھر کا مالک گھر میں رہتا ہے

غمِ شبیرؑ اور حُبِّ علیؑ ہے زندگی اپنی
یہ جذبہ دل میں رہتا ہے، یہ سودا سر میں رہتا ہے

سُنے گا پوچھنے والے طہارت دیدۂ تر کی
یہ آنسو سیدہؑ کے گوشۂ چادر میں رہتا ہے

کسی صورت علیؑ کے دَر پہ رہنے کی جگہ ملتی
یہ خورشیدِ ضیاء گُستر اِسی چکر میں رہتا ہے

نکلتا ہی نہیں بغضِ علیؑ دشمن کے سینے سے
یہ مرحبؔ دوسرا ہے جو اِسی خیبر میں رہتا ہے

فراری سے نہ یہ پوچھو کہ آخر بھاگتا کیوں ہے!
یہ پوچھو بھاگنا طے ہے تو کیوں لشکر میں رہتا ہے

کبھی پہلو میں ڈھونڈا اور روتی ہیں ربابؑ اُٹھ کر
یہ عالم رات بھر یادِ علی اصغرؑ میں رہتا ہے

بیانِ معرفت میں صدق سے ہٹتا نہیں جوہرؔ
دماغ اُس کا خیالِ رِفعتِ منبر میں رہتا ہے

جنابِ فاطمہؑ (مولانا محمد مصطفی جوہرؒ)

آیۂ تطہیر کے مقصد کا محور فاطمہؑ
یعنی شرحِ عظمتِ نورِ پیمبرؐ فاطمہؑ

اِن سے پھیلا دینِ حق اِن سے بڑھی نسلِ رسولؐ
ایک کوثر ہیں علیؑ اور ایک کوثر فاطمہؑ

کشتیٔ دینِ خدا کی ناخدا ثابت ہوئیں
شبر و شبیرؑ جیسے دیں کا لنگر فاطمہؑ

نام ہے تسبیحِ زہراؑ، کام تسبیحِ خدا
ذِکر تیرا ذکرِ حق اللہُ اکبر فاطمہؑ

تیری خدمت میں ہوا فضہ کو قرآں بر زباں
اے لسان اللہ اے ایمان پرور فاطمہؑ

آیۂ تطہیر لکھنے کیلئے تقدیر نے
تیری سیرت کو بنایا اس کا مسطر فاطمہؑ

تو کرے اپنے جنازے کیلئے شب کو پسند
اور تری دختر ہو بلوے میں کھلے سر فاطمہؑ

زہر شبرؑ کو دیا، ٹکڑے جگر کے ہوگئے
پھر گیا شبیرؑ کی گردن پہ خنجر فاطمہؑ

(بشکریہ شاعر و سلام خواں سعید حیدر زیدی سعیدؔ)

شمیمِ امروہوی

سلامی جاں گُزا ہے رنج و غم خاصانِ دَاور کا
قلق سبطینؑ کا ، زہراؑ کا ، حیدرؑ کا ، پیمبرؐ کا
سدا شہرہ رہے گا جُود و خُلق و زورِ حیدرؑ کا
قطار و شِیر و انگشتر کا ، دَر کا ، روح کے پَر کا
علیؑ کی تیغ کے دَم سے ہُوا ہر معرکہ فیصل
احد کا ، بدر کا ، صفین کا ، خندق کا ، خیبر کا
یہ پانچوں سورے اے دل ، پنجتنؑ کی شان میں آئے
قمر کا ، شمس کا ، رحمان کا ، مریمؑ کا ، کوثر کا
فدائے شاہؑ ہوکر حُرؑ نے ، کس کس کا شرف پایا
اویسؓ و زیدؓ کا عمارؓ کا سلماںؓ کا بوذرؓ کا
نشاں مٹ کر وفاداری میں کیسا نام نکلا ہے
زہیرؓ و مسلمؓ و وہبؓ و حبیبؓ و حُرِ صفدرؓ کا
غلامِ پنجتنؑ کو ڈر نہیں ان پانچ چیزوں کا
اجل کا ، جاں کَنی کا ، قبر کا ، برزخ کا ، محشر کا
مِلا ہے رونے والوں کو ثواب اک آہ کا کیا کیا
صلوٰۃ و صوم کا خمس و زکوٰۃ و حجِ اکبر کا

سِوائے تشنگی شبیرؑ کو اک ایک صدمہ تھا
بھتیجوں بھانجوں کا ، بھائی کا ، اکبرؑ کا ، اصغرؑ کا
برابر زخم پر ہے زخم ، شہؑ کے جسمِ اطہر پر
تبر کا ، تیر کا ، تلوار کا ، نیزے کا ، خنجر کا
غضب ہے اِتنے صدمے ایک جانِ خواہرِ شہؑ پر
ردا کا ، قید کا ، بچوں کا ، اکبرؑ کا ، برادر کا
سکینہؑ لے گئی یہ پانچ داغ اِس باغِ عالَم سے
طمانچوں کا ، رَسن کا ، باپ کا ، عمّو کا ، گوہر کا
تڑپ کے کہتی تھی باتو ، کروں کس کس کا میں ماتم
جواں کا ، طفل کا ، داماد کا ، دختر کا ، شوہر کا
تہِ خنجر امامِ پاک کو کس کس کا دھیان آیا
بہن کا ، بیٹی کا ، بیمار کا ، امت کا ، محضر کا

(بشکریہ سیّد اصغر عباس زیدی فرخ بھائی
اور سوز خواں عزت زیدی و حشمت زیدی برادران)

ہائے حسینؑ / راجہ محمود آباد (محبوبؔ)

ہے سلام اُس پہ جو کہتی تھی سدا ، ہائے حسینؑ
ظالموں نے تجھے پانی نہ دیا ، ہائے حسینؑ

علی اکبرؑ نے ترے سامنے برچھی کھائی
قتل اصغرؑ ترے ہاتھوں پہ ہُوا ، ہائے حسینؑ

دُکھ پہ دُکھ سہہ کے جسے فاطمہؑ نے پالا تھا
اُس پہ بے دِینوں نے یہ ظلم کیا ، ہائے حسینؑ

نہ رہا کوئی جنازے کا اُٹھانے والا
تنِ زخمی ترا تیروں پہ رہا ، ہائے حسینؑ

گھوڑے دوڑائے لعینوں نے ترے لاشے پر
جیسے تو سبطِ پیمبرؐ ہی نہ تھا ، ہائے حسینؑ

جَل گئے خیمے چِھنی چادریں سامان لُٹا
بعد تیرے ہوئی ہم پر یہ جفا ، ہائے حسینؑ

جس جگہ خیمۂ زینبؑ تھا وہاں سے اب تک
رات کو آتی ہے کانوں میں صدا ، ہائے حسینؑ

(بشکریہ سوزخواں چوہدری سیّد ساجد حسین زیدی)

علامہ عبدالکریم درسؔ

گردن جُھکی زمین پہ جس دَم امام کی
تُربت ہِلی نبیؐ علیہ السلام کی

مہمانِ کربلا کے تنِ پاش پاش پر
دوڑائے گھوڑے ، ٹوٹ پڑی فوج شام کی

پیاسا پڑا ہے ساقیٔ کوثر بُریدہ سَر
امید جس سے سب کو ہے کوثر کے جام کی

یاں اہلِ بیتؑ روتے رہے خوں کی ندیاں
واں نوبتیں بجاتی رہی فوج ، شام کی

حق پر نہ کی حسینؑ نے بیعت یزید کی
عادت تھی اُس لعین کو ضَربِ مُدام کی

کھیتی جلی بتولؑ کی ، سادات کٹ گئے
حُرمت تھی جن کی ذات سے بیتُ الحرام کی

کنبہ لُٹا رسول علیہ السلام کا
اُجڑی بہار روضۂ دارُ السلام کی

اُس سَر زمیں پہ درسؔ کو تھوڑی سی جا مِلے
تُربت ہے جس زمین پہ خیرُ الانامؐ کی

بابا ذہینؔ شاہ تاجیؒ

وارثِ سیدُ الانام حسینؑ
تم پہ اللہ کا سلام حسینؑ

سب جوانانِ خلد کے سَرور
ہیں امامِ حسنؑ ، امام حسینؑ

کوثر و سلسبیل کے مختار
تشنہ لب اور تشنہ کام حسینؑ

جس کو پیغامِ آخری کہیئے
ہیں وہ اللہ کا پیام ، حسینؑ

راکبِ دوشِ صاحبِؐ معراج
اللہ اللہ ترا مقام حسینؑ

قدرتِ انتقام تھی پھر بھی
نہ لیا تو نے انتقام حسینؑ

روح کی تازگی ہے تیری یاد
دل کی تسکین تیرا نام حسینؑ

تیرا بندہ ذہینؔ تاجی ہے
تاجور ہیں ترے غلام ، حسینؑ

نسیمؔ امروہوی

دِل میں جس مسلم کے حبِ ساقیٔ کوثر نہیں
پھول ہے خوشبو نہیں آئینہ ہے جوہر نہیں

مان لوں، کیوں کر نبیؐ کو اور انسانوں کی مثل
جسم ہے سایہ نہیں شکلِ بشر ہے خَر نہیں

چھوڑ کر عترتؑ کو لے بھی لیں اگر قرآں تو کیا
بحر ہے کشتی نہیں گرداب ہے لنگر نہیں

تابِ نظارہ ہو کیا اژدر سے ڈر جائے نہ کیوں
عِلم ہے کامل نہیں موسیٰؑ ہے وہ حیدرؑ نہیں

بے کس و تنہا کھڑے ہیں دشت میں سبطِ رسولؐ
چاند ہے تارے نہیں سردار ہے لشکر نہیں

دخترانِ فاطمہؑ کیوں کر چھُپائیں اپنے سَر
شرم ہے مقنع نہیں بازار ہے چادر نہیں

بزم میں مداحِ حیدرؑ گر نہیں ہے اے نسیمؔ
طور ہے جلوہ نہیں دن ہے شہِ خاور نہیں

(بشکریہ قاریٔ حدیثِ کساء و سلام و نوحہ خواں زوار عمران)

نسیمؔ امروہوی

اِس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا حجابِ فاطمہؑ
آیۂ تطہیر ہے ادنیٰ نقابِ فاطمہؑ

ضامنِ نسلِ پیمبرؐ ہیں یہی بحرینِ پاک
مالکِ کوثر علیؑ ، کوثر خطابِ فاطمہؑ

قدسیوں سے عرش پر سُن سُن کے زہراؑ کی عطا
ھَل اَتیٰ بھی ڈھونڈتا آیا ہے بابِ فاطمہؑ

صبر ، خاموشی ، تحمل ، ضبط اور شکرِ خدا
اِن خصائل میں ہیں بس زینبؑ جوابِ فاطمہؑ

تازیانہ بھی لرز جاتا ہے جب کرتا ہے یاد
حضرتِ زینبؑ کی پیری اور شبابِ فاطمہؑ

خوف کیا بھاری ہے گر عصیاں کا پلّہ اے نسیمؔ
میرے پلّے پر ہیں محشر میں جنابِ فاطمہؑ

(بشکریہ شاعر و سوز خواں سبطِ حسن زیدی سوزؔ میرٹھی)

استاد صادق علی خان صادقؒ

کیا مصیبت ہو بیاں بے سَرو سامانوں کی
ہم نشیں جن سے رہی خاک بیابانوں کی
دیکھی جاتیں نہیں عباسؑ نے زینبؑ سے کہا
ہائے کمہلائی ہوئی صورتیں نادانوں کی
پوچھتی رہتی تھیں دن رات سکینہؑ سب سے
چوکیاں بیٹھی ہیں کیوں در پہ نگہبانوں کی
صادقؔ افسوس تو یہ ہے کہ نبیؐ کا بیٹا
ذِبح ہو جائے حکومت میں مسلمانوں کی

(بشکریہ نوحہ خواں ذوالفقار جعفری و افسر جعفری برادران)

مولانا حسنؔ رضا خان بریلویؒ

کس زباں سے ہو بیاں یہ عزو شانِ اہلبیتؑ
مدح گوئے مصطفیٰؐ ہے مدح خوانِ اہلبیتؑ

مصطفیٰؐ عزت بڑھانے کیلئے تعظیم دیں
ہے بلند اقبال تیرا دودمانِ اہلبیتؑ

اِن کے گھر میں بے اجازت جبرئیلؑ آتے نہیں
قدر والے جانتے ہیں قدر و شانِ اہلبیتؑ

اے شبابِ فصلِ گل یہ چل گئی کیسی ہوا
کٹ رہا ہے لہلہاتا بوستانِ اہلبیتؑ

کس شقی کی ہے حکومت ہائے کیا اندھیر ہے
لُٹ رہا ہے دِن دہاڑے کاروانِ اہلبیتؑ

فاطمہؑ کے لاڈلے کا آخری دیدار ہے
حشر کا ہنگامہ برپا ہے میانِ اہلبیتؑ

باغِ جنت چھوڑ کر آئے ہیں محبوبؐ خدا
اے زہے قسمت تمہاری کشتگانِ اہلبیتؑ

گھر لٹانا جان دینا کوئی تجھ سے سیکھ جائے
جانِ ما ، تم پر فدا اے خاندانِ اہلبیتؑ

سَر ، شہیدانِ محبت کے ہیں نیزوں پر بلند
اور اونچی کی خدا نے قدر و شانِ اہلبیتؑ
اہلِ بیتِ پاک سے گستاخیاں بے باکیاں !
لَعنَتُ اللّٰہِ عَلَیکُم دشمنانِ اہلبیتؑ

(بشکریہ مولانا قاری حسن محمود)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ڈاکٹر پروفیسر فرحت مظفرؒ جعفری

عالَم اِنہیؑ کا ہے یہیؑ عالم پناہ ہیں
تخلیقِ کائنات کے واحد گواہ ہیں

حسینؑ ہی کیلئے / تجملؔ لکھنوی

یہ زیب دیتا تھا کہنا حسینؑ ہی کیلئے
کرم کی بھیک نہ مانگوں گا زندگی کیلئے

حسینؑ خانۂ زہراؑ میں آپ کیا آئے
چراغ مل گیا کعبہ کو روشنی کیلئے

خدا نے ڈوبتے سورج کو کردیا واپس
نظامِ دہر بدلنا پڑا علیؑ کیلئے

حسینؑ کرتے ہیں سیراب حرؑ کے لشکر کو
کلیجہ چاہئے دشمن کی دوستی کیلئے

غمِ حسینؑ میں اشکوں کے بہہ گئے دریا
زمانہ اتنا نہ رویا کبھی کسی کے لئے

جوان بیٹے کی میت اُٹھا رہے ہیں حسینؑ
خدا یہ وقت نہ لائے کبھی کسی کے لئے

میں ساتھ لے کے تجملؔ لحد میں جاؤں گا
غمِ حسینؑ نہیں صرف جیتے جی کیلئے

(بشکریہ سوز خواں جواد حسین زیدی و تراب جعفری)

اِک دور سلامی / سیمابؔ اکبر آبادیؒ

اِک دور سلامی دنیا کا صدیوں میں ایسا آتا ہے
جب کوئی پیمبرؑ اُٹھتا ہے یا کوئی شہادت پاتا ہے
جب نوحہ کعبے والوں کا رو رو کر کوئی سناتا ہے
سینے میں روح لرزتی ہے جینے سے جی گھبراتا ہے
اے نہرِ فرات اے نہرِ فرات افسوس کر اپنی قسمت پر
کوثر کا ساقی آج ترے ساحل سے پیاسا جاتا ہے
اے قہرِ خدا اِس دُنیا پر گرتی نہیں کیوں بجلی تیری
گھر سے دُور اک پورا کنبہ جنگل میں لُوٹا جاتا ہے
انسان ترے پتھر دل میں کیوں درد نہیں انسانوں کا
دُکھ دیتا ہے مظلوموں کو معصوموں کو ترساتا ہے
سجادؑ اسیرِ جَور ہوئے افسوس کسی نے یہ نہ کہا
یہ پاؤں ستونِ کعبہ ہیں زنجیر کسے پہناتا ہے
سیمابؔ نظر آتی ہے مجھے ہر چیز اُداس اور آزُردہ
فطرت غمگیں ہو جاتی ہے جب ماہِ محرم آتا ہے

(بشکریہ سوز خواں ڈاکٹر الحاج سعید الحسن و شباب حیدر)

مسکراتے ہیں حسینؑ

پیرِ طریقت صوفی عنبرؔ علی شاہ وارثیؒ

جب کوئی تیرِ ستم سینے پہ کھاتے ہیں حسینؑ
دیکھ کر پیرِ فلک کو مسکراتے ہیں حسینؑ

مستقل کرنے کو موروثی خزانہ علم کا
حضرتِ عابدؑ کو سینے سے لگاتے ہیں حسینؑ

صبر کی تلقین فرماتے ہیں اہلبیتؑ کو
نعشۂ حضرت علی اصغرؑ جو لاتے ہیں حسینؑ

نخلِ توحید و رسالت کربلا کے دشت میں
اللہ اللہ خون سے اپنے لگاتے ہیں حسینؑ

ہے وہی رحمت مزاجی اپنے ناناؐ کی طرح
ظلم کرتے ہیں لعین اور بھول جاتے ہیں حسینؑ

قبر سے اُٹھا تو آئی یہ ندا روزِ نشور
چل تجھے عنبرؔ سرِ محشر بلاتے ہیں حسینؑ

(بشکریہ: صحافی و شاعر یامینؔ وارثی و صوفی دلبرؔ شاہ وارثی)

علامہ رشید ترابیؒ

ہے یہی وقت اِن کا دامن تھام لے
گرنے والے ، اب علیؑ کا نام لے

مرحبوں کے سر پہ ہے تیغِ علیؑ
اپنا بدلہ ، صبح لے یا شام لے

ہے ابوذرؓ سے وِلا تو اپنے سر
حق پرستی کا بھی اک الزام لے

بے مروّت آدمی معذور ہے
جس طرح جو معنیٰ اسلام لے

دفن اصغرؑ ہوگئے شہؑ نے کہا
میرے بچے اب یہاں آرام لے

عصرِ عاشور آئی آوازِ رسولؐ
فاطمہؑ بازو سے زینبؑ تھام لے

قید خانے میں کوئی بچی ہے دفن
اک امانت اور ملکِ شام لے

اے ترابی مفت ہے آبِ حیات
موت کے ہاتھوں سے کوئی جام لے

تابشؔ دہلوی

وہی تو فتح و ظفر کے نشاں اُٹھاتے ہیں
جہادِ حق میں جو آزارِ جاں اُٹھاتے ہیں

نشانِ راہ جو روشن ہیں چُھپ نہیں سکتے
غبار اگرچہ بہت کارواں اٹھاتے ہیں

یہی شناخت ہے اُنکی کہ مردِ حق شیوہ
عذابِ جاں پئے اِظہارِ جاں اٹھاتے ہیں

مکاں میں گونجتا ہے نعرۂ حسینؑ حسینؑ
اب اِس صدا کو سَرِ لامکاں اٹھاتے ہیں

ہیں کربلا کی زمیں ہی سے آسماں روشن
اِسی کی خاک سے یہ کہکشاں اٹھاتے ہیں

امام و مقتدی ایسے کہ سجدہ ریزی میں
زمیں پہ رکھ کے جبیں آسماں اٹھاتے ہیں

کڑے ہیں کوس اسیروں پہ شاہ کے ، تابشؔ
کبھی قدم تو کبھی بیڑیاں اٹھاتے ہیں

(بشکریہ ثمر عباس جعفری /بانی، چیئرمین فوکس)

تابشؔ دہلوی

حق کی منزل کربلا ہے حق کا جادہ کربلا
یوں تو ہے اک خطۂ صحرا نہادہ کربلا

اک تسلسل ہے حق و باطل کا شبیرؑ و یزید
ہے حُنین و بدر و خیبر کا اعادہ کربلا

سوچئے تو ایک مشہد دیکھئے تو ایک دشت
کتنی رنگیں کربلا ہے کتنی سادہ کربلا

سارے جذبے مسلک بس ایک ہی وحدت میں ہیں
اپنی منزل ، راستہ ، مقصد ، ارادہ کربلا

آج بھی انسانیت کی حق نمائی کیلئے
گام گام ابنِ علیؑ ہیں ، جادہ جادہ کربلا

معرکے اِسکے حق و باطل کے سارے معرکے
کتنی لامحدود ہے کتنی کشادہ کربلا

زندگی میں کاش تابشؔ وہ بھی دن آئے کہ ہم
سَر کے بَل جائیں مدینہ پا پیادہ کربلا

(بشکریہ شاعر و مرثیہ خواں سیّد جاوید حسن)

حرؑ کا مقدر / ڈاکٹر پروفیسر نعیمؔ تقویؔ

باعثِ رشک نہ کیوں حرؑ کا مقدر نکلے
جو گدا ہو کے بھی قسمت کا سکندر نکلے

رات کیا ختم ہوئی حرؑ کی تو قسمت چمکی
صبح آزادیٔ انساں کا یہ مظہر نکلے

جس نے دیکھا ، کیا معصوم پہ قرآں کا گماں
جبکہ شبیرؑ لئے ہاتھوں پہ اصغرؑ نکلے

مسکرا کر سرِ میداں علی اصغرؑ نے کہا
ہم بھی ، بھیا علی اکبرؑ کے برابر نکلے

پہلے قرباں تو کئے عونؑ و محمدؑ ، لیکن
دیکھئے حضرتِ زینبؑ ، علی اکبرؑ نکلے

سبطِ سرکارِؐ دو عالم کے ہو خادم تقویؔ
تم بفضلِ شہِؑ لولاک سخنور نکلے

(بشکریہ شاعر و سوز خواں سیّد عابد حسین نقوی ہاتف الوری)

محسنؔ اعظم گڑھیؒ

جو شب کو دن بنادیں لعل و گوہر ایسے ہوتے ہیں
حسینی آسماں کے ماہ و اختر ایسے ہوتے ہیں

جو چاہیں کربلا کو دَم میں گلزارِ اِرم کردیں
گلستانِ محمدؐ کے گُلِ تر ایسے ہوتے ہیں

جو دیکھا جنگ میں عونؑ و محمدؑ کو اجل بولی
سرِ مقتل کہیں بچوں کے تیور ایسے ہوتے ہیں

علمدارِؑ حسینی کو جو دیکھا نہر پر پیاسا
وفائیں ناز سے بولیں برادر ایسے ہوتے ہیں

علی اکبرؑ کو رن میں دیکھ کر اعدا پکار اُٹھے
خدا کی شان ہمشکلِ پیمبرؐ ایسے ہوتے ہیں

طلب کرتا ہے کیا سائل عطا ہوتا ہے کیا محسنؔ
کہو حاتم سے دیکھے بندہ پرور ایسے ہوتے ہیں

(بشکریہ مرثیہ خواں سیّد ضمیر حیدر نقوی۔ میرپور خاص)

محسنؔ اعظم گڑھی

خیالِ کربلا ہے اور میں ہوں
اِرم کا راستہ ہے اور میں ہوں

درِ شبیرؑ ہے اور میری قسمت
مقامِ التجا ہے اور میں ہوں

حسینؑ ابنِ علیؑ محوِ کرم ہیں
غلامی کا صلہ ہے اور میں ہوں

بھلا اب بھی نہ ہو اِس دَر سے نسبت
غمِ آلِ عباؑ ہے اور میں ہوں

عداوت کی سزا پاتے ہیں دشمن
محبت کی جزا ہے اور میں ہوں

مِرا کاسہ ہے اور بابِ علیؑ ہے
فقیرانہ صدا ہے اور میں ہوں

اُدھر بیمار پابندِ سلاسل
اِدھر آہ و بکا ہے اور میں ہوں

(بشکریہ شاعرِ اہلبیتؑ حضرتِ رفیق رضوی و مولانا شفیق رضوی)

خدا کے سامنے

جو مراتب ہیں محمدؐ کے خدا کے سامنے
سب وہ رُتبے ہیں علیؑ کے مصطفیٰؐ کے سامنے

کیسی ایذا نزع کی ، ہم مرتے مرتے خوش رہے
اپنا دَم نکلا کیا مشکل کشا کے سامنے

آتے ہی حیدرؑ کے یوں چپ ہوگئے کیوں اے ملک
اب نہیں کچھ بولتے شیرِ خدا کے سامنے

اپنا بندہ دیکھ ، ہم دونوں میں کہتا ہے کسے
اے نصیری آچلیں ، تیرے خدا کے سامنے

بھیج دے دوزخ میں یا جنت میں ، جو کچھ حشر ہو
بندۂ حیدرؑ ہوں ، کہدوں گا خدا کے سامنے

شمر سے کہتی تھیں زینبؑ چھین مت چادر مری
کیا کہے گا حشر میں ، تو مصطفیٰؐ کے سامنے

مَل کے چہرے پر لہو اصغرؑ کا کہتے تھے حسینؑ
میں اِسی صورت سے جاؤں گا خدا کے سامنے

(بشکریہ سوزخواں سیّد قمر عباس / اختر وصی علیؑ)

کرشن بہاری نورؔ لکھنوی

اے مرکزِ ایماں زندہ باد اے صبر کے پرچم زندہ باد
ہر اشک ٹپک کر کہتا ہے شبیرؑ کا ماتم زندہ باد

انساں کا بھلا کیا ذکر کوئی، کرتے ہیں فرشتے بھی سجدے
اے فخرِ ملائک زندہ باد اے نازشِ آدم زندہ باد

ہر قوم میں ماتم ہوتا ہے، شبیرؑ کا غم یاد آتا ہے
دل کھنچتے ہیں سب کے تیری طرف اے ماہِ محرم زندہ باد

ہندو ہو کہ مسلم یا مومن، جلووں سے نظر ہٹتی ہی نہیں
اے شمعِ حقیقت زندہ باد اے نورِ دو عالم زندہ باد

شبیرؑ، ہو بھارت یا کشمیر، ایراں کی زمیں یا پاکستان
ہر ملک پہ قبضہ تیرا ہے اے فاتحِ اعظم زندہ باد

کلمہ تو ہے ناناؐ کا لیکن بجتا ہے نواسے کا ڈنکا
اے مقصدِ خالق زندہ باد اے رازِ دو عالم زندہ باد

بھائی کی طرح سے تم بھی تو ایماں کا سہارا ہو زینبؑ
عصمت کی ردا کے سائے میں اے دوسری مریمؑ زندہ باد

شبیر تری الفت کے لئے اسلام کی کوئی شرط نہیں
جھکتی ہے جبینِ نورؔ اکثر اے قبلۂ عالم زندہ باد

حُبِّ اہلبیتؑ / نجم آفندیؔ

کربلا کی منزلت ثابت ہے ہر عنوان سے
وید سے توریت سے انجیل سے قرآن سے

حبِ اہلبیتؑ ہے حق کو بہر صورت پسند
بے خودی کی شان سے ہو یا خودی کی شان سے

مدحِ حیدرؑ ، ماتمِ شبیرؑ ، احساسِ وِلا
جینے والے تجھ کو مرنا ہے بڑے سامان سے

ماں نے پھر یہ بھی نہ سوچا دیکھ کر اکبرؑ کی جنگ
ہم نے اٹھارہ برس پالا ہے کس ارمان سے

دستِ ماتم دار خود ہی کھول لے گا بابِ خلد
ہم عزاداروں کا معروضہ نہیں رضوان سے

کربلا والوں نے دنیا کو دیئے کیا کیا سبق
قید خانہ کی فضا تک ، جنگ کے میدان سے

حرؑ جنہیں مقتل میں لایا تھا اُنہی پر جان دی
زیست کس عنوان سے تھی موت کس عنوان سے

(بشکریہ سوز و سلام و نوحہ خواں سیّد ابرار حسین و زوّار و مختار)

بیٹھا ہے مشکلات کے / استاد قمرؔ جلالوی

بیٹھا ہے مشکلات کے رستے میں ہار کے
او بدنصیب ، دیکھ علیؑ کو پکار کے

مرحب کا قتل بھی کوئی خیبر میں قتل تھا
پھینکا تھا ذوالفقار کا صدقہ اُتار کے

خیبر کے در نے کھل کے اشارہ یہ کردیا
مظہر یہی ہیں قوتِ پروردگار کے

روباہ جنگِ عون و محمدؑ پہ کہتے تھے
یہ شیر جانے چھوٹ گئے کس کچھار کے

لیلیٰؑ کے دل کو دیکھ رہے ہیں شہِؑ زمن
اکبرؑ کو رن میں بھیجا ہے گیسو سنوار کے

اصغرؑ جگر کو تھام کے روتی ہے فوجِ شام
تم تیر کھا کے آئے ہو یا تیر مار کے

اکبرؑ تمہارا باغِ جوانی اُجڑ گیا
لیلیٰؑ نے چار دن بھی نہ دیکھے بہار کے

تاریکیاں وہ شامِ غریباں کی اے قمرؔ
تارے بھی سو گئے فلکِ کج مدار کے

منتظم کعبے کا آ پہنچا صفائی کے لئے
اے بُتو ، اب اور گھر ڈھونڈو خدائی کے لئے

چیرتے ہیں کلۂ اژدر کو جھولے میں علیؑ
آج پہلی مشق ہے خیبر کشائی کے لئے

دو کیا مرحب کو حیدرؑ نے تو بولی ذوالفقار
ہاتھ ایسا چاہئے تیغ آزمائی کے لئے

کہتے تھے عباسؑ ، میں سقّہ ہوں فوجِ شاہؑ کا
خون کے دریا بہا دوں گا ترائی کے لئے

اے عروسِ تیغِ قاسمؑ رَن میں گھونگٹ تو اُٹھا
سَر لئے لاکھوں کھڑے ہیں رُونمائی کے لئے

چونک اُٹھتی تھی سکینہؑ نام سُن کر شاہؑ کا
جب کبھی روتی تھی زینبؑ اپنے بھائی کے لئے

ابنِ ملجم نے لگائی جب علیؑ کے سَر پہ تیغ
عرش سے اُترے ملائک بھی دُہائی کے لئے

کردیا کیوں ابنِ ملجم ، ایسے مولاؑ کو شہید
تھا جو اِک مشکل کشا ساری خدائی کے لئے

مولانا ریاضؔ الدین سہروردی

نظر پڑی جو محمدؐ کی آلؑ کی صورت
تو گویا دیکھ لی بدرِ کمال کی صورت
حسنؑ حسینؑ کی صورت میں دیکھ لے کوئی
رسولِؐ پاک کے حُسن و جمال کی صورت
فرشتے آتے تھے ہر روز آسمانوں سے
زمیں پہ دیکھنے زہراؑ کے لال کی صورت
جلال اُس کا ہے مانندِ مہرِ عالَم تاب
جمال اُس کا ہے بدرِ کمال کی صورت
وجودِ سَرورِؐ عالم کا عکس ہیں حسنینؑ
نظر نواز ہے یہ اِتصال کی صورت
ملے حسینؑ جسے ، مصطفیٰؐ ملے اُس کو
وصالِ حق ہے نبیؐ کے وصال کی صورت
حسینؑ کو تو ہر اک گام پر عروج ملا
مگر یزید نے دیکھی زوال کی صورت
ریاضؔ عشقِ حسینی ہے میرا سرمایہ
بڑی حسین ہے میرے مآل کی صورت

پروفیسر مولانا ظفرؔ جونپوریؒ

سلسلہ نامِ خدا ، جذبۂ ایمانی کا
سنگِ بنیاد ہے شبیرؑ کی قربانی کا

دین کے واسطے اللہ رے ، ایثارِ حسینؑ
کبھی شکوہ نہ کیا غم کی فراوانی کا

یاعلیؑ جس کی زباں پر ہو بھلا اُس کے لئے
خوف کیا ظلم کا ، دہشت کا ، پریشانی کا

کربلا، ہو کے رہا وہ تری عظمت پہ نثار
جائزہ جس نے لیا فطرتِ انسانی کا

کلِمَہ گو تھے سبھی دشتِ بلا میں لیکن
ایک قطرہ بھی نہ پیاسوں کو ملا پانی کا

آہ ، سنتا نہیں شبیرؑ کی آواز کوئی
کیا زمانے میں یہی طَور پر ہے مہمانی کا

در بہ در، خاک بسر، اہلِ حرم ہیں صد حیف
کچھ ٹھکانا نہیں اِس بے سروسامانی کا

ہے ظفرؔ ، شانِ رسولِؐ دوسرا ، شانِ حسینؑ
حق ادا ہو گا یہاں سلسلہ جُنبانی کا

کربلا کی کہانی / سلمانؔ رضوی

ہر ایک چیز زمانے کی آنی جانی ہے
مگر حسینؑ کا پیغام جاودانی ہے

نحیف شخص چٹانوں کے مان توڑ گیا
یہ کربلا کی کہانی عجب کہانی ہے

عَلَم کے سایے میں بیٹھے تو یوں ہوا محسوس
جنابِ نوحؑ کی کشتی بھی بادبانی ہے

حسینؑ کا وہ مبلّغ جو گود میں آیا
عجیب شعلہ بیاں اُس کی بے زبانی ہے

پیاسے اپنا لہو بھی پِلا گئے اُس کو
فرات ، فرطِ ندامت سے پانی پانی ہے

سِناں نے سینۂ اکبرؑ میں ٹوٹ کر سوچا
یہ نوجوان بھرے گھر کی نوجوانی ہے

گلے میں طوق ہے پیروں میں بیڑیاں لیکن
خدائی قافلے والوں کی ساربانی ہے

ملائکہ نے بھی سلمانؔ کو سلام کیا
جنابِ فاطمہؑ زہرا کی مہربانی ہے

کلام ایسا تو ہو / عثمانؔ علی خانؒ (نظامِ دکن)

مجرئی مشتاق ہیں قُدسی کلام ایسا تو ہو
بزم میں شورِ دُرود اُٹھے سلام ایسا تو ہو

ہے علیؑ اللہ کا ہم نام ، نام ایسا تو ہو
خانہ زادِ حق ہُوا ذِی الاحترام ایسا تو ہو

یا علیؑ جب منہ سے نکلا مشکلیں آساں ہوئیں
اسمِ اعظم کا اثر رکھتا ہو نام ایسا تو ہو

جِنّ و اِنس و وحش وطیر و قدسی و غِلمان و حور
سب کے سب بیعت کریں جس کی امامؑ ایسا تو ہو

شاہِؑ مرداں ، فاتحِ خیبر ، امیرُ المومنینؑ
جانشینِ حضرتِؐ خیرُالانام ایسا تو ہو

اصغرؑ و اکبرؑ کا جلوہ دیکھ کر کہتا تھا چرخ
ماہِ نو ایسا تو ہو ماہِ تمام ایسا تو ہو

کہہ دو عثماںؔ سے لکھ ایسا شاہِؑ دیں کی مدح میں
غل ہو ہر سُو آفریں ، حُسنِ کلام ایسا تو ہو

(بشکریہ سوز خوان و نوحہ خوان سانولے آغا و باقر نذر نقوی)

سلام

ہو سلام اُس پہ جو قیدی بھی ہے بیمار بھی ہے
پاؤں میں آبلے ہیں آبلوں میں خار بھی ہے
پوچھا اک شخص نے شبیرؑ تمہارا تھا کون
بولے آقا بھی ہے بابا بھی ہے سردار بھی ہے
جب انہیں شمر نظر آیا تو رو رو کے کہا
یہ میرے بابا کا قاتل بھی ہے خونخوار بھی ہے
اپنے بابا کے چلن پر میں چلا جاتا ہوں
ورنہ مجھ میں اثر حیدرؑ کرار بھی ہے
کہتے تھے طوقِ گراں آیا مرے حصّے میں
ورنہ اِس فوج میں خنجر بھی ہے تلوار بھی ہے
پہنچے جب کوفے کے نزدیک تو زینبؑ نے کہا
سَر عریاں بھی ہے جلوہ بھی ہے بازار بھی ہے

(بشکریہ سوز خواں و نوحہ خواں محترمہ برجیس نقوی)

مولانا سخنؔ فتحپوریؒ

ملتفت ہے میری جانب رحمتِ داور کی آنکھ
ہے کرم گُستر یقیناً ساقیٔ کوثر کی آنکھ

چشمِ حیدرؑ سے نبیؐ نے مَس کیا ایسا لعاب
زندگی بھر خیر سے اچھی رہی حیدرؑ کی آنکھ

مضطرب ہوتی ہے تربت میں علی اصغرؑ کی روح
ڈھونڈتی ہے قید میں اصغرؑ کو جب مادر کی آنکھ

سَر برہنہ ماں بہن ، سجادؑ کیسے سَر اُٹھائیں
شرم سے اٹھتی نہیں ہے عابدِؑ مضطر کی آنکھ

حرملہ کی بزدلی ، شہؑ کو بتانے کے لئے
ڈھل گیا منکا ، گھلی پھر بھی رہی اصغرؑ کی آنکھ

شاہِؑ دیں پر شمرِ بدخو کس طرح کھاتا ترس
دل تھا آہن کا ، جگر فولاد کا ، پتھر کی آنکھ

اے سخنؔ ، تصویرِ مظلومی کہاں تک دیکھتے
شہؑ نے وقتِ دفن آخر بند کی اصغرؑ کی آنکھ

(بشکریہ شاعرِ اہلبیتؑ سیّد ذیشان حیدر ذیشانؔ)

مجاہدؔ لکھنوی

حرؑ کی ایسی نہ کسی اور کو تقدیر ملی
جس کو دوزخ کے عوض خلد کی جاگیر ملی
پنجتنؑ کر گئے ثابت جو عمل سے اپنے
اُس سے بہتر کوئی قرآں کی نہ تفسیر ملی
تیر کیوں مار دیا بچے کو ظالم تُو نے
حرملہ کونسی بے شیر کی تقصیر ملی
کوئی اک بار مدینے میں نہ پہچان سکا
قید سے چھوٹ کے جب زینبؑ دِلگیر ملی
سب ملے چھوٹ کے زنداں سے سکینہؑ کے سوا
ہاں مگر فاطمہؑ صغریٰ سے نہ ہمشیر ملی

(بشکریہ ذاکرہ ونوحہ خواں و سوز خواں محترمہ نیر فاطمہ)

نصیریوں کو کوئی کس طرح سے سمجھائے؟!
بہک گئے ہیں عقیدہ بُرا نہیں رکھتے

(مولانا پروفیسر مرزا محمد اشفاق / شوقؔ لکھنوی)

مجاہدؔ لکھنوی

اجل کو ایسی ملی زندگی حسینؑ کے بعد
کہ جو فنا تھی بقا بن گئی حسینؑ کے بعد

وہی ہے سلسلۂ رہبری حسینؑ کے بعد
نبیؐ کے بعد علیؑ تھے ، علیؑ ، حسینؑ کے بعد

بنی ہے خاکِ شفا تیری خاک ، کرب و بلا
یہ برتری تجھے حاصل ہوئی حسینؑ کے بعد

تھی ایک سَر کی طلب اور کئے بہتّر پیش
جہاں میں ہوگا نہ ایسا سخی حسینؑ کے بعد

سکینہؑ ہجرِ پدر میں گزر گئی جاں سے
نہ جی حسینؑ کی وہ لاڈلی حسینؑ کے بعد

مجاہدؔ اس میں نہ تھا کچھ بھی عاشقی کے سوا
بنی ہے نصرتِ حق شاعری حسینؑ کے بعد

(بشکریہ سوز خواں رضا علی جعفری)

مجاہدؔ لکھنوی

خانۂ کعبہ سا کوئی گھر نظر آتا نہیں
اور مکیں کوئی بجز حیدرؑ نظر آتا نہیں

اے نبیؐ دینے کو دے دیجے جسے چاہے عَلَم
اِن میں کوئی فاتحِ خیبرؑ نظر آتا نہیں

اے ہُبل ، جھک جاؤ سجدے کو اِسی میں خیر ہے
کون ہے دوشِ پیمبرؐ پر ، نظر آتا نہیں

ہے جواں بیٹے کا غم بے نور آنکھیں ہوگئیں
شاہِؑ دیں کو لاشۂ اکبرؑ نظر آتا نہیں

گود خالی دیکھ کر مادر کی ننھا اصغرؑ نے کہا
کیا ہُوا اماں مِرا اصغرؑ نظر آتا نہیں

(بشکریہ سوز خواں عمران ، ابوطالب و ذیشان)

باقرؔ شاہجہاں پوری

جو شہؑ کے طرفدار یہاں بھی ہیں وہاں بھی
وہ طالبِ دیدار یہاں بھی ہیں وہاں بھی

دنیا ہی نہیں وقفِ عزاداریٔ سَرورؑ
شبیرؑ کے غمخوار یہاں بھی ہیں وہاں بھی

جو در پئے ایذا ہیں حسینؑ ابنِ علیؑ کے
وہ لوگ گنہ گار یہاں بھی ہیں وہاں بھی

عباسؑ نے اعدا سے کہا تول کے تلوار
ہم حق کے پرستار یہاں بھی ہیں وہاں بھی

کہتے ہیں ہمیں صف شکن و صفدر و جرار
ہم نائبِ کرار یہاں بھی ہیں وہاں بھی

ہشیار کہ در دست وہی تیغ ہے جس کا
مانے ہوئے سب وار یہاں بھی ہیں وہاں بھی

شہؑ نے کہا پیاسے نہیں ہم اے عمرِ سعد
مستِ مئے انوار یہاں بھی ہیں وہاں بھی

چاہیں تو بہے زیرِ قدم چشمۂ کوثر
ہم پانی کے مختار یہاں بھی ہیں وہاں بھی

دنیا ہی پہ موقوف نہیں اصل میں حسنین
باقر کے طرفدار یہاں بھی ہیں وہاں بھی

اضافی اشعارِ مصائب ☆☆☆ سیّد سبطِ جعفر زیدی)

سجادؑ ہیں ہمراہ تو صغریٰؑ ہے وطن میں
سَرورؑ ترے بیمار یہاں بھی ہیں وہاں بھی

شہؑ ہوں سرِ نیزہ کہ تہہِ خنجرِ قاتل
وہ سیّد و سردار یہاں بھی ہیں وہاں بھی

اللہ و نبیؐ کے ہیں عدو کوفی و شامی
وہ برسرِ آزار یہاں بھی ہیں وہاں بھی

(بشکریہ سوز خواں مسرور حسین رضوی)

پروفیسر منظر ایوبی

حفظِ ناموسِ الٰہی ، کارِ شمشیرِ حسینؑ
سطوتِ دینِ محمدؐ ، حُسنِ تدبیرِ حسینؑ
اِس سے بڑھ کر اور کیا ہوگی فضیلت کی دلیل
خود رسولِؐ ہاشمی کرتے ہیں توقیرِ حسینؑ
شَر کی سَرکش طاقتوں کا سَر نہ اُٹھنے پائے گا
حشر تک ہے پائے باطل اور زنجیرِ حسینؑ
سرورِؐ کونین کے اتنے چہیتے کیوں ہوئے
بس یہی دشمن کی نظروں میں ہے تقصیرِ حسینؑ

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

شاعر و سوز خواں ولیؔ جارچویؒ

ذکر ہم کرتے رہیں گے حشر تک شبیرؑ کا
معتبر ہے یہ طریقہ قلب کی تطہیر کا

درد سے نا آشنا کیا جانے کیا ہے کربلا
درد والا ہی کرے گا تذکرہ شبیرؑ کا

حوصلہ بھی کانپ اٹھا دیکھ کر عزمِ حسینؑ
خون چلّو میں لیا جب اصغرؑ بے شیر کا

اپنے خطبوں سے ہلا کر رکھ دیا قصرِ یزید
حوصلہ اللہ اکبر زینبؑ دلگیر کا

حق ادا کرب و بلا میں کردیا عباسؑ نے
قوتِ حیدرؑ کا اور اُمُ البنیںؑ کے شیر کا

یاد آتے ہیں ہمیں بیمار کے طوق و رَسن
اِس لئے کرتے ہیں ہم ماتم بپا زنجیر کا

حُرؑ کا سر زانوئے شہؑ پر سَر پہ رومالِ بتولؑ
آدمی دیکھا نہیں ایسا دھنی تقدیر کا

فاطمہ صغراؑ کھڑی دروازہ پر شام و سحر
راستہ تکتی تھی پہروں اکبرؑ دلگیر کا

(بشکریہ سوز خواں سیّد ولی حیدر)

منور عباس شہابؔ (ایڈووکیٹ)

کبھی فرطِ ادب میں اشک افشانی نہیں جاتی
ہیں لب خاموش لیکن مرثیہ خوانی نہیں جاتی

حرم کی بے ردائی نے لیا ہے انتقام ایسا
یزیدیت کی پردوں میں بھی عریانی نہیں جاتی

نہ بھرتے رنگ اِس میں گر لہو سے کربلا والے
تو آج اسلام کی صورت بھی پہچانی نہیں جاتی

حکومت اہلِ دنیا کی فقط حاکم کے دَم تک ہے
دلوں پر جو حکومت ہو وہ سلطانی نہیں جاتی

کوئی حق کا مجاہد سَر بکف آتا ہے میداں میں
کھلے سَر شام کے بلوے میں سیدانی نہیں جاتی

ہزاروں بندشیں ہوتی ہیں ماتم پہ شہیدوں کے
شہابؔ اس پر بھی اپنی مرثیہ خوانی نہیں جاتی

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پروفیسر مرزا قمر عباس وفاؔ کانپوری

فقط شہید کا حق ہے حیات بعدِ ممات
مگر وہ لوگ جو سبطِ نبیؐ کے ذاکر ہیں

سیّد سبطِ حسن انجمؔ

شاہوں کا تذکرہ ہے نہ لشکر کی بات ہے
جو کربلا میں لُٹ گیا اُس گھر کی بات ہے

ذکرِ غمِ حسینؑ ہمیں کیوں نہ ہو عزیز
خوشنودیٔ خداؑ و پیمبرؐ کی بات ہے

مجلس اک احتجاج ہے ہر ظلم کے خلاف
پیغامِ عدل ، ماتمِ سرورؑ کی بات ہے

ہوگی نہ کربلا کی کبھی ختم داستاں
کہنے کو یوں تو صرف بہتر کی بات ہے

کس کس کو روئیں اہلِ حرم ہائے کیا کریں
ہے عُمر بھر کا داغ بھرے گھر کی بات ہے

یہ امتحانِ صبر بہت سخت ہے حسینؑ
محضر میں بے ردائیٔ خواہر کی بات ہے

قاصد کو کیا جواب دیں اِس بات کا حسینؑ
صغریٰؑ کے خط میں شادیٔ اکبرؑ کی بات ہے

سوزِ غمِ حسینؑ ملا جس کو مل گیا
انجمؔ یہ اپنے اپنے مقدر کی بات ہے

(بشکریہ شاعر و مرثیہ خواں سیّد جاوید حسن)

سیّد وحیدؔ الحسن ہاشمی

کہو نہ حاجتِ ذکرِ شہِؑ ہدیٰ کیا ہے
حسینؑ ہی نے تو ثابت کیا خدا کیا ہے
غمِ حسینؑ دلوں کا نفاق دھوتا ہے
بس اب نہ پوچھو کہ رونے کا فائدہ کیا ہے
رِضائے حق کی ہر اک راہ میں ہے نقشِ حسینؑ
میں کربلا سے نہ جاؤں تو راستہ کیا ہے
اگر حسینؑ کی سیرت پہ ہوسکا نہ عمل
تو پھر یہ مجلس و ماتم کا فائدہ کیا ہے
پلٹ نہ آتے جو دریا سے تشنہ لب عباسؑ
تو کون جانتا اِس دہر میں وفا کیا ہے
بقائے دیں کی ضمانت ہے فاطمہؑ کا پسر
نہیں حسینؑ تو اسلام میں دَھرا کیا ہے
ردائے اہلِ حرم چھین کر نہ خوش ہو لعیں
وہ جان دینے کو تیار ہیں ردا کیا ہے
یہ کربلا کے شہیدوں نے حل کیا ورنہ
کسے خبر تھی فنا کیا ہے اور بقا کیا ہے

(بشکریہ مولانا ڈاکٹر سیّد باقر حسین زیدی)

پرتم الہ آبادی

سلامی کربلا میں کیا قیامت کی گھڑی ہوگی
چھُری شبیرؑ کی گردن پہ جس دَم چل رہی ہوگی

کلیجہ تھام کر پیرِ فلک بھی رہ گیا ہوگا
کلیجے پر علی اکبرؑ کے برچھی جب لگی ہوگی

مجھے جانے دو پانی بھر کے یہ عباسؑ کہتے تھے
کئی دن کی پیاسی ہے سکینہؑ رو رہی ہوگی

حسینؑ ابنِ علیؑ نے کی ہے جو تیغوں کے سائے میں
بشر تو کیا فرشتوں سے نہ ایسی بندگی ہوگی

نبیؐ سے پیشتر محشر میں اُمت بخشوانے کو
حسینؑ ابنِ علیؑ آئیں گے دُنیا دیکھتی ہوگی

بڑے غمخوار ہیں وہ غم نہ کر بخشش کا اے پُرنمؔ
کرم سے پنجتنؑ کے حشر میں بخشش تری ہوگی

(بشکریہ امجد فرید صابری فرزند حاجی غلام فرید صابریؒ)

مولانا سیّد ذیشان حیدر جوادی کراروی کلیمؔ الہ آبادی

مجرئی جس نے مرے مولاؑ کو پہچانا نہیں
ایسا لگتا ہے اُسے فردوس میں جانا نہیں

دیکھو فطرسؔ آ گیا گہوارۂ شبیرؑ تک
کون کہتا ہے فرشتوں نے بھی پہچانا نہیں

بن گئے سائل گدائی کے شرف کو دیکھ کر
ورنہ اہلِ آسماں کو روٹیاں کھانا نہیں

قبضۂ فرزندِ زہراؑ میں ہے زلفِ مصطفیٰؐ
بات ہے سُلجھی ہوئی اب اِس کو اُلجھانا نہیں

دے دیا ہے فوجِ حرؑ کو سارا پانی شاہؑ نے
ظالمو اب شاہؑ کے بچوں کو ترسانا نہیں

کہتے تھے عونؑ و محمدؑ سے یہ ماں کے حوصلے
جنگ کرنا بَدر ترائی کی طرف جانا نہیں

کربلا میں صبرِ سَرورؑ دیکھنے آؤ خلیلؑ
آپ کو لاشِ پسر میدان سے لانا نہیں

یوں تڑپ کر کہتی تھی قبرِ سکینہؑ سے ربابؑ
سب وطن جاتے ہیں بیٹی کیا تمہیں جانا نہیں

یاورؔ اعظمی

مِری آنکھوں سے یوں اشکِ غمِ سَرورؑ نکلتے ہیں
صدف کے دہنِ تر سے جس طرح گوہر نکلتے ہیں

برائے بخششِ امت سِناں کھانے کو مقتل میں
محمدؐ مصطفےٰ بن کر علی اکبرؑ نکلتے ہیں

کلیجہ کانپتا ہے حرملہ کا دل دھڑکتا ہے
کمانِ ظلم رن میں توڑنے اصغرؑ نکلتے ہیں

لئے مشک و عَلَم عباسؑ جاتے ہیں سُوئے دریا
یہ غل ہے جنگ پر اب فاتحِ خیبر نکلتے ہیں

کہا لیلیٰؑ نے یارب خیر کرنا میرے اکبرؑ کی
ستمگر اپنے ہاتھوں میں لئیے خنجر نکلتے ہیں

شہِؑ دیں کھودنے بیٹھے ہیں رَن میں تربتِ اصغرؑ
زمیں سے اپنے سر کو پھوڑتے پتھر نکلتے ہیں

چلے جب جنگ کو عونؑ و محمدؑ بولیں یہ زینبؑ
وَغا کو رن میں میرے حمزہؑ و جعفرؑ نکلتے ہیں

محبت کربلا والوں کی یاورؔ رنگ لائے گی
جو اُن کی چاہ میں ڈوبے لبِ کوثر نکلتے ہیں

مصطفیٰؐ کیلئے / پروفیسر منظور حسین شورؔ

یہ سلسلہ ہے اٹل دینِ مصطفیٰؐ کیلئے
علیؑ نبیؐ کیلئے ہیں نبیؐ خدا کیلئے

میانِ باطل و حق زحمتِ تمیز بھی کر
یہ رہگزار ترستی ہے نقشِ پا کیلئے

وہ جس کا وقت کی تاریخ میں ہے نام ، حسینؑ
وہ استعارۂ وحدت ہے کبریا کیلئے

علیؑ کا ذکر عبادت ہے بے رکوع و سجود
کہ سمت و جہت ضروری نہیں ہوا کیلئے

سقیفہ بند ہو ایماں کہ شام کا بازار
جواز کوئی تو ہو خونِ کربلا کیلئے

تھیں برقع پوش سبھی دخترانِ کوفہ و شام
نہ تھی ردا تو فقط بنتِ فاطمہؑ کیلئے

(بشکریہ سلام خواں سیّد حیدر رضا فرزندِ پروفیسر شور علیگ)

جیتے رہو / شاہد نقوی

اے عزادارانِ سبطِ مصطفیٰؐ جیتے رہو
ہے تمہارے سَر پہ زہراؑ کی دعا جیتے رہو

دوڑتی دیکھی جو رگ رگ میں مئے حبِّ علیؑ
مسکراکر موت نے مجھ سے کہا جیتے رہو

زندگی چھینی اجل سے تم نے ، پیری سے شباب
اے حبیبؑ ابنِ مظاہرؓ مرحبا جیتے رہو

اے شہیدو تم نے دینِ حق کو اپنا خوں دیا
تا ابد اب تم ہو اور قربِ خدا ، جیتے رہو

اے عزادارو غمِ دنیا سے فرصت مل گئی
ہیں تمہارے اشک ہر غم کی دوا جیتے رہو

تم نے اصغرؑ مسکرا کر موت کی آغوش میں
مقصدِ سَرورؑ کو روشن کردیا جیتے رہو

اِس طرف پامالیوں کی زد پہ ہے قاسمؑ کا جسم
اور اُدھر خیمے میں ماں کی یہ دعا جیتے رہو

بےبسی سے تک رہے ہیں لاشِ اکبرؑ کو حسینؑ
بھائی کو لکھی ہے صغراؑ نے دُعا جیتے رہو

شاہدؔ نقوی

جہاں بھی ظلمتِ باطل نے سَر اُبھارا ہے
علیؑ کے چاند زمیں نے تجھے پکارا ہے
شکستہ عزم نہ سمجھو حسنؑ کی خاموشی
بہت بڑے کسی طوفان کا اشارہ ہے
ہمارے شبرؑ و شبیرؑ کو نہ بھول اسلام
ہمارے خوں نے تری نبض کو ابھارا ہے
غمِ حسینؑ کو آواز دو شکستہ دِلو
یہ غم نصیبوں کا سب سے بڑا سہارا ہے
کہو نہ بچ کے نکلنے کو ساتھیوں سے حسینؑ
تمہارے بعد کِسے زندگی گوارا ہے
اُٹھا کے مشک چلو سوئے شام اے عباسؑ
تمہیں سکینہؑ نے زندان سے پکارا ہے
اُٹھو لحد سے بہت رات ہوگئی اصغرؑ
وہ دیکھو خیمے سے ماں نے تمہیں پکارا ہے
ستم کے تیر سے مشکیزہ چھیدنے والے
یہ تیر تو نے سکینہؑ کے دل پہ مارا ہے

شاہدؔ نقوی

کس کی ہمت تھی کہ اِس راہ گزر سے گزرے
مسکراتے ہوئے شبیرؑ جدھر سے گزرے

موت قدموں کے نشاں ڈھونڈ رہی ہے اب تک
کربلا والے خدا جانے کدھر سے گزرے

بچھڑ گیا تھا کہیں شبیرؑ کا قصہ شاید
ابھی روتے ہوئے کچھ لوگ اِدھر سے گزرے

ڈال دیجے رخِ اصغرؑ پہ عبا اے شبیرؑ
زخمِ گردن نہ کہیں ماں کی نظر سے گزرے

وہی کر سکتا ہے اندازۂ کربِ اکبرؑ
پیاس میں نوکِ سناں جس کے جگر سے گزرے

تھی یہ صغراؑ کی صدا خط مرا لیتا جائے
کربلا جاتے ہوئے جو بھی اِدھر سے گزرے

شاہدؔ نقوی

چھوڑتا نہیں ہم کو کربلا کا غم تنہا
ورنہ چل نہیں سکتے ہم تو دو قدم تنہا

شاہؑ کے عزادارو ، تم کو خوفِ محشر کیا
ضامنِ شفاعت ہے ایک اشکِ غم تنہا

پھر کوئی غمِ دنیا اُس کو چھُو نہیں سکتا
بخش دے جسے مالک ، کربلا کا غم تنہا

لُٹ چکے حرم شہؑ کے ، رات آگئی سَر پَر
اب تو چھوڑ دیں اِن کو بانیٔ ستم تنہا

وہ چلے حرم شہؑ کے ، ننگے سَر سُوئے کوفہ
آگے آگے اونٹوں کے اک اسیرِ غم تنہا

باندھ دے کوئی اِس میں ایک مشک چھوٹی سی
سُونا سُونا لگتا ہے پنجۂ عَلَم تنہا

(بشکریہ سلام خواں اشرف عباس و امتیاز رضا زیدی)

مولانا پروفیسر مرزا محمد اشفاق شوقؔ لکھنوی

خاک جو مرحب و عنتر کو چٹا دیتے ہیں
شیر کا جام بھی قاتل کو پلا دیتے ہیں

ہم ثنا کرتے ہیں جن کی ، ہیں کریم ابنِ کریم
حق پہ آنچ آتے ہی گھر اپنا لٹا دیتے ہیں

عزت و شہرت و اقبال و وقار و دولت
کیا کہوں اپنے غلاموں کو وہؑ کیا دیتے ہیں

جس کو ہوتا نہیں کچھ آیۂ تطہیر کا پاس
ہم اُسے مجلسِ سرورؑ سے اُٹھا دیتے ہیں

کوثر و جنت و طوبیٰ کی جسے ہوتی ہے فکر
درِ حیدرؑ کا پتہ اُس کو بتا دیتے ہیں

ظلم کے آگے جُھکاتے نہیں سر اہلِ یقیں
رہِ الفت میں گلا اپنا کٹا دیتے ہیں

قبر میں سوئیں گے آرام سے وہ اہلِ عزا
واحسیناؑ کی جو راتوں کو صدا دیتے ہیں

اہلِ محشر کی جھپک جاتی ہیں آنکھیں اے شوقؔ
حشر میں اشکِ عزا ایسی ضیاء دیتے ہیں

مثالی حسینؑ نے / سرفراز ابدؔ

دنیا جو دیکھی دِین سے خالی حسینؑ نے
بنیاد لا الٰہ کی ڈالی حسینؑ نے

جنت کی آرزو میں کہاں جارہے ہیں لوگ!؟
جنت تو کربلا میں منگالی حسینؑ نے

تختِ شہی کا تختہ اُسی وقت ہوگیا
جب مسندِ رسولؐ سنبھالی حسینؑ نے

اللہ کے نبیؐ کو میسر نہ ہوسکے
انصارؓ ایسے پائے مثالی حسینؑ نے

بیعت کے بھی سوال کا واضح دیا جواب
ہرگز کسی کی بات نہ ٹالی حسینؑ نے

باغِ ارم کی حُرؑ کو تو جاگیر بخش دی
کہتا ہے کون رکھ لیا مالی حسینؑ نے

فطرتؔ سے پوچھ لیجئے راہبؔ بھی ہے گواہ
چھوڑا نہ اک نشاں بھی سوالی حسینؑ نے

مقتل سے کیا اُٹھایا شبیہِ رسولؐ کو
لگتا ہے کائنات اُٹھالی حسینؑ نے

الف سے ی تک / سرفراز ابؔد

تیغِ حیدرؑ کی ہے یہ چال الف سے ی تک
کر گئی کفر کو پامال الف سے ی تک

بات رونے کی نہیں ہے ابھی روتے کیوں ہو
شبِ ہجرت کا سنو حال الف سے ی تک

مدحِ مولائے دو عالم کا ازل سے میں بھی
قاعدہ پڑھتا ہوں ہر سال الف سے ی تک

"نقطۂ با" سے یہ ثابت ہوا کُل قرآں میں
میرے مولاؑ کا ہے احوال الف سے ی تک

دیکھ کر حضرتِ عباسؑ کو سب کہتے تھے
یہ تو حیدرؑ کی ہے تمثال الف سے ی تک

صاف اصغرؑ کے تبسم میں نظر آتا ہے
شاہِؑ دیں آپ کا اجلال الف سے ی تک

آہ و زاری ہو کہ آنسو کہ نشاں ماتم کے
یہ شفاعت کا ہے سب مال الف سے ی تک

ابوطالبؑ سے **علیؑ** تک کی مسافت میں ابؔد
سب ہے اسلام کا احوال الف سے ی تک

علامہ عرفانؔ حیدر عابدیؒ

ٹھکرا کے تخت چل دیئے اِس بانکپن کے ساتھ
شاہی لپٹتی رہ گئی پائے حسنؑ کے ساتھ

لوگو امیرِ شام کجا اور حسنؑ کجا
بت کا مقابلہ نہ کرو بت شکن کے ساتھ

اسلام کی حیات کا عنوان بن گئے
چپکے ہوئے تھے دل کے جو ٹکڑے لگن کے ساتھ

امت نے خوب اجرِ رسالتؐ ادا کیا
باندھے گئے تھے بارہ گلے اِک رَسن کے ساتھ

یہ فاطمہؑ کے راج دُلاروں سے پوچھئے
اسلام زندہ رہتا ہے کس کس جتن کے ساتھ

سجادؑ بولے کیسے سکینہؑ کو غسل دوں
چپکا ہُوا ہے خوں بھرا کرتا بدن کے ساتھ

عرفاںؔ وہ در بدر کا بھکاری نہیں بنا
منسوب ہوگیا جو درِ پنجتنؑ کے ساتھ

(بشکریہ سوز خواں یاور عباس زیدی برادران و نقی حسین

ہمارے پاس / محشرؔ لکھنوی

کیا ہے بتائیں آپ کو کیا کیا ہمارے پاس
ہے حُبِّ پنجتنؑ کا خزانہ ہمارے پاس

عباسِؑ نامور سا ہے آقا ہمارے پاس
بیمارِؑ کربلا سا مسیحا ہمارے پاس

ہم لوگ فاطمہؑ کی دعاؤں کا ہیں اثر
ہے کس قدر بلند یہ رُتبہ ہمارے پاس

آلِ نبیؐ کا ذکر عبادت سے کم نہیں
فرشِ عزا ہے مثلِ مصلےٰ ہمارے پاس

صورت سے یہ زمانہ ہمیں دے گا کیا فریب
ہے سیرتِ حسینؑ کا نقشہ ہمارے پاس

ساحل سے آرہی ہے علمدار کی صدا
آجاؤ لے کے کوزہ سکینہؑ ہمارے پاس

محشرؔ ہمیں جہاں کی بلاؤں کا ڈر نہیں
نادِ علیؑ کا رہتا ہے پہرہ ہمارے پاس

(بشکریہ نوحہ خواں سیّد محمد نقی / الذوالفقار)

اشرفؔ جارچوی

آجاؤ امامت کی حسیں بارہ دری تک
پہنچو گے اِسی در سے خدا اور نبیؐ تک

دنیا تو خدا کہنے لگی مولا علیؑ کو
تم مولا کے مفہوم میں اُلجھے ہو ابھی تک

اللہ سلامت رکھے ہم اہلِ عزا کو
اے ہادیٔ دوراںؑ ، تِری آمد کی گھڑی تک

جب اشک مِری آنکھ سے نکلے تِرے غم میں
رومالِ بتولؑ آگیا اشکوں کی لڑی تک

طوفان ہو آندھی ہو اجل ہو کہ منافق
ہمت نہیں آجائے مِرے گھر کی گلی تک

ہر دور میں اِس گھر کے سخنور رہے اشرفؔ
جبریلِؑ خوش اطوار سے فرزندِ ولیؑ تک

سلام

زینبؑ کمالِ صانعِ قدرت کا نام ہے
زینبؑ جمالِ رُوئے مشیّت کا نام ہے
زینبؑ جلالِ صاحبِ غیرت کا نام ہے
زینبؑ مآلِ کارِ صداقت کا نام ہے
زینبؑ ہے نام عزمِ رسالت مآبؐ کا
زینبؑ ہے نام دبدبۂ بوترابؑ کا
زینبؑ شعورِ دین پناہی کا نام ہے
زینبؑ شعاعِ نورِ الٰہی کا نام ہے
زینبؑ یزیدیت کی تباہی کا نام ہے
زینبؑ حسینیت کی بقا ہی کا نام ہے
زینبؑ ہے نام عظمتِ آلِؑ رسولؐ کا
زینبؑ ہے جزو، دین کے اصلِ اصول کا
زینبؑ دلِ حبیبؐ الٰہی کا چین ہے
زینبؑ نظیرِ فاتحِؑ بدر و حنین ہے
زینبؑ جنابِ فاطمہؑ کی نورِ عین ہے
زینبؑ شریکِ کارِ امامِ حسینؑ ہے

زینبؑ حسینیت کی مکمل کتاب ہے

زینبؑ یزیدیت کا مدلل جواب ہے

زینبؑ ہے گُلستانِ سیادت کی پاسباں

زینبؑ ہے مصطفیٰؐ کی شریعت کی پاسباں

زینبؑ ہے کاروانِ ہدایت کی پاسباں

زینبؑ ہے ہر نبیؑ کی نُبوت کی پاسباں

زینبؑ کی والدہؑ ہے رسالتؐ کے ساتھ ساتھ

زینبؑ رہے گی زندہ امامت کے ساتھ ساتھ

(بشکریہ مصنف و محقق ایوب نقوی مصطفیٰ آبادی)

☆☆☆☆☆☆☆

کوثرؔ نقوی

کچھ بھی بجز آلِ پیمبرؐ نہیں دیکھا جاتا
اُنکے سائل سے کوئی دَر نہیں دیکھا جاتا
کیسے ہم دیکھ سکیں نقشِ کفِ پائے حسینؑ
ہم سے تو مہرِ منور نہیں دیکھا جاتا
عصرِ عاشور بھی شبیرؑ کا نعرہ ہے وہی
دیں ہو مشکل میں تو لشکر نہیں دیکھا جاتا
خَلق سے کہتا ہے مقتل میں یہ اندازِ حسینؑ
شوقِ سجدہ ہو تو خنجر نہیں دیکھا جاتا
بَرسرِ نیزہ یوں آنکھوں سے ہیں آنسو جاری
شہؑ سے زینبؑ کو کھلے سر نہیں دیکھا جاتا
جب سے تربت میں سُلا آئے ہیں اصغرؑ کو حسینؑ
ماں سے گہوارۂ اصغرؑ نہیں دیکھا جاتا

ثمرؔ ہوشنگ آبادیؒ

پیمبروںؑ کی زیارت نصیب ہوگی تمہیں
درِ حسینؑ پہ بیٹھو نظر جمائے ہوئے

(بشکریہ شاعرِ اہلبیتؑ قیصرؔ جعفری)

سلام / بشکریہ الحاج شبیر شاہ و انور نظام الدین

کھنچتی ہوئی زمیں پہ جو زنجیرِ پا چلی
لکھتی ہوئی مظالمِ جَور و جفا چلی

مُڑ مُڑ کے انبیاؑ کی نظر دیکھنے لگی
زینبؑ مقامِ صبر میں وہ راستہ چلی

فریاد کررہی تھی رَسن پیشِ کبریا
جب قید ہوکے ذرّیتِ مصطفیٰؐ چلی

جب حرملا نے تیر ، کماں سے رِہا کیا
ناوک کے ساتھ جانبِ اصغرؑ قضا چلی

دونوں کو پردہ پوشیٔ امت کا دھیان تھا
بھائی تھا بے کفن تو بہن بے ردا چلی

رودادِ کربلا کوئی زینبؑ سے پوچھ لے
کس کس کو ساتھ لائی تھی اور لے کے کیا چلی

اک دوپہر میں لُٹ گیا کنبہ بتولؑ کا
اے کربلا کے دشت یہ کیسی ہَوا چلی

جلتے ہوئے خیام وہ بیچارگی کی شام
عباسؑ تم کہاں ہو بہن بے ردا چلی

قمرؔ سہارنپوری

شاہِؑ دیں کا نام لیجے خندہ پیشانی کے ساتھ
کربلا کا ذکر کیجے اشک افشانی کے ساتھ

واقعاتِ کربلا کچھ اور اُبھریں گے ابھی
خونِ ناحق چُھپ نہیں سکتا ہے آسانی کے ساتھ

گردشِ دوراں کی زنجیریں ابھی کٹ جائینگی
یاعلیؑ کہہ کر تو دیکھو ، جوشِ ایمانی کے ساتھ

ہم غلامانِ علیؑ کو خوفِ محشر کس لئے
یا علیؑ کہہ کر گزر جائیں گے آسانی کے ساتھ

بھول سکتا ہی نہیں اسلام احسانِ حسینؑ
مٹ نہیں سکتا غمِ شبیرؑ آسانی کے ساتھ

مرحبا صبرِ حسینؑ ابنِ علیؑ صد مرحبا
دِل کے ٹکڑے کردیئے قربان آسانی کے ساتھ

ہر عمل شبیرؑ کا تفسیرِ قرآں بن گیا
ہر عمل مربوط تھا آیاتِ قرآنی کے ساتھ

مدحِ اہلبیتؑ کرنے کو تو کرتا ہے قمرؔ
علم و فن کے اعترافِ تنگ دامانی کے ساتھ

اخترؔ فتح پوری (گلدستۂ انوار)

کربلا والوں کے جیسے امتحاں ہوتے نہیں
اِس قدر ظلم و ستم اے آسماں ہوتے نہیں

یاد آتا ہے ہمیں کرب و بلا کا سانحہ
بے سبب ہم رات دن وقفِ فغاں ہوتے نہیں

جان دے دی شہؑ نے لیکن بیعتِ فاسق نہ کی
دین کے شبیرؑ جیسے پاسباں ہوتے نہیں

کربلا جنت نشاں شبیرؑ کے دم سے ہوئی
ریت کے میداں وگرنہ گُلستاں ہوتے نہیں

بخش دے حرؑ کی خطائیں تحفۂ جنت بھی دے
حضرتِ شبیرؑ جیسے میزباں ہوتے نہیں

بھر لیا مشکیزہ منہ کو پھیر کر عباسؑ نے
پیاس میں ایسے وفا کے پاسباں ہوتے نہیں

شمر سے کہتا کوئی عابدؑ کو مت بیڑی پہنا
بستۂ زنجیر ایسے ناتواں ہوتے نہیں

یوں ضعیفی میں جواں ہوکر لڑے مثلِ حبیبؑ
ایسے تو عہدِ جوانی میں جواں ہوتے نہیں

ریحانؔ اعظمی

کھلی ہے تشنہ لبی کی کتاب پانی میں
وفا دِکھا گئی خیبر کا باب پانی میں

جمالِ حضرتِ عباسؑ ، تیغ و مشک و عَلَم
چمک رہے ہیں کئی آفتاب پانی میں

سوار پیاسا رہا ، راہوار پیاسا رہا
اگرچہ ڈوب چکی تھی رکاب پانی میں

پِلا پِلا کے شہیدوں کے نام پر پانی
نکالی خوب یہ راہِ ثواب پانی میں

اِدھر سبیل لگائی اُدھر مہکنے لگے
غمِ حسینؑ کے تازہ گلاب پانی میں

اگر حسینؑ نہ ہوتے تو مِل گیا ہوتا
تمام کارِ رسالت مآبؐ پانی میں

ٹپکنے لگتا ہے دل خون ہو کے آنکھوں سے
نجانے دیکھتی کیا ہیں ربابؑ پانی میں

عجب شہادتِ شبیرؑ کا ہے پس منظر
سوال دشت میں دیکھا جواب پانی میں

لبِ سکینہؑ سے جو پیاس بَن کے اُبھرا تھا
سمٹ کے آگیا وہ اضطراب پانی میں
لگا کے بندشِ آبِ رواں شہِؑ دیں پر
عدو کی ہوگئی مٹی خراب پانی میں
بجز شجاعتِ عباسِؑ نامور ریحاںؔ
لکھا ہے کس نے وفا کا نصاب پانی میں

سلام / بشکریہ سوز خواں زوّار حسین

مجرئی کہتے تھے شہؑ کچھ نہیں پروا مجھ کو
نہیں دیتے تو نہ دیں پانی یہ اعدا مجھ کو
کہتا تھا حُرِؑ دلاور کہ خوشا میرا نصیب
مل گیا حضرتِ شبیرؑ سا آقا مجھ کو
صغراؑ ، اکبرؑ سے یہ کہتی تھی کہ وعدہ کرلو
لینے کب آؤ گے واری گئی بھیا مجھ کو
شب کو جب کان میں آئی کسی بچے کی صدا
بولی بانوؑ مرے اصغرؑ نے پکارا مجھ کو

مجرئی کہتے ہیں / ریحانؔ اعظمی

مجرئی کہتے ہیں شبیرؑ کا شیدا مجھ کو
حشر کی دھوپ کا پھر کیا رہا خطرہ مجھ کو

کہتی تھی عونؑ و محمدؑ سے یہ بنتِ زہراؑ
پی لیا پانی تو دِکھلانا نہ چہرہ مجھ کو

بولے عباسؑ کہ شرمندہ ہوں بچوں سے بہت
جانبِ خیمہ نہ لے جایئے آقا مجھ کو

لاشِ اکبرؑ پہ یہ فرماتے تھے رو کر شبیرؑ
زخم دِکھلاتے ہو دِکھلانا تھا سہرا مجھ کو

بانوؑ کہتی تھیں مِری سانس رُکی جاتی ہے
مار ڈالے گا یہ ٹھہرا ہُوا جھولا مجھ کو

قید خانے میں سکینہؑ کا بیاں تھا بابا
آیئے ڈستا ہے زنداں کا اندھیرا مجھ کو

آکے روضے پہ محمدؐ کے پکاریں زینبؑ
دَر بدر آپ کی اُمت نے پھرایا مجھ کو

(بشکریہ سوز خواں وقار حسین و نقی برادران)

سید عقیلؔ عباس جعفری

چلی ہے رسمِ صداقت حسینؑ کے گھر سے
جہاں نے پائی یہ دولت حسینؑ کے گھر سے

قیامِ حق کیلئے جان تک لٹا دینا
پڑی ہے یہ بھی روایت حسینؑ کے گھر سے

جو تجھ کو ناز ہے اسلام پر تو سُن واعظ
تجھے ملی ہے یہ نعمت حسینؑ کے گھر سے

جنابِ حُرؑ ہی نہیں ہم نے کتنے لوگوں کی
بدلتی دیکھی ہے قسمت حسینؑ کے گھر سے

یزید کیا ترے اجداد نے بتایا نہ تھا
عبث ہے خواہشِ بیعت حسینؑ کے گھر سے

میں حُرؑ کی طرح گھرا ہوں یزیدیوں میں عقیلؔ
پہ میں بھی رکھتا ہوں نسبت حسینؑ کے گھر سے

(بشکریہ سوز خوانِ اہلبیتؑ محترمہ حاجیانی انیس فاطمہ زیدی)

سید عقیلؔ عباس جعفری

کہاں وہ فکر دنیا کوئی دامن گیر رکھتے ہیں
کہ اپنے ہاتھ میں جو دامنِ شبیرؑ رکھتے ہیں

شبِ عاشور یہ بجھتے چراغوں سے ہُوا روشن
اندھیرے میں بھی کچھ چہرے عجب تنویر رکھتے ہیں

نظر آتی نہیں لیکن رگ و پے میں اُترتی ہے
عجب تلوار ہے جو اصغرؑ بے شیر رکھتے ہیں

اُنہیں بے مقنع و چادر کرے گا کیا بھلا کوئی
جو سَر پر سائبانِ چادرِ تطہیر رکھتے ہیں

زمینِ حضرتِ مونسؔ میں رکھا ہے قدم لیکن
نہ منصب سے غرض نہ خواہشِ جاگیر رکھتے ہیں

(بشکریہ سوز خواں آدابِ زہراؑ (مونا) بیگم سیّد عاقل حسین)

کربلا و شام و کوفہ جارہے ہیں آج بھی
روزِ عاشورہ جنہیں شبیرؑ نے آواز دی

(شاعرِ اہلبیتؑ سیّد سردار حسین زیدی مرحوم)

ظفر عباس ظفرؔ

حسینؑ کرب و بلا کو بَسا کے سوئے ہیں
مدینہ چھوڑ کے جنگل میں آ کے سوئے ہیں

اُسی کے واسطے مانگی تھی مہلتِ یک شب
حسینؑ حرؑ کا مقدر جگا کے سوئے ہیں

جو ساتھ لے کے گئے داغِ ماتمِ شبیرؑ
چراغ اپنی لحد میں جلا کے سوئے ہیں

سکینہؑ پاس نہ جھولا نہ گود مادر کی
کہاں پہ اصغرِؑ نادان جا کے سوئے ہیں

زبانِ خشک سے مانگا تھا پیاس میں پانی
ملا ہے تیر مگر مسکرا کے سوئے ہیں

اُٹھا نہ زوجۂ حرؑ اِن یتیم بچوں کو
طمانچے شمر کے معصوم کھا کے سوئے ہیں

لحد بھی تر نہ ہوئی ہائے بے کسیٔ حسینؑ
پسر کی لاش پہ آنسو بہا کے سوئے ہیں

(بشکریہ سوز خواں سیّد عزادار حسین کاظمی)

سہیلؔ شاہ

یہ ماتم کی صدا زندہ رکھے گی
ہمیں کرب و بلا زندہ رکھے گی
عَلَم کے سائے میں آجا کہ تجھ کو
پھریرے کی ہَوا زندہ رکھے گی
علیؑ کے عشق میں مرجائے جو بھی
اُسے اُس کی قضا زندہ رکھے گی
عزا شبیرؑ کی مرنے نہ دے گی
دعائے سیّدہؑ زندہ رکھے گی
میں دُنیا سے چلا جاؤں گا لیکن
مجھے شہؑ کی عزا زندہ رکھے گی
ہمیشہ قید خانے کی فضا کو
سکینہؑ کی بکا زندہ رکھے گی
سہیلؔ اپنے کفن میں ساتھ لے جا
تجھے خاکِ شفا زندہ رکھے گی

(بشکریہ سلام خواں انیس حیدر نقوی)

کربلا کی شیر دل خاتونؑ / مولانا عرشیؔ اعظم گڑھی

کربلا کی شیر دِل خاتون زینبؑ السلام
السلام اے ثانی زہراؑ ئے خوشخو نیک نام

در بدر کی ٹھوکریں اور وہ مصائب الاماں!
اور گئیں تم کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے شام

شام کے بازار میں پہنچا جو لُٹ کر قافلہ
کیا قیامت تھی تماشہ دیکھتے تھے خاص و عام

چھن گئی سر سے رِدا بازو بندھے اور اُف نہ کی
صبر و ضبطِ زینبؑ دلگیر کا ہے کیا مقام

اے شریکِ کارِ حق اے حامیٔ دینِ نبیؐ
اے محمدؐ کی نواسی تجھ پہ ہوں لاکھوں سلام

کس طرح تیرے مصائب کا بیاں عرشیؔ سے ہو
جب جگر پھٹتا ہو اِن اذکار سے اے نیک نام

(بشکریہ سلام خواں سیّد باقر حسین اعظمی)

شہرہ علی اکبرؑ کا / شاعر و سوز خواں کاشفؔ زیدی

ہر سمت جہاں میں ہے شہرہ ، علی اکبرؑ کا
رُتبہ ہے خلائق میں اعلیٰ ، علی اکبرؑ کا

شبیرؑ جُھلاتے تھے عباسؑ کے جھولے کو
عباسؑ جھلاتے ہیں ، جھولا علی اکبرؑ کا

ہمشکلِ پیمبرؐ کے ، نیزہ نہ لگا ظالم
ہے پھول سے بھی خوش تر ، سینہ علی اکبرؑ کا

سَرورؑ نے سِناں کھینچی جب سینۂ اکبرؑ سے
تو ساتھ کلیجہ بھی آیا علی اکبرؑ کا

فریاد تھی سَرورؑ کی ، امداد کرو بابا
اُٹھتا نہیں بیٹے سے لاشہ علی اکبرؑ کا

پوچھا گیا جب شہؑ سے کیوں خم ہے کمر مولا
فرمایا اُٹھایا تھا لاشہ علی اکبرؑ کا

کونین کی شہزادی دیتی ہے دُعا کاشفؔ
زینبؑ کو جو دیتا ہے پُرسہ علی اکبرؑ کا

سلام

اہلِ کوفہ نے دغا مسلمؑ سے بے تقصیر کی
خود لکھا بیعت کریں گے حضرتِ شبیرؑ کی

کس قدر یہ ظلم تھا دینِ پیمبرؐ کے خلاف
ایک بیکس پر چڑھائی لشکرِ بے پیر کی

زخم کھاتے جاتے تھے اور کرتے جاتے تھے دعا
خیر ہو اے مالکِ کون و مکاں شبیرؑ کی

بعدِ قتلِ حضرتِ مسلمؑ ہر اک بے دین نے
جتنی ممکن تھی ہتک آمیز وہ تدبیر کی

در پہ لٹکایا سرِ مسلمؑ تماشے کیلئے
لاش کھینچی ہر گلی کوچے میں بے تقصیر کی

(بشکریہ سوز خوان عارف حسین و اطہر جعفری)

مرثیے

☆ اگر اختصار مقصود ہو تو ایسے بند چھوڑے جاسکتے ہیں کہ جن پر x کا نشان بنا ہوا ہے۔

☆ اگر مختصر مرثیہ پڑھنا ہو تو وہاں پر ختم کردیں جہاں مطلع / مصرعۂ اولیٰ کے بعد .....﴿﴿﴿﴿﴿ کا نشان بنا ہوا ہے۔ تاہم اگر مرثیے کو طول دینا ہو تو اس نشان کو نظر انداز کرکے مرثیے کو آخر / اختتام تک پڑھا جائے۔ گویا اس نشان کا مطلب یہ ہے کہ حسبِ ضرورت اس مقام پر مرثیہ ختم کردیں یا آگے بڑھ جائیں۔

☆ "اور" جہاں کھینچ کر پڑھنا ہے وہاں مدکی علامت ~ اور جہاں و کے بغیر یعنی مختصر پڑھنا ہے وہاں ساکن "۸" کی علامت موجود ہے۔

ترتیب	مصرعۂ اولیٰ	موضوع	Page
1	گھر سے جب بہرِ سفر سیّد عالم نکلے	روانگی از مدینہ	231
2	جاتی ہے بیمار آج مدینے کے چمن سے	ایضاً	235
3	جب چلے یثرب سے سبطِ مصطفیٰؐ سوئے عراق	ایضاً	240
4	جب ہوا یوسفِ زہراؑ کا سفر یثرب سے	ایضاً	244
5	پہلی منزل جو مدینے سے ہوئی سرور کو	ایضاً	248
6	اس درجہ بے قرار تھے سلطانِ بحر و بر	ایضاً	252
7	مضطر تھے شبِ ہشتمِ ذی الحجہ کو شبیرؑ	روانگی از مکہ	255
8	وطن سے چھٹکے کوئی خستہ جاں شہید نہ ہو	شہادت حضرت مسلمؑ	259
9	انساں کیلئے موت ہے غم بے وطنی کا	ایضاً	263
10	کوفے میں داخلہ ہے سفیرِ امام کا	ایضاً	267
11	شہؑ نے جب چاند محرم کا سفر میں دیکھا	رویتِ ہلال محرم	270
12	اے اہلِ عزا پھر الم و غم کے دن آئے	آمدِ ایامِ عزا	273
13	حضرت کو ہوا ماہِ محرم جو سفر میں	احوالِ جنابِ صغراؑ	276
14	جس گھڑی نہر پہ خیمے شہِ والا کے ہوئے	ورودِ کربلا	279
15	ہفتم ماہِ محرم کی ہوئی جبکہ سحر	محصوری سے رخصت تک	281
16	جس دم سنی امامِ اُمم نے صدائے حرؑ	شہادتِ حضرتِ حرؑ	284
17	باقی جو رفیقِ شہِ دیں رہ گئے دو چار	شہادتِ حضرتِ حبیبؑ	287
18	ہفتم سے تا دہم جو ہوا قافلے کا حال	احوالِ اعزہ، احبا و علی اصغرؑ	290

نمبر	مصرعۂ اولیٰ	موضوع	Page
19	مسلمؑ کے لال جبکہ شہیدِ جفا ہوئے	رخصتِ عونؑ و محمدؑ	294
20	رنمیں زینبؑ کی جو آغوش کے پالے آئے	شہادتِ عونؑ و محمدؑ	299
21	جب زخم کھا کے بنتِ علیؑ کے پسر گرے	ایضاً	303
22	زینبؑ جو ننگے پاؤں کھڑی تھی قریبِ در	ایضاً	306
23	رخصت ہُوا حسینؑ سے جب نوجواں پسر	شہادتِ حضرت علی اکبرؑ	309
24	اکبرؑ کی لاش جبکہ نہ پائی حسینؑ نے	ایضاً	312
25	پہنچے پسر کی لاش پہ جب شاہِ بحر و بر	لاشِ اکبرؑ در خیمہ	314
26	چھٹا جو شاہ سے پیری میں نوجواں فرزند	شہادت حضرت علی اکبرؑ	316
27	جب دلبرِ زہراؑ کی شہادت کا دن آیا	ایضاً	320
28	لاش اکبرؑ کی جو مقتل سے اُٹھالائے حسینؑ	ایضاً	325
29	پھری جو مومنورن سے سواری اکبرؑ کی	لاشِ اکبرؑ درِ خیمہ	328
30	جب لاشۂ پسر کو اُٹھایا حسینؑ نے	ایضاً	331
31	پہنچا جو رن میں شبر ذی جاہ کا پسر	شہادتِ حضرتِ قاسمؑ	334
32	گھوڑے سے جبکہ قاسمِ گلگوں قبا گرا	ایضاً	337
33	قریبِ لاشۂ قاسمؑ جو پہنچے سرورِ دیں	ایضاً	340
34	مشک بھر کر سوئے خیمہ جو علمدار چلے	شہادتِ حضرتِ عباسؑ	343
35	جب ہوئے بازوئے عباسؑ قلم دریا پر	ایضاً	347
36	تیغ کا وار جو عباسؑ کے شانے پہ لگا	ایضاً	349
37	جب زانوئے حسینؑ پہ عباسؑ مر گئے	ایضاً	352

نمبر	مصرعہ اولیٰ	موضوع	Page
38	شبیرؑ جبکہ رن سے چلے سوئے خیمہ گاہ	پرسۂ شہادتِ حضرت عباسؑ	355
39	لکھا ہے جب کوئی حامی نہ شاہ دیں کا رہا	رخصت و شہادتِ علی اصغرؑ	357
40	مومنو بے کس و بے یار ہے مظلوم حسینؑ	قاسمؑ و عباسؑ و اکبرؑ کا پرسہ	361
41	ریتی پہ برچھی کھائے پڑا تھا جو نورِ عین	رخصت و شہادتِ علی اصغرؑ	364
42	گہوارے سے حسینؑ جو اصغرؑ کو لے چلے	ایضاً	368
43	پہنچے جو قتل گاہ میں شاہِ فلک جناب	ایضاً	371
44	بانوؑ پچھلے پہر اصغرؑ کیلئے روتی ہے	ایضاً	374
45	امامِ پاک کو جب اشقیاء نے گھیر لیا	احوالِ شبِ عاشور	377
46	کتب میں ہے شبِ عاشور کا یہ حال لکھا	ایضاً	380
47	لکھا ہے جب شبِ عاشور گزری ایک پہر	ایضاً	384
48	کوفے کو چلا قاصد صغرؑ اجو وطن سے	آمدِ قاصدِ صغرؑ اور کربلا	388
49	امتحاں گاہ میں پہنچے جو شہِ جن و بشر	ایضاً	391
50	عباسؑ کو حسینؑ جو دریا پہ رو چکے	شہادتِ امام حسینؑ	393
51	جب رن میں سبطِ احمدِ مختار گھر گیا	بوقتِ عصر اک مسافر کا آنا	397
52	جب قتل رن میں ہو چکا لشکر حسینؑ کا	عصرِ عاشور	402
53	جب آخری سلام کو خیمے میں آئے شاہ	رخصتِ امام حسینؑ	405
54	جب ماریہ کے دشت میں وارد ہوا زعفرؑ	ورودِ زعفرؑ جن در کربلا	408
55	جب کربلا میں شاہ کا لشکر ہوا شہید	ایضاً	412
56	جب ہوئی ظہر تلک قتل سپاہِ شبیرؑ	امام کا خدا سے مکالمۂ شکر	416

نمبر	مصرعہ اولیٰ	موضوع	Page
57	جب خاتمہ بخیر ہوا فوجِ شاہ کا	رخصتِ آخر	419
58	جس دم نگینِ خاتم پیغمبراں گرا	شہادتِ امام حسینؑ	424
59	پیاسا ہے کئی دن سے یداللہ کا جانی	امام کا ذوالجناح سے کلام	428
60	لوٹا گیا جو آلِ محمدؐ کا کارواں	بعدِ قتلِ شاہ	431
61	غارتِ خیمۂ سرورؑ کو جب آئے اعدا	تاراجیٔ خیام	436
62	جب رخصتِ حسینؑ کا ہنگام آگیا	فریادِ زینبؑ عصرِ عاشور	441
63	جو کربلا میں ہوئی شاہ پر جفا سنیے	قبضِ روحِ امامِ حسینؑ	445
64	جب رن میں قتل فوجِ شہِ کربلا ہوئی	تاراجیٔ خیام و فریادِ زینبؑ	449
65	جب رن میں بعدِ شامِ غریباں سحر ہوئی	ایضاً	454
66	جب گل چراغِ ترتِ خیر الورا ہوا	تاراجیٔ خیام و شامِ غریباں	457
67	نمودِ شامِ غریباں ہجومِ آفت ہے	شامِ غریباں آمدِ مولا علیؑ	462
68	شامی جو شمعِ دینِ الٰہی بجھا چکے	تاراجیٔ خیام و اسیریٔ اہلِ حرم	465
69	آج مقتل میں عجب بیس و ساماں ہیں حرم	شامِ غریباں	468
70	لکھتے ہیں راویانِ جگر سوز یہ کلام	ایضاً	473
71	کربلا میں شہ والا کے حرم لٹتے ہیں	تاراجیٔ خیام	478
72	جبکہ پابہ سلاسل ہوئے بولے سجادؑ	اسیری و روانگی از کربلا	481
73	جب کربلا میں عترتِ اطہار لٹ گئی	ایضاً	483
74	جب لٹ کے کربلا سے اسیرِ ستم چلے	ایضاً	486

نمبر	مصرعہ اولیٰ	موضوع	Page
75	یوں رقم کرتا ہے اک راوی مغموم و فگار	احوالِ بازارِ کوفہ	489
76	دیارِ کوفہ میں جب آلِ مصطفیٰ آئی	مکالمۂ امام حسینؑ و زینبؑ	492
77	جب حرم قلعۂ شیریںؒ کے برابر آئے	اشتیاق و فریادِ شیریںؒ	497
78	جب کہ شیریںؒ نے سنا سیّد والا آئے	احوالِ شیریںؒ	501
79	آمد آمد حرم شاہ کی دربار میں ہے	دربارِ شام	507
80	جبکہ دربار میں ناموسِ پیمبرؐ آئے	سرِ امام در آغوشِ سکینہؑ	512
81	غل ہے دربار میں ناموسِ پیمبرؐ آئے	آمدِ ہند دربار میں	515
82	آمد ہے اہلبیتِ پیمبر کی شام میں	بازار و دربارِ شام و سکینہؑ	520
83	یا علیؑ آیئے زنداں میں حرم روتے ہیں	احوالِ قید خانۂ شام	524
84	سر اپنا پیٹ کے فضہؑ سے ہندؒ نے پوچھا	قید خانہ میں آمدِ ہندؒ	526
85	قید خانے سے جو نزدیک تھا حاکم کا محل	ایضاً	529
86	عابدؑ کو جب یزید سے بلا کا سر ملا	احوالِ دربارِ شام	532
87	پہنچی جو قید خانے میں ہندِؒ نکو سیر	مکالمۂ سیدِ سجادؑ و ہندؒ	534
88	قید خانے میں تلاطم ہے کہ ہندؒ آتی ہے	ایضاً	538
89	قید خانے میں سکینہؑ کو جو لائی تقدیر	احوالِ جنابِ سکینہؑ	542
90	سرِ حسینؑ جو زندانِ شام میں آیا	شہادتِ جنابِ سکینہؑ	546
91	سکینہؑ شام کے زنداں میں تھی الم سے نڈھال	ایضاً	549
92	زنداں میں جبکہ دخترِ شبیرؑ مر گئی	ایضاً	552

نمبر	مصرعہ اولیٰ	موضوع	Page
93	سر جو شبیرؑ کا زندان میں لائے خدام	احوال و شہادتِ جنابِ سکینہؑ	555
94	جب قید سے اسیر رہا ہو گئے تمام	رہائی اہلبیتؑ	559
95	حسینؑ بے کس و بے پر کا آج چہلم ہے	چہلم شہدائے کربلا	562
96	چہلم جو کربلا میں بہتر کا ہو چکا	چہلم شہدائے کربلا	564
97	شام سے جب اہلبیتؑ باسرِ عریاں چلے	رہائی و چہلم شہدائے کربلا	567
98	پہنچے اسیر شام سے چھٹ کر جو کربلا	قبور شہداء پر المجرم کے بین	570
99	جب چھٹکے قیدِ شام سے سجادؑ گھر چلے	یادِ اقرباء	573
100	چھٹ کر جب آیا شام سے کنبہ رسولؐ کا	واپسیٔ مدینہ	576
101	جب آفتوں کے گرفتار قید سے چھوٹے	رہائی اہلبیتؑ	581
102	وطن میں جب حرمِ شاہِ نامدار آئے	واپسیٔ مدینہ	584
103	یثرب سے کربلا کے مسافر قریب ہیں	ایضاً	586
104	لکھا ہے چھوٹکے یثرب میں جب حرم آئے	ایضاً	589
105	مالکِ سلطلتِ کوفہ جو مختار ہوئے	رودادِ مظالم	592
106	حسینؑ سبطِ رسولِ زمن سلام علیک	الوداع و سلامِ رخصت	596
107	واحسرتا کہ شاہ کا ماتم ہوا تمام	ایضاً	600
108	ہاں دوستو کمی نہ ہو اب شور و شین میں	ایضاً	603
☆☆	☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆	☆☆☆☆☆☆☆☆	
109	ماں کا جو سایہ فاطمہؑ کے سر سے اُٹھ گیا	رحلتِ حضرتِ خدیجہؑ	606

نمبر	مصرعہ اولیٰ	موضوع	Page
110	آیا بہت قریب نبیؐ کا دمِ وصال	رحلتِ رسولؐ خدا	609
111	بیمار جب کہ احمدِ مختار ہو گئے	رحلتِ رسولِؐ خدا	611
112	اے اہلِ بیت رؤو کہ یہ فصلِ عزا ہے	ایضاً	615
113	تھا یاد میں نبیؐ کی جو زہراؑ کا غیر حال	بعدِ رسولؐ خدا تا رحلتِ سیدہؑ	618
114	بلا کو روتے روتے جو زہراؑ گزر گئی	شہادتِ جنابِ سیدہؑ	622
115	جب خلق سے وقت سفرِ فاطمہؑ آیا	ایضاً	626
116	راوی بیان کرتا ہے زہراؑ کا ماجرا	ایضاً	629
117	دنیا سے جب گزر گئیں زہراؑ جگر فگار	ایضاً	631
118	دنیا سے آج رحلتِ بنتِ رسولؐ ہے	ایضاً	633
119	زخمی ہوئے جو حیدرِؑ صفدر نماز میں	ضربت بر فرقِ مولا علیؑ	636
120	اکیسویں کی رات قیامت کی رات تھی	شہادتِ امیر المومنینؑ	640
121	اے روزہ دارو آہ و بکا کے یہ روز ہیں	شہادتِ امیر المومنینؑ	644
122	کیا سبطِ مصطفیٰؐ کی شہادت کی رات تھی	شہادتِ امام حسنؑ	647
123	شربتِ تلخ سے شبرؑ نے وہ کلفت پائی	ایضاً	650
124	جس دم حسنؑ کا زہر سے ٹکڑے جگر ہوا	ایضاً	654
125	زہرِ دغا سے غیر جو حالِ حسنؑ ہوا	ایضاً	657
126	کفن پنہا کے جو شبرؑ کو لے چلے شبیرؑ	ایضاً	662
127	ہاں دوستو یہ وقت ہے اندوہ و محن کا	ایضاً	664

نمبر	مصرعہ اولیٰ	موضوع	Page
128	دشمن معاویہ ہوا شاہِ حسنؑ کا جب	شہادتِ امام حسنؑ	667
129	پڑا ہے غش میں حسینؑ غریب کا جانی	شہادتِ سیدِ سجادؑ	672
130	جب عابدؑ بیکس کو پیامِ اجل آیا	ایضاً	675
131	بال بکھرا دیں غلامانِ رسولِؐ دو جہاں	شہادتِ امام محمد باقرؑ	678
132	حشر برپا ہے مدینے میں قیامت ہے قریب	ایضاً	682
133	قولِ صادق ہے سنیں دلسے غلامانِ حسینؑ	شہادتِ امامِ جعفرِ صادقؑ	685
134	قتلِ کاظمؑ کا دیا حکم جو عباسی نے	شہادتِ امام موسیٰ کاظمؑ	689
135	وارثِ صابر و شاکر تھے جو راضی بہ رضا	شہادت امام علی رضاؑ	694
136	تھا وہی عالم غربت میں رضا کا عالم	ایضاً	697
137	قید میں مولا تقیؑ شام و سحر رہتے تھے	شہادتِ امام محمد تقیؑ	699
138	قید ہو کر جو چلے شہر مدینہ سے تقیؑ	ایضاً	702
139	کونسا ظلم تھا جو مولا تقیؑ نے نہ سہا	شہادتِ امام علی نقیؑ	707
140	معتمد کا تھا زمانہ کہ ہوا ظلم یہ آہ	شہادتِ امام حسن عسکریؑ	713
141	جب زہر سے شہید ہوئے گیارھویں امامؑ	ایضاً	710
142	چھٹ کر پدر سے بیکس و تنہا تھے عسکریؑ	ایضاً	716
143	اے صاحبؑ الزماں یہ زمانہ الم کا ہے	امامِؑ زمانہ اور کربلا	719
144	سجادؑ جب دوبارہ اسیرِ جفا ہوئے	شہادتِ جنابِ زینبؑ	722
145	جب کربلا سے لٹکے وطن کو حرم پھرے	رحلتِ جنابِ ربابؑ	727
146	مختار قیدِ کوفہ سے جب ہو گئے رہا	ایضاً	730

گھر سے جب بہرِ سفر سیدؑ عالم نکلے

گھر سے جب بہرِ سفر سیدؑ عالم نکلے
سَر جُھکائے ہوئے بادیدۂ پُرنم نکلے
خویش و فرزند پَرے باندھ کے باہم نکلے
روکے فرمایا کہ اِس شہر سے اب ہم نکلے
رات سے گریۂ زہراؑ کی صدا آتی ہے
دیکھیں قسمت ہمیں کس دشت میں لیجاتی ہے

رُخ کیا شہؑ نے سُوئے قبرِ شہنشاہِؐ اَنام
بہرِ تسلیم جُھکے متّصلِ بابِ سلام
اِذن پا کر جو گئے قبر کے نزدیک امام
عرض کی آیا ہے آج آخری رخصت کو غلام
یہ مکاں ہم سے اب اے شاہِؑ زمن چُھٹتا ہے
آج حضرتؐ کے نواسے سے وطن چُھٹتا ہے

چَین سے سب ہیں گھروں میں مجھے ملتا نہیں چَین
سخت آفت میں ہے اب آپ کا یہ نورُالعین
ٹکڑے دل ہوتا ہے جب رو کے حرم کرتے ہیں بَین
ننھے بچوں کو بھلا لے کے کدھر جائے حسینؑ

شہر میں چین نہ جنگل میں اماں ملتی ہے
دیکھئے قبر مسافر کو کہاں ملتی ہے

یہ وہ دِن ہیں کہ پرندے بھی نہیں چھوڑتے گھر
مجھ کو درپیش ہے اِن روزوں میں آفت کا سفر
ساتھ بچوں کا ہے اے بادشہِ جنّ و بشر
ہے کہیں قتل کا ساماں کہیں لُٹ جانے کا ڈر

تنگ جینے سے ہوں پاس اپنے بُلالو نانا
اپنی تربت میں نواسے کو چُھپالو نانا

یہ بیاں کر کے جو تعویز سے لپٹے سرورؑ
یوں ہِلی قبر کہ تھرائی ضریحِ انور
آئی تربت سے یہ آوازِ حبیبؐ داور
تیری غربت کے میں صدقے مِرے مظلوم پسر
کوئی سمجھا نہ مِری گود کا پالا تجھ کو
ہائے اعدا نے مدینے سے نکالا تجھ کو

گھر سے جب بہرِ سفر سیدِ عالم نکلے

کئی دن سے تِری مادر کو نہیں قبر میں چین
آئی تھی شب کو مِرے پاس یہ کرتی ہوئی بَین
گھر مِرا لُٹتا ہے فریاد رسولِ الثقلینؐ
صبح کو اپنا وطن چھوڑ کے جاتا ہے حسینؑ
کہنے آئی ہوں کہ منہ قبر سے موڑوں گی میں
اپنے بچے کو اکیلا تو نہ چھوڑوں گی میں

شہؑ پکارے کہ خدا حافظ و ناصر آمّاں
آپ سے ہوتا ہے رخصت یہ مسافر اماں
مدتِ زیست کوئی دَم میں ہے آخر اماں
اب نہیں آس کہ آنا ہو یہاں پھر اماں
سمجھے تھے ہم لحدیں ایک ہی جا ہوویں گی
کیا قیامت ہے کہ قبریں بھی جدا ہوویں گی

یہ بیاں کر کے چلے واں سے شہِؑ کون ومکاں
بے کسی چہرے پہ چھائی تھی تو آنسو تھے رواں
لوگ سَر پیٹ کے اُس دَم ہوئے یوں گریہ کُناں
پیچھے تابوت کے جس طرح سے ہو شورِ فُغاں
غل تھا اے سیدِ ذی جاہ ، خدا کو سونپا
اے مدینے کے شہنشاہ ، خدا کو سونپا

گھر سے جب بہرِ سفر سیدِ عالم نکلے

جاتی ہے بہار آج مدینے کے چمن سے

جاتی ہے بہار آج مدینے کے چمن سے
ہے بُغض لعینوں کو شہنشاہِؐ زَمن سے
تنگ آئے ہیں شبیرؑ اب اعدا کے چلن سے
کرتے ہیں بیاباں کی طرف کوچ وطن سے
فرماتے ہیں یہ منزلِ آخر کا سفر ہے
مدفون مسافر ہوں کہاں ، کس کو خبر ہے

×

اب میں رہِ معبود میں گھر چھوڑ رہا ہوں
آرام گہہِ خیرِؐ بشر چھوڑ رہا ہوں
صغراؑ کو بھی بادیدۂ تَر چھوڑ رہا ہوں
ہر چند ہے بیمار مگر چھوڑ رہا ہوں
احباب کی فرقت کا قلق ساتھ ہے میرے
لیکن یہ مسرت ہے کہ حق ساتھ ہے میرے

فرمایا یہ رُخ کرکے سُوئے قبرِ پیمبرؐ
ناناؐ مجھے روضے سے چُھڑاتے ہیں ستم گر
رہ رہ کے یہی سوچتا ہوں بادِلِ مضطر
ایسا نہ ہو کٹ جائے مدینے میں مِرا سَر
خوں میرا مدینے میں جو بہہ جائے گا ناناؐ
اِس شہر کی توقیر میں فرق آئے گا ناناؐ

پھِر سُوئے بقیعہ رُخِ پُر نُور پھِرایا
اشک آنکھوں سے بہنے لگے دل غم سے بھر آیا
مجرے کے لئے سَر بہ ادب اپنا جُھکایا
رو رو کے یہ خاتونِ قیامت کو سُنایا
اماں ترا گھر ہوتا ہے برباد خبر لے
سَر پیٹتی ہے زینبؑ ناشاد خبر لے

اَمّاں جسے تُو نے تھا بڑے ناز سے پالا
اعدا نے اُسے آج مصیبت میں ہے ڈالا
ہوتا ہے جُدا تجھ سے ترا مَنّتوں والا
اب کون کرے گا ترے مدفن پہ اُجالا
جنگل میں جو گھر جاؤں خبر لینے کو آنا
خنجر کے تلے گود میں سَر لینے کو آنا

تھرا کے پھر آواز یہ دی روحِ حسنؑ کو
بھائی نہ بُھلا دینا محبت کے چلن کو
جنگل سے چلا جاؤں جو میں نہرِ لبن کو
اعدا سے بچا لینا ذرا آکے بہن کو
اماں نے بہت چُومے ہیں ہمشیر کے بازو
باندھے نہ کوئی زینبِؑ دِل گیر کے بازو

سُن کر یہ سخن کانپ گئی زینبِؑ مضطر
فرمایا یہ کیا کہہ رہے ہیں سبطِ پیمبرؐ
جرأت ہے کسی کی جو تشدد کرے مجھ پر
عباسؑ سا جرار ہے زینبؑ کا برادر
شہؑ بولے بہن اکبرؑ و عباسؑ نہ ہوں گے
اُس وقت ترے شیر ترے پاس نہ ہوں گے

عباسؑ گزر جائیں گے ہاتھ اپنے کٹا کر
ٹکڑے تنِ قاسمؑ کے پڑے ہوں گے زمیں پر
چھِد جائے گا برچھی کی اَنی سے دلِ اکبرؑ
اک تیر سے ہو جائیں گے بے جاں علی اصغرؑ
خوں عونؑ و محمدؑ کا بھی بہہ جائے گا بَن میں
بس ایک بھتیجا ترا رہ جائے گا بَن میں

غش ہوگا بھتیجا بھی ترا تپ سے زمیں پر
ہوگا نہ کوئی دوست نہ ہمدرد نہ یاور
دوڑائیں گے گھوڑے مرے لاشے پہ ستم گر
جل جائیں گے خیمے، تری لٹ جائے گی چادر
سر ننگے جو آئے گی مری لاش پہ زینبؑ
رونے بھی نہ پائے گی مری لاش پہ زینبؑ

جاتی ہے بہار آج مدینے کے چمن سے / ظہورؔ جارچوی

مولانا سیّدذیشان حیدر جوادی کراروی کلیمؔ الہ آبادی

طعنۂ ابتر کو سُن کر احمدِ مختار نے
جو خلوصِ دل سے مانگی وہ دُعا ہیں فاطمہؑ

نشانِ سجدہ کے ساتھ یارو نشانِ ماتم بھی ہے ضروری
وہ مال محشر میں ہوگا جعلی کہ جس پر اُنکا نشاں نہیں ہے

جب چلے یثرِب سے سبطِؑ مصطفیؐ سوئے عراق

جب چلے یثرِب سے سبطِؑ مصطفیؐ سوئے عراق
تھی در و دیوار سے پیدا صدائے اِلفراق
جدؐ کے روضے پر گئے رُخصت کو باصد اشتیاق
عرض کی نانا بُلاتے ہیں مجھے اہلِ نفاق
ہو گیا دریافت یہ خط کے قرینے سے مجھے
کرتے ہیں ظالم جُدا اِس دَم مدینے سے مجھے

دیکھنا یہ موسمِ گرما یہ بچّے نازنیں
دھوپ کی شدت یہ ریگستاں ہے اور جلتی زمیں
اب وطن میں اپنے زندہ واپس آنے کے نہیں
آپ کا روضہ کہیں ہوگا مِرا مرقد کہیں
تفرقہ اُمّت نے ڈالا سَر بصحرا ہم چلے
فاطمہؑ صغرا رہی مرقد کے سائے کے تلے

اپنی اپنی جا چھپے بیٹھے ہیں سارے وَحش و طَیر
میں چلا ہوں اِس تپش میں دیکھئے اُمّت کا بَیر
یہ سفر اور ساتھ کچّا، لوگ دُشمن، ملک غیر
مجھ پہ جو گزرے سو گزرے پَر رہے بچّوں کی خیر
دیکھئے حق میں مِرے کیا مرضیٔ غفار ہے
فاطمہؑ صغرا جُدا گھر میں یہاں بیمار ہے

ہے سفر گرمی کا اور بچے مِرے ہمراہ ہیں
گُل سے نازک تَر کہیں یہ رشکِ مہر و ماہ ہیں
منزلوں دریا نہیں ہیں اور نہ کوسوں چاہ ہیں
در پئے تذلیل و ایذا دشمنِ بدخواہ ہیں
ہم ہیں اور غربت ہے اور خالق کی ذاتِ پاک ہے
وادیٔ وحشت ہے اور صحرائے آفت ناک ہے

مرقدِ پُر نُور سے اتنے میں آئی یہ صدا
کیا کروں شبیرؑ دل سینے میں ٹکڑے ہو گیا
گوشۂ مرقد میں بسمل سا تڑپتا ہوں پڑا
کیا کروں کچھ بَس نہیں ہے جو رِضائے کبریا

اِس سفر میں تجھ کو چھوڑوں گا نہ اے دل خواہ میں
پیٹتا روتا چلوں گا کربلا ہمراہ میں

جب چلے یثرِب سے سبطِ مصطفیٰؐ سوئے عراق

اے مِرے لختِ جگر ایسی جگہ ہے کربلا
رنج اُٹھاتے آئے ہیں جس جا پہ خاصانِ خدا
حضرتِ آدمؑ نے ٹھوکر کھائی خوں پا سے بہا
آ گیا تھا واں تلاطم میں سفینہ نوحؑ کا

موردِ آفات وہ جا اے مِرے دل خواہ ہے
اور خصوصاً وہ جگہ تیری تو وعدہ گاہ ہے

سُن کے یہ باتیں ہوئی ہر ایک کی حالت تباہ
تھی صدائے وا حسینا نالہ ٔ و فریاد و آہ
اُس طرف ہِلتا تھا گنبدِ اِس طرف روتے تھے شاہؑ
دَم بہ دَم مرقد پہ تھی اک یاس و حسرت کی نگاہ
ہائے جب رخصت ہوئے قبرِ رسولؐ اللہ سے
دُور تک دیکھا کئے مڑ مڑ کے حضرت راہ سے

رُخصتِ خیرُ البشر سے دِل ہُوا شہؑ کا فگار
آئے ماں کی قبر پَر رُخصت کو روتے زار زار
قبرِ مادر پَر جُھکا ملنے کو جب وہ بے قرار
فاطمہؑ زہرا کی تربت کانپ اُٹھی ایک بار
سارے انصارؓ و قریش اُس وقت جی کھونے لگے
مرد و زن جتنے کھڑے تھے سب کے سب رونے لگے
جب چلے یثرب سے سبطِ مصطفیٰؐ سوئے عراق / عزاؔ

جب ہُوا یوسفِ زہراؑ کا سفر یثرب سے

جب ہُوا یوسفِ زہراؑ کا سفر یثرِب سے
چاند حیدرؑ کا چلا وقتِ سحر یثرِب سے
ساتھ راہی ہوئے سب خویش و پسر یثرب سے
نکلے مغموم شہِؑ جنّ و بشر یثرب سے
لحدِ ختمِ رُسلؐ ، تربتِ زہراؑ چھوٹی
گھر بزرگوں کا چھُٹا ، فاطمہ صغراؑ چھوٹی

صغراؑ کہتی تھی نہ غم کیجئے بیماری کا
پاؤں پر گِرتی ہوں میں مجھ کو نہ چھوڑو لِلّٰہ
ہاتھ میں جوڑتی ہوں اے مِرے اچھّے بابا
رحم کیجے مِری حالت پہ یہ لونڈی ہو فدا
اچھی میں ہو لوں تو ہوں یاں سے روانہ بابا
یا میں دنیا سے گزر جاؤں تو جانا بابا

کہہ کے یہ شاہؑ سے منہ پھیر کے وہ رونے لگی
بات سے بس نہ چلا اشکوں سے منہ دھونے لگی
یاس جانے سے ہوئی ، جانِ حزیں کھونے لگی
حرمِ شاہؑ میں فریاد و بکا ہونے لگی
اُن کو آرام نہ تھا بے کس و تنہا کیلئے
منہ کو آتے تھے جگر بہنوں کے صغراؑ کیلئے

بولے پیشانی پہ منہ رکھ کے امامؑ دو جہاں
کیا خفا ہو گئیں بابا سے تم اے راحتِ جاں
جا کے کوفے میں اگر موت نے دی ہم کو اماں
وعدہ کرتے ہیں کہ ہم تم کو بُلالیں گے وہاں
دیر میں پہنچے سواری تو نہ گھبرانا تم
ساتھ نانی کے مِری جان چلی آنا تم

باتیں کرتے تھے یہ صغراؑ سے شہِ کون و مکاں
آئے جو اتنے میں ہمشکلِ رسولِؐ دو جہاں
دیکھ کر بھائی کو بولی وہ بصد آہ وفغاں
آؤ بھیا علی اکبرؑ میں تمہارے قرباں
اپنا کچھ بس نہیں بابا تو ہمیں چھوڑ چلے
تم بھی کیا خواہرِ ناشاد سے منہ موڑ چلے

ہم تو مہماں کوئی دن کے ہیں نہ جاؤ بھائی
اب یقیں ہے کہ ہمیں آکے نہ پاؤ بھائی
لو مجھے زلف سَمن بُو کی سُنگھاؤ بھائی
لُوں بَلائیں میں ذرا پاس تو آؤ بھائی
المِ ہجر میں دنیا سے سفر کرتے ہیں
کوئی حسرت تو نہ رہ جائے کہ ہم مرتے ہیں

خاک پر گر کے تڑپنے لگی وہ خستہ جگر
روئے بیمار کو سینے سے لگا کر سرورؑ
دل جو بھر آیا سکینہؑ کا پکاری رو کر
اپنا کچھ بس نہیں اللہ نگہباں خواہر
چھُٹ کے ہم تم سے بصد رنج والم جاتے ہیں
لو بہن آ کے گلے مِل لو کہ ہم جاتے ہیں

جب ہوا یوسفِ زہراؑ کا سفر یثرب سے

(بشکریہ سوز خواں پروفیسر سیّد علی ذاکر و تنظیم نقوی)

صباؔ اکبر آبادیؒ

یہاں سے ہوتی ہے تبلیغ دین و ایماں کی
ادارہ دین کا ہے مجلسِ عزا کیا ہے!

(بشکریہ تاجدار عادل)

پہلی منزل جو مدینے سے ہوئی سَرورؑ کو

پہلی منزل جو مدینے سے ہوئی سَرورؑ کو
یاد سب کرنے لگے فاطمہؑ مضطر کو
دردِ فرقت نے جو بے تاب کیا گھر بھر کو
کہا کبریٰؑ نے یہ بُلوا کے علی اکبرؑ کو
شاہؑ سے پوچھ کے پھر شہر میں جاؤ بھیا
دل تڑپتا ہے بہن کو مِری لاؤ بھیا

پاس اُس کے نہیں واں کوئی بھی نانی کے سِوا
کون اُٹھائے گا اُسے کون پِلائے گا دوا
غش سے فرصت اُسے پہلے ہی نہ ہوتی تھی ذرا
آنکھ بھی اب تو نہیں کھولتی ہوگی صغراؑ
نانی اِک دَم کو جُدا اُس سے نہ ہوتی ہوں گی
بیٹھی گردن کو جُھکائے ہوئے روتی ہوں گی

سُن کے یہ شاہؑ سے جا کر علی اکبرؑ نے کہا
خیمے میں فرقتِ صغراؑ سے ہے اِک حشر بپا
گو، کسی بی بی کو فرصت نہیں رونے سے ذرا
حالِ کبریٰؑ متغیّر ہے مگر سب سے سِوا
حکم گر پاؤں ، تو بیمار کو دیکھ آؤں میں
مصلحت ہو تو اُسے ساتھ یہاں لاؤں میں

رو کے اکبرؑ سے یہ کہنے لگی بنتِ حیدرؑ
کہیو صغراؑ سے یہ تم میری طرف سے اکبرؑ
پھوپھی قربان ہو مت کھوئیو جاں رو رو کر
ہاں دُعا کیجیو اللہ سے یہ شام و سحر
کچھ نہ پردیسیوں پہ راہ میں آفت آئے
سفرِ کوفہ سے شبیرؑ سلامت آئے

سُن چکے سب کے جو اکبرؑ یہ پیامِ جانکاہ
چڑھ کے شب دیزِ فلک سَیر پہ لی شہر کی راہ
بنی ہاشم کے محلے میں جو پہنچا وہ ماہ
جاکے صغراؑ کو کسی نے یہ خبر دی ناگاہ
لو مبارک ہو کہ ہمشکلِ پیمبرؐ آیا
اب نہ روؤ تمہیں لینے علی اکبرؑ آیا

پونچھ کر آنکھوں سے آنسو لگی کہنے صغراؑ
میں نہ کہتی تھی کہ بُلوائیں گے مجھ کو بابا
آگے ڈیوڑھی کے جو گھوڑے سے اُترتے دیکھا
ہاتھ پھیلاکے کہا آؤ میں صدقے بھیا
اپنے بابا کی محبت کے میں قربان گئی
تم مجھے لینے کو آئے ہو میں پہچان گئی

یہ جو اکبرؑ نے سُنا بھر کے دمِ سَرد کہا
ابھی بابا نے بُلایا نہیں تم کو صغراؑ
ہے فقط مجھ کو تسلی کو تمہاری بھیجا
اِس پہ ٹھہرا ہے بُلانا کہ تمہیں ہوئے شفا
تم کو تپ ہے یہ سفر اور ہی سامان کا ہے
ساتھ لے جانے میں نقصان تِری جان کا ہے

دیر تک بھائی بہن روئے گلے مِل مِل کر
عرض کی روک بھی سکتی نہیں تم کو خواہر
منتظر ہوئے گا منزل پہ تمہارا لشکر
سُن کے یہ اُس سے ہوئے آہ روانہ اکبرؑ
جس طرح ہوگئی اکبرؑ سے وہ دل گیر جُدا
ہو کسی بھائی سے اِس طرح نہ ہمشیر جُدا

پہلی منزل جو مدینے سے ہوئی سَرورؑ کو

(بشکریہ سوز خواں سیّد ظہیر حسن رضوی جارچوی)

اِس درجہ بے قرار تھے سلطانِ بحر و بر

اِس درجہ بے قرار تھے سلطانِؑ بحر و بر
نکلے تھے جب زمانۂ حج میں پئے سفر
مُڑ مُڑ کے دیکھتے تھے، سُوئے کعبہ تھی نظر
تھا رنج قلبِ شاہؑ پہ چھُٹنے کا اِس قدر
کہتے تھے وعدہ گہہ کا بڑا اشتیاق ہے
لیکن فراقِ حج بھی مِرے دل کو شاق ہے

مجبور ہو کے جاتا ہوں اے ربِ ذُوالمِنَن
ورنہ میں چھوڑتا نہ مزارِ شہِؑ زَمن
ماں کی لحد نہ چھوڑتا، نے مرقدِ حسنؑ
مَر کر یہیں پہ دفن جو ہوتا یہ بے وطن
ہوتا نصیب قرب، رسولِ زمنؐ کا بھی
مادر کی بھی لحد کا، مزارِ حسنؑ کا بھی

راضی مگر ہوں میں تری مرضی پہ اے خدا
جو جو پڑیں گے مجھ پہ مصائب اٹھاؤں گا
تیری ہی ذات پر مجھے تکیہ رہا سدا
اب تجھ سے چاہتا ہوں یہ قوت بھی کر عطا
کٹ جائے یہ بھی مرحلہ صبر و رِضا کے ساتھ
میری زباں پہ شکر رہے ہر بَلا کے ساتھ

اِیذا ہو راہ میں کہیں یا سختیٔ سفر
ہر وقت میں تجھی پہ رہے بس مِری نظر
مطلق ہِراس ہو نہ مجھے لاکھ ہوں خطر
ہو جائے یہ بھی تیری ہی نصرت سے جنگ سَر
حسرت یہ ہے کہ سجدے میں گردن اگر کٹے
امت کی مغفرت کی دعا میں یہ سَر کٹے

گردن صغیر کی ہدفِ تیر ہو تو کیا
نذرِ اجل جو اکبرؑ دلگیر ہو تو کیا
عباسؑ سا جری تہہِ شمشیر ہو تو کیا
نیزے کی نوک پر سرِ شبیرؑ ہو تو کیا
پیاسے شہید نہر پہ مہماں تمام ہوں
اُمت کی مغفرت کے یہ ساماں تمام ہوں

افسوس کی جگہ ہے جو ایسا ہو بادشاہ
رہنے نہ پائے گھر میں وہ اُمت کا خیر خواہ
ہر جا ہوں قتل کے لئے آمادہ روسیاہ
پائے اماں نہ خانۂ معبود میں بھی آہ
ایسے ستم ہوں جس پہ وہ مجبور کیا کرے
کیونکر نہ حج کو چھوڑ کے کرب و بلا چلے

اِس درجہ بے قرار تھے سلطانِؑ بحر و بر

(بشکریہ سوز خواں اکبر حسین زیدی و دلبرؒ زیدی)

مضطر تھے شبِ ہشتمِ ذی الحجہ کو شبیرؑ

مضطر تھے شبِ ہشتمِ ذی الحجہ کو شبیرؑ
تھا قصد مصمم کہ سوئے کوفہ ہوں رہ گیر
کرتے تھے کبھی یاس سے رو رو کے یہ تقریر
اب یاں سے کہاں دیکھئے لے جاتی ہے تقدیر
پھر کر جو وطن جائیں تو جانا نہ ملے گا
اب ہم کو بجز قبر ٹھکانا نہ ملے گا

تھے سبطِ نبیؐ کوچ کی تدبیر میں اُس رات
کی آ کے جو ابنِ حَنَفِیّہؓ نے ملاقات
بھائی سے بغل گیر ہوئے شاہِؑ خوش اوقات
کی عرض محمدؓ نے کہ اے قبلۂ حاجات
کوفے کی طرف جانے میں اندیشۂ جاں ہے
مکے میں مکیں ہوں کہ بزرگوں کا مکاں ہے

حضرت نے کہا ہوتا ہوں ناچار روانا
بھاتا ہے کسے اپنا وطن چھوڑ کے جانا
میں بیکس و مظلوم ہوں دشمن ہے زمانا
اب تو ہے مدینے میں نہ مکے میں ٹھکانا
حاسد ہے کوئی ، در پئے آزار ہے کوئی
حامد ہے نہ کوئی ، نہ مددگار ہے کوئی

منہ پیٹ لیا سُن کے محمدؐ نے یہ تقریر
رو رو کے کہا گر ہے یہی خواہشِ تقدیر
ناموس کو چھوڑو یہیں اے حضرتِ شبیرؑ
حُرمت سے حرم میں رہیں وہ صاحبِ تطہیر
پردیس میں کیا جانیے کیا جَور و جفا ہو
ڈر ہے کہیں زینبؑ نہ گرفتارِ بلا ہو

زینبؑ کی اسیری کا سخن سنتے ہی یک بار
تھرّا گیا دِل ، رونے لگے سیّدِ ابرارؑ
سنتی تھی یہ تقریر جو سب زینبِؑ ناچار
محمل سے محمدؐ کو پکاری بہ دلِ زار
کی تم نے سفارش مِری کیا آہ برادر
بھائی سے چُھڑاتے ہو مجھے واہ برادر

یہ کہہ کے جو روئی اسدُاللہ کی پیاری
ابنِ حَنَفِیّہؒ کے بھی آنسو ہوئے جاری
حضرت نے کہا بھائی سے باگریہ ٔ و زاری
بہنیں مِری قیدی ہوں یہ ہے مرضیٔ باری
کٹ کر سرِ شبیرؑ تو نیزے پہ عَلَم ہو
پیچھے کھلے سَر قافلہ ٔ اہلِ حرم ہو

یہ سب تو مِرے ساتھ ہیں آفت کے سفر میں
پَر فاطمہ صغرا کو میں چھوڑ آیا ہوں گھر میں
ہے اُس کی جُدائی سے عجب درد جگر میں
ڈر ہے کہیں مرجائے نہ وہ ہجرِ پدر میں
روئے تو مِرے سَر کی قسم دیجیو بھائی
بیمار کو سینے سے لگا لیجیو بھائی

صغراؑ کا سُنا نام تو بانوؑ یہ پکاری
کہہ دیجیو مادر تمہیں بھولی نہیں پیاری
بہنوں کو بھی ہے آٹھ پہر یاد تمہاری
اصغرؑ مِری گودی میں کیا کرتا ہے زاری
راتوں کو ترے غم میں نہیں سوتی ہے کبراؑ
جب ذکر ترا ہوتا ہے تب روتی ہے کبراؑ

مضطر تھے شبِ ہشتمِ ذی الحجہ کو شبیرؑ

وطن سے چُھٹ کے کوئی خستہ جاں شہید نہ ہو

وطن سے چُھٹ کے کوئی خستہ جاں شہید نہ ہو
کوئی مسافرِ بے خانماں شہید نہ ہو
کسی کے گھر پہ کوئی میہماں شہید نہ ہو
شہید ہو تو وہ تشنہ دہاں شہید نہ ہو
سفر میں موت کا آنا بڑی مصیبت ہے
جو لاش دفن نہ ہو اور بھی قیامت ہے

ہُوا یہ ظلم زمانے میں دو غریبوں پر
وہ ایک بے کس و مضطر ہے فاطمہؑ کا پسر
اور ایک مسلمِؑ بے پَر غریب و خستہ جگر
کوئی نہ اُن کا معیں تھا نہ آپ کا یاور
قلق یہ تھا کہ شہِؑ مشرقین بھی بچھڑے
پَرائے دیس میں دو نورِ عین بھی بچھڑے

مقیمِ خانۂ ہانیؓ تھے مسلمؑ پُر غم
اُنہیں بھی قتل کیا ظالموں نے ہائے ستم
یہ انقلاب یہ رنگِ دو رنگیٔ عالم
اَماں کی فکر میں دَر دَر پھرے سفیرِ حرم
بڑھی جو پیاس بہت تھرتھرا کے بیٹھ گئے
قریبِ شب دَرِ طوعہؓ پہ آ کے بیٹھ گئے

مکاں سے نکلی جو طوعہؓ تو بولی گھبرا کر
کہ آپ کون ہیں بیٹھے ہیں کس لیے دَر پَر
دبی زباں سے کہا اک غریب ہوں ، خواہر
پِلا دے آپ مجھے بہرِ ساقیٔ کوثر
یہ سُن کے نذرِ امامؑ انام لے آئی
محل میں جاکے وہ پانی کا جام لے آئی

وہ آب پی کے بھی اُٹھے نہ جب تو اُس نے کہا
کہ پانی پی چکے اب گھر کو جاؤ بہرِ خدا
اسیر کرنے کو مسلمؑ کے پھرتے ہیں اعدا
عیال ، فکر میں ہوں گے کہ رہ گئے کس جا
غضب ہے پھر جو غریبوں کے دل کو کل نہ پڑے
تلاش میں کوئی بی بی کہیں نکل نہ پڑے

یہ سُن کے آہ بھری اور کہا بدیدۂ تر
نہ بیٹھتے ترے دَر پر کہیں جو ہوتا گھر
کہاں عیال ، جنہیں فکر ہوگی اے خواہر
یہاں بہن ہے نہ بھائی نہ زوجہ ٔ و دختر
نہ جانے وہ بھی یونہی غم میں ہیں کہ چین سے ہیں
حسینؑ ہم سے جُدا ، ہم جُدا حسینؑ سے ہیں

یہ نام سُن کے پکاری وہ عاشقِ زہراؑ
حسینؑ آپ کے کیا ہیں کہا مِرے مولا
وہ بولی نام و نسب کچھ بتایئے لِلّٰہ
کہا کہ مردِ غریبُ الوطن کا نام ہی کیا
وطن وہی ہے جہاں اہلِ بیتؑ رہتے ہیں
مجھے حسینؑ کا ادنیٰ غلام کہتے ہیں

یہ سُن کے اُس نے تڑپ کر کہا بشدتِ غم
یہ خاکسار بھی ہے اک کنیزِ شاہِؑ اُمم
چُھپاؤ مجھ سے نہ لِلّٰہ ، حالِ درد و اَلم
بتادو نام ، تمہیں جانِ فاطمہؑ کی قسم
کہا حرم سے جو چُھوٹا وہ بے نصیب ہوں میں
وکیلِ سبطِ نبیؐ ، مسلمؑ غریب ہوں میں
وطن سے چُھٹ کے کوئی خستہ جاں شہید نہ ہو/نسیمؔ

انساں کیلئے موت ہے غم بے وطنی کا

انساں کیلئے موت ہے غم بے وطنی کا
جانکاہ ہے اندوہ و اَلم بے وطنی کا
صدمہ نہیں کچھ موت سے کم بے وطنی کا
آفت ہے قیامت ہے ستم بے وطنی کا
کانٹوں کے اَلم سیدِ سجادؑ سے پوچھو
ایذائے سفر مسلمِؑ ناشاد سے پوچھو

کی سخت دَغا کوفیوں نے گھر میں بُلا کے
سب پھِر گئے جن لوگوں کے دعوے تھے وفا کے
لاکھوں ہیں عدو جائیں کدھر جان بچا کے
آفت میں گرفتار ہوئے کوفے میں آکے
یاور نہیں ہمدم نہیں غم خوار نہیں ہے
نرغے میں ہیں اور کوئی مددگار نہیں ہے

منہ کرکے سُوئے چرخ کہا، شکر خدایا
راحت ہے یہ بندے نے جو کچھ ظلم اُٹھایا
غم یہ ہے کہ ہے دور یدُاللہ کا جایا
شبیرؑ کے ہاتھوں سے کفن ہم نے نہ پایا
دنیا سے سُوئے خلد کوئی دَم میں سفر ہے
یاں ہم پہ جو کچھ بَن گئی کیا اُن کو خبر ہے

یہ کہتے تھے مسلمؑ کہ لعینوں نے قضارا
اک سنگِ ستم اُس لبِ مجروح پہ مارا
رِیش اور گریباں میں لہو بھر گیا سارا
جب حال یہ پہنچا تو کہاں جنگ کا یارا
اعدا سے کہا دل میں ذرا رحم کو جا دو
غش آتا ہے پانی مجھے تھوڑا سا پلا دو

کب سنتے تھے بیکس کا سخن ظلم کے بانی ×
تھے قتل کی تدبیر میں وہ دشمنِ جانی
لے آئی ضعیفہ وہیں اک جام میں پانی
قسمت نے مگر بجھنے نہ دی تشنہ دہانی
سُوکھی ہوئی تھی گُل سی زباں خشک گلو تھا
اُس پانی کو منہ سے جو لگایا تو لہو تھا

پھینکا اُسے جب خاک پہ بادیدۂ گریاں ×
اک جام ضعیفہ نے دِیا پھر اُنہیں اُس آں
پینے بھی نہ پایا تھا کوئی گھونٹ وہ ذیشاں
پانی میں جُدا ہوکے گِرے گوہرِ دَنداں
فرمایا کہ ثابت ہُوا پیاسے ہی مریں گے
اب ساقیٔ کوثر ہمیں سیراب کریں گے

دشمن تو کئی سَو تھے یہ بے یار و مددگار
برچھی کبھی پڑتی تھی کبھی پڑتی تھی تلوار
اندوہ پہ اندوہ تھے آزار پہ آزار
کس یاس سے اک ایک کا منہ تکتے تھے ہر بار
بازو کو سمگار جو باندھے تھے رَسن سے
فوارۂ خوں چُھٹتا تھا ہر زخمِ بدن سے

القصہ لبِ بام جو لائے اُنہیں سفاک
تَر آنسوؤں سے ہوگیا مسلمؑ کا رخِ پاک
فریاد سُوئے کعبہ یہ کی با دلِ غم ناک
روحی بفداک اے پسرِ سیدؐ لولاک
کرتا ہے سفر خَلق سے غم خوار تمہارا
موقوف ہے اب حشر پہ دیدار تمہارا

انساں کیلئے موت ہے غم بے وطنی کا

کوفے میں داخلہ ہے سفیرِ امام کا

کوفے میں داخلہ ہے سفیرِ امامؑ کا
تعظیم سے خمیدہ ہے سَر خاص و عام کا
گھر گھر میں غُلغلہ ہے دُرود و سلام کا
جو شخص ہے ، مجسّمہ ہے احترام کا
بیعت کا قصد ہے جو امامِؑ عرب کے ساتھ
مسلمؑ کے ہاتھ چومتے ہیں سب ادب کے ساتھ

تنہا کی جنگ دشمنوں کے دل ہِلا گئی
پندرہ سَو سُورماؤں ، جوانوں کو کھا گئی
ابنِ زیاد کو جو مدد کی صدا گئی
چہرے پہ رُوسیاہ کے زردی سی چھا گئی
بولا چلاؤ تیغ نہ ہاشمؑ کے شیر پَر
مکر و دغا کے وار کرو اِس دلیر پَر

آمادہ مکر پَر ہوئے مکّار و نابکار
کوٹھوں سے پھینکنے لگے پتھر ستم شعار
کرتے تھے دُور دُور سے تیغ و تبر کے وار
انگارے مارتے تھے کہیں چُھپ کر اہلِ نار
کھا کھا کے زخم نادِ علیؑ پڑھتے جاتے تھے
مسلمؑ جہاد کرتے ہوئے بڑھتے جاتے تھے

گِرتے ہی اُن پہ کرنے لگے بد شِعار وار
افسوس ایک جسمِ حزیں پَر ہزار وار
مظلوم پَر جو ہو رہے تھے بار بار وار
غش آ گیا ، سہے نہ گئے بے شمار وار
دشمن تھے گِرد چاہنے والے نہ تھے قریب
ہو کر قریب گود کے پالے نہ تھے قریب

پاتے ہی حکمِ حاکمِ بد کار و بد عمل
بالائے بام لے گئے حضرت کو چند بَل
چھت سے زمیں پہ پھینک دیا آہ، سَر کے بَل
پہنچے اِدھر زمیں پہ اُدھر آگئی اَجل
سَر نذر کر کے ابنِ زیادِ شریر کو
ملعون کھینچے پھرتے تھے لاشِ سفیر کو

کوفے میں داخلہ ہے سفیرِ امام کا/ظہورؔ جارچوی

دردؔ اسعدیؒ

لکھی ہے دردؔ سر عرش داستانِ حسینؑ
پہنچ گیا ہے کہاں سے کہاں جہانِ حسینؑ!

حنیفؔ اسعدی

کہیں سے رسم چلی! ابتدا کسی نے بھی کی!
حسینؑ صبر و تحمل کی انتہا ٹھہرے

التماسِ فاتحہ برائے سیّد ظفر عباس ابنِ مظہر حسین تقوی

شہؑ نے جب چاند مُحَرَّم کا سفر میں دیکھا

شہؑ نے جب چاند مُحرم کا سفر میں دیکھا
محضرِ قتل رقم ایک سطر میں دیکھا
بَل جبینِ فلکِ ظلم سِیَر میں دیکھا
موت کو لُوٹ مچاتے ہوئے دیکھا
سرخیٔ خونِ شفق قلب کر برمانے لگی
شامِ عاشور کی تصویر نظر آنے لگی

اسپ کو روک کے پڑھنے لگے رویت کی دعا
زندگی بھر سے نِرالی تھی یہ حضرتؑ کی دعا
وسعتِ رِزق کا مفہوم نہ صحّت کی دعا
حق سے کی عرض میں کرتا ہوں شہادت کی دعا
صبر وہ بخش کہ تا روزِ جزا دھوم رہے
حشر تک نام مِرا سیّدِ مظلوم رہے

کچھ مِرے واسطے ایسا ہو مبارک یہ ماہ
صدقے اسلام پہ ہوجاؤں مِلے عزت و جاہ
فدیۂ راہِ رِضا دے لقب اے بارِ الٰہ
خوں میں تن غرق ہو خشکی میں سفینہ ہو تباہ
قید ہوں اہلِ حرم گھر کی صفائی ہوجائے
سب ستم ہوں مگر امت کی بھلائی ہوجائے

قتل ہو جب مِرا لشکر نہ جلال آئے مجھے
سب عزیزوں کے کٹیں سَر نہ جلال آئے مجھے
خوں میں ڈوبے علی اکبرؑ نہ جلال آئے مجھے
تڑپے ہاتھوں پہ جو اصغرؑ نہ جلال آئے مجھے
پھول مُرجھائے مِرا شکر بجا لاؤں میں
آپ ننھی سی لحد کھود کے دفناؤں میں

نکلے ارماں جو زباں پیاس سے باہر نکلے
سامنے آنکھوں کے جانِ علی اکبرؑ نکلے
پر گِلہ منہ سے اے خالقِ اکبر نکلے
تھام لوں دل جو بہن گھر سے تڑپ کر نکلے
جو ستائیں نہ ڈراؤں نہ سزا دُوں اُن کو
داغ پر داغ وہ دیں اور میں دعا دوں اُن کو

شہؑ نے فرمایا کہ محضر میں یہ اِقرار بھی ہے
درجِ فردِ شہدا قاسمؑ ناچار بھی ہے
فوج کا ذکر بھی ہے نامِ علمدار بھی ہے
مرنے والوں میں علی اکبرؑ جرار بھی ہے
امتحاں کا کوئی گوشہ نہ فلک چھوڑے گا
میرا اصغرؑ بھی مِری گود میں دم توڑے گا

شہؑ نے جب چاند محرم کا سفر میں دیکھا / نسیمؔ امروہوی

اے اہلِ عزا پھر الم و غم کے دن آئے

اے اہلِ عزا پھر اَلم و غم کے دن آئے
پھر تعزیۂ و شیون و ماتم کے دن آئے
پھر یکسیٔ شاہِؑ دو عالم کے دن آئے
پھر آئی قیامت ، کہ محرم کے دن آئے
پھر جنّ و بشر محو ہوئے آہ و بکا میں
پھر فاطمہؑ بیتاب ہیں پیاروں کی عزا میں

اِس غم سے گھر آباد ہوئے اہلِ عزا کے
ہر سَمت یہ جلوے ہیں شہِؑ ہر دوسَرا کے
قربان عطائے پسرِ شیرِ خدا کے
روضے سے چلے آتے ہیں گھر پر غُربا کے
اشکوں سے نہ کیوں تَر ہو گریبان ہمارا
زہراؑ کا جگر بند ہے مہمان ہمارا

ہوگا نہ ہُوا یوں کسی دلگیر کا ماتم
اکبرؑ کا کبھی غم ، کبھی بے شِیر کا ماتم
قاسمؑ کا الم ، بازوئے شبیرؑ کا ماتم
گہ قمع کا ماتم ، کبھی زنجیر کا ماتم
مصروفِ عزا قلب بھی ہے روح بھی تَن بھی
روتے ہیں اُسے رو نہ سکی جس کو بہن بھی

مُجرا ہو اُسے جس کو لعینوں نے ستایا
وہ جس نے دَمِ ذبح بھی پانی نہیں پایا
وہ جس کی جبیں پَر نہ مصائب میں بَل آیا
وہ جس نے جواں لال کے لاشے کو اُٹھایا
وہ شِیرِ بَتولِؑ عذرا سے جو پَلا تھا
سجدے میں تہِ تیغِ جفا جس کا گلا تھا

وہ جس کی بہن دیکھ کے ڈیوڑھی سے یہ منظر
خیمے سے نکل آئی تھی اک بار تڑپ کر
چلّاتی تھی سَر پیٹ کے وہ بے کس و مضطر
جلد آؤ کہاں ہو مِرے قاسمؑ ، مِرے اکبرؑ
عباسؑ ، مِری ماں کی کمائی کو بچالو
اے عونؑ و محمدؑ مِرے بھائی کو بچالو

اے اہلِ عزا پھر الم و غم کے دن آئے / نسیمؔ امروہویؒ

بشکریہ سلام خواں سیّد اسد جہاں

رضویؔ جارچوی

خُلد کے رَستوں کا اُن کو کیا پتہ
کربلا جانا نہیں ، آنا نہیں

جعفر حسین جعفرؔ

[redacted]

حضرت کو ہُوا ماہِ مُحَرَّم جو سفر میں

حضرت کو ہُوا ماہِ محرم جو سفر میں
اک داغ پڑا اور بھی صغراؑ کے جگر میں
نانی سے کہا مرتی ہوں دُوریٔ پدر میں
عاشور کی بھی عید نہو گی مِرے گھر میں
کیا جانتی تھی ایسے بچھڑ جائیں گے بابا
وہ دن بھی کبھی ہوگا کہ پھر آئیں گے بابا

کیوں نانی رجب تھا کہ سدھارے تھے سفر کو
پورے چھے مہینے ہوئے دُوریٔ پدر کو
حج کر کے پھرے اہلِ وطن خیر سے گھر کو
پھر قبلہ و کعبہ گئے کعبے سے کدھر کو
زہراؑ کا قمر سُوئے مدینہ نہیں آیا
اِس چاند کی رویت کا مہینہ نہیں آیا

پیدا ہُوئے اصغرؑ تو پیامِ اَجل آیا
افسوس کہ جھولے میں بہن نے نہ جُھلایا
بھیا کو نہ جی بھر کے گلے سے بھی لگایا
بچھڑے تو کبھی خواب میں بھی منہ نہ دِکھایا
داخل شہِؑ دیں اب بھی نہ گھر میں ہوئے نانی
اصغرؑ چھے مہینے کے سفر میں ہوئے نانی

گرمی سے کنویں خشک ہُوئے جاتے ہیں نانی
پوچھے کوئی پردیسیوں سے تشنہ دَہانی
وہ بولی میں ڈرتی ہوں یہ کہتے ہوئے نانی
جھیلوں کا نہ سُوکھا ہو کہیں راہ میں پانی
فاقے کو جو پوچھو تو یہ اِرثِ شہِؑ دیں ہے
بابا کو مِرے پیاس کی برداشت نہیں ہے

بابا پہ کٹے خیر سے یارب یہ مہینہ
اِس خدشہ سے ہر وقت پھٹا جاتا ہے سینہ
بابا سے مِرے کوفیوں کے دل میں ہے کینہ
حضرتؑ سے لڑائی کا کہیں ہو نہ قرینہ
کوفے کی طرف سے جو ہَوا آتی ہے نانی
سب کنبے کے رونے کی صدا آتی ہے نانی

حضرت کو ہُوا ماہِ محرم جو سفر میں

جس گھڑی نہر پہ خیمے شہؑ والا کے ہوئے

جس گھڑی نہر پہ خیمے شہؑ والا کے ہوئے
اور ستمگار مُزاحم لبِ دریا کے ہوئے
شاہؑ برہم یہ جفاکاروں سے فرما کے ہوئے
دشمنِ جاں مِرے گھر سے مجھے بُلوا کے ہوئے
تم پیو پانی ، محمدؐ کا نواسہ مرجائے
تم ہی منصف ہو، جو مہماں ہو وہ پیاسا مرجائے

میں نہ آتا تھا ، مدینے سے بُلایا تم نے
روضۂ احمدِؐ مُرسَل کو چُھڑایا تم نے
کوہ و صحرا بھی یہ دریا بھی دِکھایا تم نے
حیف ہے تارکِ دنیا کو سَتایا تم نے
رُخ اِدھر کو جو کیا میں نے تو منہ موڑتے ہو
اک دَغا پیشہ کے وعدے پہ مجھے چھوڑتے ہو

شاہؑ سے تب بہ دُرشتی یہ لعینوں نے کہا
مہلت اک شب کی بھلا دینے میں نقصان تھا کیا
پر ہمیں حکم ہے دریا سے اُٹھا دینے کا
جو کہ فرمائے گا حاکم اُسے لائیں گے بجا
جلد سامان کرو خیموں کے اُٹھوانے کا
آپ کا عُذر کوئی پیش نہیں جانے کا

آبدیدہ ہو لعینوں سے یہ بولے شبیرؑ
آچکے اب تو دِکھائے ہمیں جو کچھ تقدیر
کھائیں گے شوق سے تیغ و تبر و خنجر و تیر
پر خدا اِس کا ہے شاہد کہ میں ہُوں بے تقصیر
نہر سے گرمی کے موسم میں اُٹھاتے ہو مجھے
کیا ملے گا تمہیں نا حق جو ستاتے ہو مجھے

ہفتمِ ماہِ محرم کی ہوئی جبکہ سحر

ہفتمِ ماہِ محرم کی ہوئی جبکہ سحَر
اور نمازِ سحَری سے ہوئے فارغ سَرورؑ
دی خبردار نے جمعیتِ اعدا کی خبر
شہِؑ یکس نے کہا اپنی ، خدا پر ہے نظر
آنے دو آتے ہیں جو تیغ و سپر باندھے ہوئے
بیٹھے ہیں مرنے پہ یاں ہم بھی کمر باندھے ہوئے

شبِ ہشتم سے نہم تک رہے سنتے یہی حال
ہر طرف سے چلے آتے ہیں اُدھر اہلِ ضلال
یاں تڑپتے تھے پڑے شاہؑ کے پیاسے اطفال
اہلِ عصمت کو تھا غم یکسیٔ شہؑ کا کمال
کہتے تھے سب ہیں عدو دوست نہ آیا کوئی
سبطِ احمدؐ کی مدد کرنے نہ پایا کوئی

صبح قتلِ شہؑ مظلوم نمایاں ہوئی جب
اُٹھ کے سجادؑ سے کی، شاہؑ نے پوشاک طلب
منہ پہ رومال لئے روتی تھی بیٹھی زینبؑ
دوڑی کہتی ہوئی بھیا نہ کہیں کی رہی اب
گر قدم آپ نے خیمے سے نکالا بھائی
پھر رہا کون مِرا پوچھنے والا بھائی

شاہؑ رونے لگے زینبؑ کو جو دیکھا بے تاب
شہر بانوؑ نے کیا شاہؑ سے رو کر یہ خطاب
حق میں لونڈی کے ہے کیا حکم، شہؑ عرش جناب
آپ فرمائیں تو پکڑے چلوں گھوڑے کی رکاب
یوں گوارا ہے مجھے فاقہ پہ فاقہ صاحب
آپکے دَم سے میں رکھتی ہوں علاقہ صاحب

رو کے فرمانے لگا حیدرؑ کرار کا لال
رَن میں جب ہوئے گی کھیتی مِرے جد کی پامال
بانوؑ تجھ کو ہے عبث اپنی تباہی کا خیال
جو مِری بہنوں کا احوال وہی تیرا حال
بیوہ ہونا ہے تجھے اور مجھے بے سَر ہونا
بنتِ زہراؑ کی اطاعت سے نہ باہر ہونا
جس گھڑی نہر پہ خیمے شہِ والا کے ہوئے
(ہفتمِ ماہِ محرم کی ہوئی جبکہ سحر)

پروفیسر اقبالؔ عظیمؒ

ہے اگر اقبالؔ تم کو دعویٰ عشقِ رسولؐ
مخلصانہ مدحتِ سبطِؑ پیمبرؐ چاہئے

(بشکریہ پروفیسر سیّد مسعود الحسن / جعفر طیار سوسائٹی)

جس دم سُنی امامِ اُمم نے صدائے حُرؑ

جس دَم سنی امامِ اُمم نے صدائے حُرؑ
سینے پہ ہاتھ مار کے چلّائے ہائے حُرؑ
رو کر کہا رفیقوں سے دیکھی وفائے حُرؑ
فرشِ عزا حرم نے بچھائی برائے حُرؑ
کھینچی جو شہؑ نے آہ ، دلِ بے قرار سے
نکلیں تڑپ کے فاطمہؑ زہرا مزار سے

دوڑے اِدھر سے رَن کی طرف سیّدِ اُمم
آئے نجف سے حیدرِؑ صفدر بچشمِ نم
آواز دی نبیؐ نے کہ حُرؑ کو لئے ہیں ہم
جس وقت پہنچے شاہؑ تو وہ توڑتا تھا دَم
سَر کاٹنے کی فکر میں جو تھے وہ ہٹ گئے
مہماں سے اپنے دوڑ کے حضرتؑ لپٹ گئے

زانو پہ رکھ لیا سرِ محرؑ اور یہ کہا
بھائی حسینؑ آیا ہے آ ہوش میں ذرا
آنکھیں قدم پہ مل کے یہ بولا وہ باوفا
مولا ہزار جان سے میں آپ پر فدا
جن کے لئے زمیں پہ ملک سر جھکاتے ہیں
وہ لوگ خُلد سے مرے لینے کو آتے ہیں

زانو پہ سر ہے آپ کے یا شاہِؑ بحر و بر
محبوبِؐ کبریا ہیں اِدھر شیرِؑ حق اُدھر
ہیں کون یہ معظّمہ ، پہلو میں نوحہ گر
شہؑ نے کہا کہ روتی ہیں اماںؑ برہنہ سر
تو حشر تک امامِ دو عالم کے ساتھ ہے
ماتم ترا حسینؑ کے ماتم کے ساتھ ہے

یہ سُن کے غیر ہوگیا اُس دَم جری کا حال
زانوئے شاہِؑ دیں پہ کیا حُرؑ نے انتقال
خیمے کے دَر پہ لاش کو لایا علیؑ کا لال
سب بی بیوں نے کھول دئے اپنے سَر کے بال
زینبؑ یوں روئی شہؑ کے فدائی کے واسطے
جیسے بہن تڑپتی ہے بھائی کے واسطے

جس دَم سُنی امامِ اُمم نے صدائے حُرؑ / میر انیسؒ

(بشکریہ سوز خواں مطاہر حسین و راحیل مہدی)

باقی جو رفیقِ شہؑ دیں رہ گئے دوچار

باقی جو رفیقِ شہؑ دیں رہ گئے دوچار
حسرت سے اُنہیں دیکھتے تھے سیّدؑ ابرار
کی بڑھ کے حبیبؑ ابنِ مظاہرؑ نے یہ گفتار
یہ پیرِ غلام اب ہے اجازت کا طلب گار
بَندے کو بھی مرنے کی رِضا دیجئے آقا
فردوس کے رَستے پہ لگا دیجئے آقا

شبیرؑ نے سینے سے لگایا کئی باری
رُخصت جو کیا آنکھوں سے آنسو ہوئے جاری
گھبرا کے درِ خیمہ سے زینبؑ یہ پکاری
لوگو کہو میداں میں چلی کِس کی سواری
اب کون بچائے گا شہِؑ جنّ و بشر کو
سب چھوڑے چلے جاتے ہیں زہراؑ کے پسر کو

یہ سنتے ہی کہرام ہُوا اہلِ حرم میں
پہونچا وہ جری شیر سا میدانِ ستم میں
کامل تھا زبس عشقِ شہنشاہِؑ اُمم میں
بے تاب تھا مولا کی جُدائی کے اَلم میں
سینہ تھا جری کا تَبر و تِیر کی جانب
پھِر پھِر کے نظر کرتا تھا شبیرؑ کی جانب

پِیری میں جو دِکھلائی جوانوں کی شجاعت
تھرانے لگے عضوِ بدن گھٹ گئی طاقت
دَم چڑھ گیا گرمی سے ہوئی پیاس کی شدت
دل سے کہا اب عالَمِ فانی سے ہے رُخصت
نے لشکر اعدا کو نہ شمشیر کو دیکھا
کس یاس سے مڑ کر رُخِ شبیرؑ کو دیکھا

سینہ چھدا تیروں سے ہُوا فرق دو پارا
رَگ رَگ جو کٹی پھر نہ رہا ضبط کا یارا
شیرازۂ اجزائے بدن کھل گیا سارا
گرتے ہوئے گھوڑے سے یہ حضرتؑ کو پکارا
یاں آپ کا آنا مری بخشش کی سند ہے
اے شیرِ الٰہی کے پسر ، وقتِ مدد ہے

ناگاہ صفیں چیر کے آئے شہِؑ ذیشاں
دیکھا کہ وہ مظلوم کوئی دَم کا ہے مہماں
لاشے سے لپٹ کر یہ پکارے بصد افغاں
اے دوست مرے تیری محبت کے میں قرباں
دِکھلادو مجھے زخم کہاں کھائے ہیں بھائی
سینے سے لپٹ جاؤ کہ ہم آئے ہیں بھائی

باقی جو رفیقِ شہِؑ دیں رہ گئے دوچار/میر انیسؒ

ہفتم سے تا دہم جو ہُوا قافلے کا حال

ہفتم سے تا دہم جو ہُوا قافلے کا حال
تحریر کر سکے یہ قلم کو نہیں مجال
رَد ہوگیا جو طاعتِ باطل کا تھا سوال
انبوہِ اشقیاء میں گھرا تھا نبیؐ کا لال
لیکن سکونِ قلب میں کوئی خلل نہ تھا
لب خشک تھے جبینِ امامت پہ بَل نہ تھا

زینبؑ کے لاڈلوں نے بھی جوہر دِکھا دِیئے
دو نیمچوں نے لاشوں کے پُشتے لگادیئے
جو سُورما بَنے تھے وہ رَن سے بھگا دیئے
دنیا کو جانثاری کے رستے بتا دیئے
کیا جمتے پاؤں سَیلِ مظالم کی موج میں
آخر شہید ہو گئے دشمن کی فوج میں

زینُ العباد فرشِ علالت پہ بے قرار
کوئی علاج اور نہ دواؤں کا اختیار
سُوکھے لبوں پہ بس یہی آتا تھا بار بار
اے کاش اِس جہاد میں ہو جاتے ہم نثار
دو گام اُٹھ کے چلنے کے قابل نہیں ہیں ہم
دَورِ ستم بدلنے کے قابل نہیں ہم

گہوارۂ ربابؑ میں اصغرؑ تھے نالہ کَش
تھا زرد ماہتاب کی صورت وہ ماہ وَش
بچے کو چھے مہینے کے آتے تھے غش پہ غش
فریاد کررہی تھی سکینہؑ کہ اَلعطَش
سب کچھ امامؑ دیکھ رہے تھے سکون سے
تَر تھی عبائے پاک شہیدوں کے خون سے

ہفتم سے تا دہم جو ہُوا قافلے کا حال

آیا خیال اہلِ عرب کا ہے یہ شِعار
بچوں کو دشمنوں میں نہیں کرتے ہیں شمار
شاید پھپھیں دیکھ کے اصغرؑ کا حالِ زار
بچے کو لیکے گود میں نکلے وہ ذی وقار
آواز دی کہ شام کی فوجو ، ذرا سنو
اپنے نبیؐ کی آلؑ کا تم ماجرا سنو

میں کون ہوں نبیؐ کا نواسہ علیؑ کا لال
بیعت کروں میں ظلم و ستم کی ہے یہ محال
دشمن سمجھ کے مجھ سے ہو آمادۂ قِتال
لیکن ہے چھ مہینے کا بچہ بہت نڈھال
اک آخری سوال ہے اِس کا جواب دو
مجھ کو نہیں تو اِس کو ہی اِک جُرعہ آب دو

آیا سوالِ آب کا ، اک تیر سے جواب
پیدا ہوا زمیں کی وفاؤں میں اضطراب
بے شیر کا لہو ہُوا عنوانِ انقلاب
ظالم کو اپنے ظلم پہ آنے لگا حجاب
حلقوم میں صغیر کے پیکاں چُبھا ہوا
مقسوم دینِ پاک پہ مہرِ لقا ہوا

دیکھا خود اپنی آنکھ سے انصار کا لہو
ریتی میں جذب پایا علمدار کا لہو
قاسمؑ کا خون ، اکبرؑ خود دار کا لہو
زینبؑ کے لال ، جعفرؑ طیار کا لہو
ششماہے کا بھی گود میں خونِ گلو بہا
اتنا سکون بڑھ گیا جتنا لہو بہا

ہفتم سے تا دہم جو ہوا قافلے کا حال

مسلمؑ کے لال جبکہ شہیدِ جفا ہوئے

مسلمؑ کے لال جبکہ شہیدِ جفا ہوئے
دشتِ فنا سے راہیٔ ملکِ بقا ہوئے
غربت میں وہ یتیم جو نذرِ قضا ہوئے
زینبؑ بھی روئیں ، شاہؑ بھی محوِ بکا ہوئے
دو تیرِ غم دلوں پہ یکایک جو چل گئے
بہرِ رِضا ، علیؑ کے نواسے مچل گئے

بیتاب ہو کے آئے وہ غازی جو ماں کے پاس
زینبؑ زبانِ حال سے بولیں بہ درد و یاس
کیوں بدحواس آئے ہو چہرے ہیں کیوں اداس
کیا دیکھ کر لڑائی کو طاری ہُوا ہراس
رَن سے پھرا ہے کون تمہارے گھرانے میں
نانا کی دھاک بیٹھی ہے سارے زمانے میں

کیا کیا گزر گئے شہِؑ دیں پر غم و محن
بچھڑے مسافرت میں رفیقانِ بے وطن
نذرِ خزاں ہُوا مِرے ماں جائے کا چمن
مسلمؑ کے لال مارے گئے ، لُٹ گئی بہن
کس کس شہید کے لئے آنسو بہاؤ گے
اب کس کی لاش دیکھ کے مَرنے کو جاؤ گے

یہ ذکر تھا کہ شاہؑ ، خود آئے بہن کے پاس
بیٹھیں وہ سَر جُھکا کے شہِؑ بے وطن کے پاس
بچّے بھی روئے بیٹھ کے شاہِؑ زمن کے پاس
نزدیک تھا کہ آئیں کلیجے دَہَن کے پاس
اَشکوں سے یوں دلیروں نے دامن بھگوئے تھے
سبطینؑ جس طرح غمِ زہراؑ میں روئے تھے

کہتے تھے شاہِؑ تشنہ دَہن ، کیا کرے حسینؑ ×
اے بنتِ شاہِؑ قلعہ شکن ، کیا کرے حسینؑ
لُٹتا ہے حسرتوں کا چمن ، کیا کرے حسینؑ
لِلّٰہ کچھ بتاؤ بہن ، کیا کرے حسینؑ

پوچھو تو کیوں یہ روتے ہیں کیوں "ہائے ہائے" ہے ؟
روئے اِنہیں حسینؑ ، تمہاری یہ رائے ہے!

مجھ سے پھری ہے ساری خدائی ، میں کیا کروں ×
کیونکر لٹاؤں تیری کمائی ، میں کیا کروں
بولیں نصیب میں ہے جُدائی ، میں کیا کروں
اَمّاں سے قول ہاری ہوں بھائی ، میں کیا کروں

لِلّٰہ رد نہ کیجئے ہدیہ ، فقیر کا
دیتی ہوں واسطہ میں جنابِ امیرؑ کا

شہؑ نے کہا نہ روؤ بہن شور و شین سے
میرا تو چین بس ہے تمہارے ہی چین سے
دنیا پھری ہے فاطمہؑ کے نورِ عین سے
اِن کو بھی تم چھڑاتی ہو یکس حسینؑ سے
چھُٹ جائیں گے یہ لال تو سب جان کھوئیں گے
یہ ہے خوشی تمہاری تو اِن کو بھی روئیں گے

بیٹی نے فاطمہؑ کی کیا شکرِ کردگار
تسلیم کر کے شہؑ کو اُٹھے دونوں گُلعِذار
زینبؑ نے بڑھ کے زُلفیں سنوارِیں بصد وقار
باندھے عمامے صاف کیا چہروں کا غُبار
جانبازوں نے کمر جو کسی جھوم جھوم کے
مادر بَلائیں لینے لگی منہ کو چُوم کے

بولیں کہ جاؤ حشر بپا کر کے آئیو
سُتھراؤ کر کے خوں میں صفیں بھر کے آئیو
منہ پھیر کے نہ سامنے مادر کے آئیو
شمرِ شقی کو مار کے یا مَر کے آئیو
پہرا ہو چاہے لاکھ سپاہِ کثیر کا
خنجر تو بڑھ کے چھین ہی لینا شریر کا

مَر کے جو آؤ گے تو صدا دُوں گی میں تمہیں
کوثر امامؑ دِیں سے دِلا دوں گی میں تمہیں
رو رو کے میتوں پہ دعا دوں گی میں تمہیں
بہرِ کفن خود اپنی رِدا دوں گی میں تمہیں
اے دلبرانِ جعفرؑ طیار الوداع
بچّے پکارے مادرِ غمخوار الوداع

مسلمؑ کے لال جبکہ شہیدِ جفا ہوئے / نسیمؔ امروہویؒ

رن میں زینبؑ کی جو آغوش کے پالے آئے

رَن میں زینبؑ کی جو آغوش کے پالے آئے
دونوں کس شان سے ہتھیار سنبھالے آئے
گھوڑے چمکاتے ہِلاتے ہوئے بھالے آئے
قتل کرنے کو سواروں کے رِسالے آئے
جا پڑے شیر چمکتی ہوئی تلواروں میں
گھِر گئے دونوں جری لاکھ سمگاروں میں

کہاں دو طفل صغیر اور کہاں لاکھ عدو
لڑے اِس درجہ کہ شل ہوگئے دونوں بازو
برچھیاں ماریں لعینوں نے جو پاکر قابو
ڈگمگانے لگے رہواروں پہ وہ تشنہ گلو
مثلِ گُل ڈوب گئے خون میں جامے اُن کے
منہ پہ سہرے ہوئے کٹ کٹ کے عمامے اُن کے

ضعف سے ہر نے پہ جُھک جُھک کے جو سنبھلے کئی بار
غل مچانے لگے میدان میں تب ظلم شِعار
لو مبارک ہو کہ مارے گئے یہ سینہ فگار
گرتے ہیں گھوڑوں سے حضرت کی بہن کے دلدار
ٹکڑے ٹکڑے ہیں بدن زخم بہت کھائے ہیں
پاؤں دونوں کے رکابوں سے نکل آئے ہیں

دی یہ حضرت نے صدا تھام کے ہاتھوں سے جگر
چار آنکھیں مِری تم سے نہیں ہوتیں خواہر
اہلِ کیں رن میں یہ غل کرتے ہیں خوش ہو ہو کر
ٹکڑے تیغوں سے ہوئے زینبؑ بیکس کے پسر
نہیں معلوم وہ نرغے میں کہاں ہیں خواہر
بھانجے آنکھوں سے ماموں کی نہاں ہیں خواہر

ابھی زینبؑ سے یہ کہتے تھے شہِؑ کرب و بلا
اور کھڑی ہاتھوں سے سَر پیٹتی تھی وہ دُکھیا
اتنے میں بھانجوں کی آئی یہ حضرتؑ کو صدا
لو غلاموں کی خبر اے خلَفِ شیرِ خدا
تن سے ہم دونوں کے سَر کٹنے کی تیاری ہے
اے مددگارِ جہاں ، وقتِ مددگاری ہے

یہ صدا سنتے ہی دوڑے گئے رن میں شہِؑ دیں
نہ فلک سُوجھتا تھا اور نہ آنکھوں سے زمیں
مِیان سے تیغ جو لی ہٹ گئے آگے سے لعیں
خوں میں غلطاں نظر آئے اُنہیں وہ ماہ جبیں
خاک پر گِر کے بصد درد پکارے شبیرؑ
ہائے اے بھانجو قربان تمہارے شبیرؑ

کبھی گھبرا کے محمدؑ کے قریں جاتے تھے
عونؑ کے پاس کبھی روتے ہوئے آتے تھے
خوں بھری زلفیں کبھی چہرے سے سَرکاتے تھے
زخمی بازو کو ہِلا کر کبھی چونکاتے تھے
کبھی چِلّاتے تھے کیوں غش میں ہو تسلیم کرو
اُٹھو اے بھانجو ہم آئے ہیں تعظیم کرو

سُن کے ماموں کی صدا ہوش میں دونوں آئے
دیکھ کر شاہؑ کا منہ قدموں پہ سر نیوڑھائے
بھر کے اشک آنکھوں میں یہ بات زباں پر لائے
شکر صد شکر کہ حق نے یہ قدم دِکھلائے
کوئی حسرت نہ رہی اے شہِؑ مَرداں ہم کو
ماں سے ملنے کا فقط رہ گیا ارماں ہم کو
رن میں زینبؑ کی جو آغوش کے پالے آئے

جب زخم کھا کے بنتِ علیؑ کے پسر گرے

جب زخم کھا کے بنتِ علیؑ کے پسر گرے
جلتی زمیں پہ تشنہ جگر خوں میں تر گرے
غل پڑگیا کہ خاک پہ رشکِ قمر گرے
سُن کر حسینؑ قلب و جگر تھام کر گرے
عباسؑ دل پہ داغِ الم کھا کے رہ گئے
جعفرؑ کے پھول دشت میں مُرجھا کے رہ گئے

باجے بجے سپاہِ عدو میں جو ایک بار
ڈیوڑھی پہ آکے کہہ گئے اکبرؑ بحالِ زار
اے بی بیو ، مِری پھوپی اماں سے ہوشیار
گُرزوں سے فرقِ عونؑ و محمدؑ ہوئے فگار
آئے تھے ہم بھی صرف خبر کے سنانے کو
جاتے ہیں شہؑ غریبوں کے لاشے اُٹھانے کو

خیمے میں یاں تڑپتی رہیں زینبؑ حزیں
لاشوں پہ بھانجوں کے وہاں پہنچے شاہِؑ دیں
دیکھا کہ غش ہیں خاک پہ دونوں وہ مہ جبیں
بہتا ہے خون ، بات کی طاقت ذرا نہیں
ڈھالیں گری ہیں چھُٹ کے دلیروں کے ہاتھ سے
قبضے مگر چھُٹے نہیں شیروں کے ہاتھ سے

شانے ہِلا ہِلا کے پکارے شہِؑ ہُدا
ماموں نثار ہوش میں آؤ تو اک ذرا
کچھ حالِ دل سناتے ہوئے جاؤ میں فدا
یہ سُن کے دونوں شیروں نے کیں آنکھیں نیم وا
دیکھا رُخِ امامؑ تو گھبرا کے رہ گئے
یاد آگئی وہ بات کہ تھّرا کے رہ گئے

مولا نے پیار سے کہا ہیں ہیں ، یہ کیا کیا
لرزاں ہیں جسم کس کا تمہیں ڈر ہے میں فدا
شہؑ کے قدم پکڑ کے پکارے وہ مہ لقا
دھڑکا ہمیں یہ ہے کہیں اَمّاں نہ ہوں خفا
زحمت ہوئی امامِ فلک بارگاہ کو
سمجھیں نہ وہ کہ ہم نے بُلایا ہے شاہؑ کو

جب زخم کھا کے بنتِ علیؑ کے پسر گرے / نسیمؒ

☆☆☆☆☆

اعجازؔ رحمانی

اے چارہ گرو خاکِ نجف ڈھونڈھ کے لاؤ
تم سے مِرے زخموں کا مُداوا نہیں ہوگا

نصیرؔ ترابی

یمِ فرات رواں ہے میانِ دیدۂ و دل
نہ دامنوں کو خبر ہے نہ آستینوں کو

زینبؑ جو ننگے پاؤں کھڑی تھی قریبِ دَر

زینبؑ جو ننگے پاؤں کھڑی تھی قریبِ دَر
عباسؑ جا کے دیتے تھے یہ دَم بہ دَم خبر
روئیں نہ اب حضور ، مُہم ہو چکی ہے سَر
لاکھوں سے لڑ رہے ہیں غضب ، آپ کے پسر
زور آج پھر دِکھا دیا خیبر کُشائی کا
اب تو اُنہیں کے ہاتھ ہے میداں لڑائی کا

یہ ذکر تھا کہ بھائی کو حضرت نے دی صدا
عباسؑ آؤ گھر گئے زینبؑ کے دل رُبا
دوڑے صدا یہ سنتے ہی عباسِؑ باوفا
اَثنائے راہ میں علی اکبرؑ نے یہ کہا
زندہ رکھا فلک نے ، یہ آنسو بہانے کو
چلئے حضور جاتے ہیں لاشے اُٹھانے کو

پیاری بہن کے بیٹوں کا دیکھا جو شہؑ نے حال
تَن چاک چاک ہے ، گُلِ صد بَرگ کی مثال
اُلجھے ہیں پیچ کھائے ہوئے گیسوؤں کے بال
اودے ہیں ہونٹ چاند سے چہرے لہو سے لال
ماتھے ہیں شق سَروں سے عمامے بھی دُور ہیں
سب چھوٹی چھوٹی پسلیاں تیغوں سے چُور ہیں

چِلّائے گردنوں کے تلے ہاتھ دے کے شاہؑ
منہ سے مِلاؤ منہ کہ مِرا حال ہے تباہ
آنکھوں میں دَم تھا بولتے کیوں کر وہ رشکِ ماہ
روتے تھے نبض دیکھ کے عباسِؑ عرش جاہ
دنیا سے کُوچ کرتے تھے بچّے پلے ہوئے
ہاتھوں میں تھے حسینؑ کے منکے ڈھلے ہوئے

کچھ کچھ ابھی تھا دَم کہ اُنہیں لے چلے امامؑ
اک لاش کو تو آپ لئے تھے شہِؑ انام
اور ایک لاش ، حضرتِ عباسؑ نیک نام
خیمہ تھا سامنے کہ بِضاعت ہوئی تمام
جیتے نہ پہنچے ہائے غضب خیمہ گاہ میں
دونوں صغیر مرگئے اَثنائے راہ میں

چلّائے رو کے حضرتِ عباسؑ نامور
چھوٹا تمام ہوگیا یا شاہِ بحر و بَر
حضرت پکارے ہاتھ کلیجہ پہ مار کر
ہے ہے بڑا بھی مرگیا ویراں ہُوا یہ گھر
ماں منتظر ہے چاک گریباں کئے ہوئے
کس منہ سے جاؤں خیمے میں لاشے لئے ہوئے

زینبؑ جو ننگے پاؤں کھڑی تھی قریبِ دَر

رخصت ہُوا حسینؑ سے جب نوجواں پسر

رخصت ہُوا حسینؑ سے جب نوجواں پسر
کچھ دور ساتھ ساتھ چلے شاہِؑ بحر و بر
تاریک تھا زمانہ کچھ آتا نہ تھا نظر
پَٹّی بندھی تھی شفقتِ فطری کی ، آنکھ پر
ہر رکن کی تھی فکر شہِؑ مشرقین کو
روحِ خلیلؑ دیکھ رہی تھی حسینؑ کو

لڑتا رہا جَوان پسر دیکھتے رہے
تنہا پہ سینکڑوں کی نظر دیکھتے رہے
بارانِ تیغ و تیر و تبر دیکھتے رہے
دل تھر تھرا رہا تھا مگر دیکھتے رہے
اکبرؑ پہ وار پڑتے تھے جب فوجِ شام کے
رہ جاتے تھے حسینؑ کلیجے کو تھام کے

حسرت سے رَن میں جنگِ پسر دیکھتے تھے شاہؑ
زینبؑ کھڑی تھیں خیمے کے دَر پَر بہ اشک و آہ
دل پر تھے ہاتھ چہرۂ شبیرؑ پر نگاہ
پڑھتی تھیں رُوئے شاہؑ میں احوالِ رزم گاہ
جب دیکھتی تھیں بھائی کو خوش، مسکراتی تھیں
پڑتی تھی جب جبیں پہ شکن، کانپ جاتی تھیں

ہاتھوں سے دل کو تھام کے رَن کی طرف چلیں
جاتے تھے لڑکھڑاتے اُدھر خود بھی شاہِؑ دیں
دَم توڑتا تھا رَن میں جہاں اکبرؑ حزیں
زینبؑ وہاں حسینؑ سے پہلے پہنچ گئیں
آئے نظر جو زخم تنِ پاش پاش پر
تیورا کے گِر پڑیں علی اکبرؑ کی لاش پر

خیمے میں لاش آئی تو محشر ہُوا بپا
لیلیٰؑ بس اتنا کہہ سکیں آقا یہ کیا ہوا
عابدؑ تھے غش میں چونک پڑے ہوش آگیا
دیکھی جو لاش ہوگئے پھر غش میں مبتلا
مُڑ کر نظر مریض پہ ڈالی حسینؑ نے
کچھ سوچ کر نگاہ چرالی حسینؑ نے

شاید دیارِ شام کا منظر نظر میں تھا
زخمی گلے کے طوق کا لنگر نظر میں تھا
مظلوم قیدیوں کا مقدر نظر میں تھا
بے آسرا بہن کا کھلا سَر نظر میں تھا
بازو پہ رسّیوں کی گِرہ گڑتی جاتی تھی
کوڑوں کی سائیں سائیں کی آواز آتی تھی

رخصت ہُوا حسینؑ سے جب نوجواں پسر / شاہدؔ نقوی

اکبرؑ کی لاش جبکہ نہ پائی حسینؑ نے

اکبرؑ کی لاش جبکہ نہ پائی حسینؑ نے
ٹھوکر ہر ایک گام پہ کھائی حسینؑ نے
گِر کر زمیں پہ خاک اُڑائی حسینؑ نے
دل تھام کر یہ بات سُنائی حسینؑ نے
آنکھوں سے سُوجھتا نہیں مجھ دِل مَلول کو
اے ظالمو ، دِکھادو شبیہِ رسولؐ کو

کیونکر دِکھاؤں تم کو جو دِل کا ہے میرے حال
مہماں کے رنج و غم کا تمہیں چاہئے خیال
بازو پکڑ کے لے چلو جس جا ہے میرا لال
غربت پہ میری رحم کرو بہرِ ذُوالجلال
مضطر ہوں شکل اِس کی دِکھادو حسینؑ کو
فرزندِ نوجواں سے مِلادو حسینؑ کو

اے فوجِ ظلم باتو کے دلبر کو کیا کیا
بیکس کو تشنہ کام کو بے پَر کو کیا کیا
اے ظالمو ، شبیہِ پیمبرؐ کو کیا کیا
مِلتا نہیں پتہ ، علی اکبرؑ کو کیا کیا
رَستہ تو دو بتا کہ بھٹکتا ہوں راہ میں
کس نے گِرادیا میرے یوسفؑ کو چاہ میں

ملتا نہیں ہے لاشۂ فرزند اے کریم
ہے جانِ ناتواں پہ عجب صدمۂ عظیم
غلطاں ہے کس زمیں پہ مِرا گوہرِ یتیم
بیکس پہ رحم کر کہ تری ذات ہے رحیم
پھِر دیکھ لوں اِن آنکھوں سے اُس نورِ عین کو
بچھڑے ہوئے پسر سے ملادے حسینؑ کو

اکبرؑ کی لاش جبکہ نہ پائی حسینؑ نے

پہنچے پسر کی لاش پہ جب شاہِ بحر و بر

پہنچے پسر کی لاش پہ جب شاہِؑ بحر و بر
اکبرؑ پکارے اچھّا ، خدا حافظ اے پدر
ہچکی جو آئی تھام لیا ہاتھ سے جگر
انگڑائی لے کے رکھ دیا شہؑ کے قدم پہ سَر
آباد گھر لُٹا شہِؑ والا کے سامنے
بیٹے کا دَم نکل گیا بابا کے سامنے

زینبؑ نے دی صدا مِرا پیارا ہے کس طرف
اے آسماں وہ عرش کا تارا ہے کس طرف
اے ابرِ شام ، چاند ہمارا ہے کس طرف
اے ارضِ کربلا وہ سِدھارا ہے کس طرف
ہے ہے سِناں سے جان گئی میہمان کی
میّت ہے کس طرف مِرے کڑیل جوان کی

اے خوش جمال گیسوؤں والے ، کہاں ہے تو
ہے ہے مری غریبی کے پالے ، کہاں ہے تو
واری کہاں لگے تجھے بھالے ، کہاں ہے تو
کیوں کر پھوپھی جگر کو سنبھالے ، کہاں ہے تو
اٹھارواں برس ہے کہ موت آگئی تجھے
اے نورِ عین کس کی نظر کھاگئی تجھے

خیمے میں یاں تڑپتی تھی وہ سوختہ جگر
سب بی بیاں بھی محوِ بکا تھیں برہنہ سَر
نکلیں جو بے حواس اِدھر سے وہ نوحہ گر
آئے اُدھر سے لاش لئے شاہِؑ بحر و بر
دیکھا لہو رواں جو تنِ پاش پاش سے
سیدانیاں لپٹ گئیں اکبرؑ کی لاش سے

پہنچے پسر کی لاش پہ جب شاہِؑ بحر و بر / میر انیسؒ

چُھٹا جو شاہؑ سے پیری میں نوجواں فرزند

چُھٹا جو شاہؑ سے پیری میں نوجواں فرزند
حَسین و خوش قد و خوش رُو و خوش بیاں فرزند
سعید و عابد و ذی جاہ و رتبہ داں فرزند
پدر کے تَن کی تَواں سارے گھر کی جاں فرزند
بہار جس کی نہ دیکھی خزاں وہ باغ ہُوا
قیامت آگئی گھر شہؑ کا بے چراغ ہُوا

بدن سے جان چلی جسم تھرتھرانے لگا
پسینہ آگیا جی شہؑ کا سَنسنانے لگا
پسر جہاں سے چلا تَن سے زور جانے لگا
چلے جو رَن کو تو ہر گام پَر غش آنے لگا
کبھی اُٹھے تو کبھی کر کے آہ بیٹھ گئے
جگر میں درد یہ اُٹھا کہ شاہؑ بیٹھ گئے

تھما جو درد پکارے کہ ہائے ہائے پسر
ہزار حیف جئیں ہم ، جہاں سے جائے پسر
یہ کیا کہ ہم تلک آتی نہیں صدائے پسر
پدر کی زیست کہاں جب نظر نہ آئے پسر
پسر کے داغ نے خنجر گلے پہ پھیرا ہے
چراغ جس میں نہ ہووے وہ گھر اندھیرا ہے

خبر نہیں کہ تڑپتے ہو تم کہاں بیٹا
ہماری آنکھوں میں اندھیر ہے جہاں بیٹا
جُدا نہ ہو کبھی ماں باپ سے جواں بیٹا
پدر پہ ٹوٹ پڑا غم کا آسماں بیٹا
یہ داغ عالَمِ پیری میں دے گئے ہم کو
گِلہ یہ ہے کہ نہ ہمراہ لے گئے ہم کو

یہ بَین کرتے ہوئے رَن میں پہنچے جب شہِؑ دیں
تلاش کی پہ نہ بیٹے کی لاش پائی کہیں
ستم گروں کو پکارے کہ تاب مجھ کو نہیں
بتاؤ جلد کہاں ہے ہمارا ماہ جبیں
پدر کی گود کے پالے کو کیا کیا تم نے
ہمارے گیسوؤں والے کو کیا کیا تم نے

یہ سُن کے شاہؑ سے بولے وہ ظلم کے بانی
کسے بتائیں کہاں ہے وہ یوسفِ ثانی
دَمِ اخیر بھی اُس کو نہیں دیا پانی
ملے گی لاش نہ اب اے رسولؐ کے جانی
چِھدا ہے جس کا جگر وہ پسر تمہارا ہے
ابھی تو نیزے سے اُس نوجواں کو مارا ہے

کہا امام نے سَر پیٹ کر بحالِ تباہ
نہ گزرا خیر سے اٹھارواں بَرس واللہ
سِدھارا برچھی کا پھل کھا کے اکبرؑ ذی جاہ
تڑپ کے لاش پہ بیٹے کی ہم نہ مرگئے آہ
دَمِ اخیر وصیت بھی کچھ نہ کی باتوؔ
ہماری گود میں اکبرؑ نے جان دی باتوؔ

یہ سُن کے بانوئے بیکس پچھاڑیں کھانے لگی
سکینہؑ لاش پہ بھائی کے بِلبلانے لگی
سَر اپنا کھول کے زینبؑ بھی خاک اُڑانے لگی
صدائے شیون و ماتم فلک پہ جانے لگی
پڑے تھے خاک پہ کھائے سِناں علی اکبرؑ
حرم میں شور تھا ہے ہے جواں علی اکبرؑ

چُھٹا جو شاہؑ سے پیری میں نوجواں فرزند

جب دلبرِ زہراؑ کی شہادت کا دن آیا

جب دلبرِ زہراؑ کی شہادت کا دن آیا
پردیس میں مہماں کو لعینوں نے ستایا
انصار سے بھائی سے بھتیجے سے چھڑایا
مظلوم نے صبرِ اسدُ اللہ دِکھایا
سقّے کو ترائی میں سسکتے ہوئے دیکھا
ماتم میں سکینہؑ کو بلکتے ہوئے دیکھا

اکبرؑ بھی چلے رَن کو دلِ شاہِؑ ہُدا بھی
شبیرؑ بھی دیکھا کیے ، وہ ماہ لقا بھی
میدان میں نعرے بھی کئے اورؑ وَغا بھی
ہر زخم پہ کی بخششِ اُمت کی دعا بھی
ناگاہ اُٹھا شور یہ افلاک کے اوپر
لو گِر گئی تصویرِ نبیؐ خاک کے اوپر

سینے پہ سِناں کھا کے گِرا بانوؑ کا پیارا
خیمے کی طرف دیکھ کے بابا کو پکارا
یا شاہِؑ ہُدا آخری مُجرا ہو ہمارا
اب عازمِ فردوس ہے مشتاقِ نظارا
گو نیزے کا پھل رشتۂ جاں کاٹ چکا ہے
لیکن پئے دیدار دَم آنکھوں میں رُکا ہے

اے سیدِؑ ابرار ، خدا حافظ و ناصر
رُخصت ہے یہ ناچار ، خدا حافظ و ناصر
کنبے کے عزادار ، خدا حافظ و ناصر
ڈیوڑھی سے خبردار ، خدا حافظ و ناصر
ڈر ہے نہ مرے غم میں تڑپ کر نکل آئیں
اَمّاں نہ کہیں خیمے سے باہر نکل آئیں

جاتے تھے کبھی داہنی جانب شہؑ صفدر
گھبرا کے کبھی بائیں طرف مُڑتے تھے سَر وَرؑ
تھرا کے سنبھلتے تھے کبھی کھاتے تھے ٹھوکر
گِرتے تھے کبھی راہ میں دامن سے اُلجھ کر
رخ زرد تھا اور گیسوؤں میں خاک بھری تھی
عمّامہ لٹکتا تھا قبا ڈھلکی ہوئی تھی

مقتل میں ہر اک لاش پہ جُھک جاتے تھے سَر وَرؑ
بُو سونگھ کے کہتے تھے یہ میرا نہیں دلبر
ناگاہ مِلے خاک پہ غش میں علی اکبرؑ
دل تھام کے شہؑ بولے یہ ثانے کو ہِلا کر
دلبندِ رسولؐ الثقلین آیا ہے بیٹا
تعظیم کو اُٹھو کہ حسینؑ آیا ہے بیٹا

بابا کی صدا سُن کے ذرا ہوش جو آیا
تسلیم کو خود اُٹھ نہ سکے ہاتھ اُٹھایا
یارائے سخن دردِ جگر سے جو نہ پایا
حسرت کی نگاہوں سے یہ ارمان سُنایا
ہنگامِ وصیت ہے اَجل سَر پہ کھڑی ہے
بولا نہیں جاتا کہ سِناں دل میں گڑی ہے

شہؑ بولے اشارے کو میں سمجھا مِرے دلدار
نیزہ ترے سینے سے نکالے گا یہ ناچار
کیا کام لیا باپ سے آ اے مِرے جرار
منہ پھیر کے پھر خاک پہ بیٹھے شہِؑ ابرار
اک آہ جو فرزند جواں کھینچ کے تڑپا
صابر بھی کلیجے سے سِناں کھینچ کے تڑپا

میت سے اُٹھے شاہِؑ ہُدا سَر کو جُھکائے
سمجھا کے بہن کو حرمِ پاک میں لائے
پھر لاش اُٹھانے کے لئے دشت میں آئے
دشمن کو بھی اللہ یہ منظر نہ دِکھائے
دلبند کلیجے پہ سِناں کھائے پڑا تھا
بالیں پہ جگر تھامے ہوئے باپ کھڑا تھا

ریتی پہ وہ میت تھی کہ احمدؐ کی نشانی
کہتے تھے لبِ خشک کہ پایا نہیں پانی
ماتم کوئی کرتا تھا نہ واں مرثیہ خوانی
ارمان بھرے لاشے پہ روتی تھی جوانی
دیکھے یہ سماں کوئی تو کس طرح کَل آئے
شبیرؑ کی آنکھوں سے بھی آنسو نکل آئے

لاش اکبرؑ کی جو مقتل سے اُٹھا لائے حسینؑ

لاش اکبرؑ کی جو مقتل سے اُٹھا لائے حسینؑ
نوجواں کو صفِ اوّل سے اُٹھا لائے حسینؑ
چاند کو شام کے بادل سے اُٹھا لائے حسینؑ
جاں بلب شیر کو جنگل سے اُٹھا لائے حسینؑ
دی صدا لاشِ پسر آن کے لے جا باتوؑ
چھِد گیا برچھی سے اکبرؑ کا کلیجہ باتوؑ

دیکھ لے آخری دیدار پسر مرتا ہے
سامنے آنکھوں کے یہ نورِ نظر مرتا ہے
اب کوئی دَم میں ترا رشکِ قمر مرتا ہے
منہ سے باہر ہے زباں تشنہ جگر مرتا ہے
دَم ہے سینے میں رُکا زخموں سے خوں جاری ہے
ہائے بانوؑ ترا گھر لٹنے کی تیاری ہے

پہنچی خیمے میں جو حضرتؑ کی یہ پُر درد صدا
مضطرب ہوگئی ناموسِ رسولِؐ دوسرا
کہا چلّا کے سکینہؑ نے کہ ہے ہے بھیا
فضہؓ دوڑی سوئے در پھینک کے سر پر سے ردا
پیٹتی زینبِؑ مضطر نکل آئی باہر
بانوؑ گھبرا کے کھلے سر نکل آئی باہر

شاہؑ کے کاندھے پہ دیکھا علی اکبرؑ کو نڈھال
ہاتھ پھیلا کے یہ چلّائی کہ ہے ہے مرے لال
کیا غضب ہوگیا اے بادشہِ نیک خصال
راس آیا نہ مرے بچّے کو اٹھارواں سال
ٹکڑے تیغوں سے بدن ہوگیا سارا ہے ہے
کون تھا جس نے مرے شیر کو مارا ہے ہے

رو کے بانوؑ سے یہ فرمانے لگے سَرورؑ دیں
سَر نہ پیٹو ابھی زندہ ہے مِرا ماہ جبیں
سانس آتی ہے پہ ہر دَم ہے دَمِ باز پسیں
کوچ اُنکا بھی ہے اور ہم بھی ہیں مرنے کے قریں
سب چھٹے اب نہ رہا کوئی ہمارا بانوؑ
اِس جواں بیٹے کے غم نے ہمیں مارا بانوؑ

لاش اکبرؑ کی جو مقتل سے اُٹھا لائے حسینؑ

(بشکریہ سوز خواں سیّد ضیغم ہادی و خانوادۂ ہادی ناصری)

سیّد محمد رضا یاسؔ

ہے پیاسا اور لبِ دریا کھڑا ہے
وفا داری کی گویا انتہا ہے
نہ ہو محسوس پانی کی نمی تک
جری نے ایسے مشکیزہ بھرا ہے

(بشکریہ سوز خواں ظہور حیدر رضوی / آستانۂ رضاؑ)

پھری جو مومنو رَن سے سواری اکبرؑ کی

پھری جو مومنو رَن سے سواری اکبرؑ کی
پکاری والدہ ، ہم صورتِ پیمبرؐ کی
اِسی خیال میں ڈیوڑھی سے میں نہ تھی سَر کی
کہ پھر بھی دیکھ لوں تصویر اپنے دلبر کی
نہ دونگی اب کبھی رخصت نبیؐ کے ثانی کو
لگا رکھوں گی کلیجے سے اپنے جانی کو

کہاں ہے لال مِرا لاؤ پاس مجھ ماں کے
لگالوں سینے سے پوتے کو بی بی زہراؑ کے
یہ کہہ رہی تھی کہ سبطِ رسولؐ نے آکے
لِٹائی لاش بچھونے پہ سَر کو نیہوڑا کے
پکاری زینبؑ دل خستہ پیٹ کر سَر کو
سپاہِ شام نے جانے دیا نہ اکبرؑ کو

یہ شکل چاند سی سب خوں میں بھر گئی، ہے ہے
وہ شان اور وہ شوکت کدھر گئی ، ہے ہے
جگر سے اِس کے سِناں یوں گزر گئی ، ہے ہے
پھوپھی بھتیجے کے بدلے نہ مَر گئی ، ہے ہے
یہ مَرنے والا مِری آنکھ کا اُجالا تھا
چھٹی کے روز اِسے لیکے میں نے پالا تھا

یہ کہہ کے پیٹ کے سَر کو پچھاڑ جو کھائی
پکاری باتوؔ کہ اکبرؑ تمہاری لاش آئی
جواب دو مجھے قربان ہووے یہ دائی
میں دیکھوں برچھی کلیجے پہ کس جگہ کھائی
گئے تھے اچھے اور آئے لہولہان ہوئے
اِسی لڑائی کی خاطر تھے تم جوان ہوئے

میں اِس ارادے کے ہمت کے ہوگئی واری
نہ سمجھی تھی کہ ہے خلدِ بریں کی تیاری
یہ کہہ کے لاش سے بیٹے کی وہ فلک ماری
لگی زمیں پہ تڑپنے بہ نالہٴ و زاری
تڑپتے دیکھ کے اُن کو امام رونے لگے
شہید بیٹے کا لے لیکے نام رونے لگے

پھری جو مومنوں سے سواری اکبرؑ کی

☆☆☆☆☆

حضرتِ شاداںؔ دہلوی

بیٹھی ہوئی دیوار اُٹھانی ہوگی
گرتی ہوئی دستار اُٹھانی ہوگی
حق بھیک نہیں جو التجا سے مل جائے
اِس کے لئے تلوار اُٹھانی ہوگی

(بشکریہ سوز خواں چوہدری ساجد حسین زیدی وثاقب)

جب لاشۂ پسر کو اُٹھایا حسینؑ نے

جب لاشۂ پسر کو اُٹھایا حسینؑ نے
سینے سے لختِ دل کو لگایا حسینؑ نے
آنکھوں سے بحرِ اشک بہایا حسینؑ نے
رو رو کے یہ بہن کو سُنایا حسینؑ نے
تیرِ اَلم جگر پہ ضعیفی میں کھائے ہیں
میّت جوان بیٹے کی ہم لے کے آئے ہیں

یہ سُن کے اہلِ بیتؑ میں محشر ہُوا عیاں
دوڑیں حواس باختہ خیمے سے بی بیاں
مسند پہ لاش شہؑ نے لِٹائی بصد فُغاں
میّت پہ گِر کے بانوؑ یہ کرنے لگیں بیاں
کس نے مِٹا دِیا مِرے نام و نشان کو
کس کی نظر لگی مِرے کڑیل جوان کو

آواز ایک سمت سے آئی بحالِ زار
جلد آیئے امامِ اُمم شیرِ کردگار
سنتے ہی اِس صدا کے ہوئے شاہؑ بے قرار
خیمے کے دَر پہ آئے جو مولائے نامدار
دیکھا کہ ایک شخص کھڑا بے حواس ہے
ناقے پہ وہ سوار ہے لیکن اُداس ہے

شہؑ نے کہا تو کون ہے اے غم کے مبتلا
یہ سُن کے اُترا ناقے سے وہ مردِ باوفا
کی عرض میں ہوں خادمِ اولادِ مرتضیٰؑ
شاہِ حلَب نے بھیجا ہے آگاہ ہے خدا
دیتا ہے جان ، شکلِ پیمبرؐ کے واسطے
کچھ تحفے اُس نے بھیجے ہیں اکبرؑ کے واسطے

رو کر کہا حسینؑ نے اکبرؑ تو مر گیا
تحفے کا لینے والا جہاں سے گزر گیا
ہم سے بچھڑ کے آج وہ دادا کے گھر گیا
پیری میں وہ جواں ہمیں برباد کر گیا
سُنتا ہے تو جو خیمے میں غُل شور و شین کا
ماتم یہ ہورہا ہے اُسی نورِ عین کا

دولت ہماری لُٹ گئی اٹھارہ سال کی
میّت پڑی ہے خیمے میں بانوؑ کے لال کی
خوں میں بھری ہے شکل مِرے مہ جمال کی
شادی بھی ہو نہ پائی تھی اُس خوش خصال کی
شاہِ حلب سے جا کے تو اظہار کیجیو
اِن تحفوں پَر تُو فاتحہ اکبرؑ کا دیجیو

جب لاشۂ پسر کو اُٹھایا حسینؑ نے

پہنچا جو رن میں شبرؑ ذی جاہ کا پسر

پہنچا جو رَن میں شبرؑ ذی جاہ کا پسر
جُحت تمام کرکے وَغا کی بہ کرّ و فر
اَرزَق کو دی وہ زَک کہ جھکے نامیوں کے سَر
ماں سُن کے بولی شکر خداوندِ بحر و بَر
کنبے میں بات رہ گئی وہ کام ہوگیا
بِن باپ کے پسر کا بڑا نام ہوگیا

باتیں یہ ہورہی تھیں حرم میں کہ ایک بار
قاسمؑ پہ مِل کے ٹوٹ پڑی فوجِ نابکار
سمٹے اِدھر اُدھر سے ہزاروں زُبوں شِعار
چاروں طرف سے پڑنے لگے تشنہ لب پہ وار
حربے لئے تھے قُرب میں جو بد شُعور تھے
پتھر وہ مارتے تھے جو مجمع سے دُور تھے

گِرتے ہی خاک پَر جو ہُوا غش وہ مہ لقا
فوجِ عدو میں فتح کے باجوں کا غُل ہُوا
ماں نے صدا سنی تو یہ دل تھام کر کہا
میری کمائی نیگ لگی شکر کبریا
بچّے پہ میرے مہر ہوئی ذُوالجلال کی
لو بی بیو برات چڑھی میرے لال کی

پہنچے جو لاشِ ابنِ حسنؑ پر بحالِ زار
دیکھا کہ سَر کو کاٹنے والے ہیں بدشِعار
غصے سے کانپنے لگے عباسِؑ نامدار
للکار کر بڑھے صفتِ شیرِ کردگار
بھاگے عدو جو ڈر کے تو نقشہ بدل گیا
ہَل چَل میں اُس یتیم کا لاشہ کچل گیا

روتے ہوئے قریب جو آئے شہِؑ ہُدا
دیکھے تمام عضوِ بُریدہ جُدا جُدا
ہاتھوں سے دل پکڑ کے کہا وا محمدؐا
اُمت کا یہ سلوک تو دیکھو پئے خدا
ابنِ حسنؑ کی جان پہ صدمے گزر گئے
لو نانا جان قاسمِؑ ناشاد مر گئے

پہنچا جو رَن میں شبرِؑ ذی جاہ کا پسر / نسیمؔ امروہوی

(بشکریہ سوز خواں انیس زیدی ابوطالبی)

افتخارؔ عارف

وہی پیاس ہے وہی دشت ہے وہی گھرانا ہے
مشکیزہ سے تیر کا رشتہ بہت پرانا ہے

گھوڑے سے جبکہ قاسمؑ گلگوں قبا گِرا

گھوڑے سے جب کہ قاسمؑ گلگوں قبا گِرا
غُل پڑ گیا نبیرۂ مشکل کشا گِرا
صفدر جری بہادر و شیرِ وَغا گِرا
خوں میں نہا کے لختِ دلِ مجتبیٰؑ گِرا
گِرتے ہی فوجِ ظلم کا مجمع بہم ہُوا
زخمی پَر آہ نرغۂ فوجِ ستم ہُوا

مارا کسی نے پشت پہ نیزے کو تان کے
کھٹکی سِنانِ ظلم کلیجہ میں آن کے
کوئی تبر لگا گیا مظلوم جان کے
تیغہ کسی کا چل گیا سَر پَر جوان کے
پہلو بھی دونوں ہاتھ بھی یکسر فگار تھے
دولھا کا ایک جسم تھا حربے ہزار تھے

حضرت کو دی صدا کہ چچا جان آیئے
خادم ہُوا حضور پہ قربان آیئے
دنیا میں کوئی دَم کا ہُوں مہمان آیئے
سَر کاٹنے کا ہوتا ہے سامان آیئے
جلّاد پہنچے تیغِ دو پیکر لئے ہوئے
قاتل کھڑے ہیں ہاتھ میں خنجر لئے ہوئے

دَم توڑنے لگا جو یہ کہہ کر وہ دل فگار
طبلِ ظفر بجا صفِ اعدا میں ایک بار
دوڑے اِدھر سے تیغ بکف شاہِؑ نامدار
گھوڑوں سے روندنے لگے لاشے کو واں سوار
سب ٹکڑے ٹکڑے سینۂ پُر نور ہو گیا
ٹاپوں سے مرکبوں کی بدن چُور ہو گیا

پہنچے حسینؑ لاش پہ جس دَم بچشمِ نم
اَٹکا ہُوا تھا آنکھوں میں ابنِ حسنؑ کا دَم
سَر اپنا پیٹ کر یہ پکارے شہِؑ اُمَم
قاسمؑ اُٹھو کہ آئے ہیں مِلنے کو تم سے ہم
موڑو نہ آنکھ فاطمہؑ کے نورِ عین سے
باتیں تو کچھ کرو دَمِ آخر حسینؑ سے

کیا بولتے کہ موت نے تھا بے خبر کیا
سیدھی نہ آنکھ کی نہ منہ اپنا اُدھر کیا
ہچکی کے درد نے تہہ و بالا جگر کیا
بس مسکرا کے باغِ جہاں سے سفر کیا
حضرت چلے اُٹھا کے تَنِ پاش پاش کو
کاندھا دیا چچا نے بھتیجے کی لاش کو

گھوڑے سے جبکہ قاسمؑ گلگوں قبا گِرا

قریبِ لاشۂ قاسمؑ جو پہنچے سرورؑ دیں

قریبِ لاشۂ قاسمؑ جو پہنچے سَرورِؑ دیں
تو ایسے حال میں آیا نظر وہ جسمِ حسیں
کہ تھوڑی دیر تو آ ہی سکا نہ دل کو یقیں
کہیں تھا کچلا ہوا جسم ، دست و پا تھے کہیں
اک آہ بھر کے شہِؑ دیں زمیں پہ بیٹھ گئے
جہاں کھڑے تھے لرز کر وہیں پہ بیٹھ گئے

لبوں پہ صبر کی بندش تھی دل میں حشر بپا
اُٹھائے بڑھ کے زمیں سے کٹے ہوئے اعضا
نہ جانے کیسے تنِ منتشر کو جمع کیا
عبا پہ رکھ کے اُٹھایا جنازہ قاسمؑ کا
لرزتے ہاتھوں پہ جیسے پہاڑ اُٹھائے ہوئے
چلے حسینؑ سُوئے خیمہ سَر جُھکائے ہوئے

مگر یہ سوچتے جاتے تھے دل میں سبطِ نبیؐ
میں جب چلا تھا تو خیمے کے در پہ تھیں بھابھی
حرم میں پہنچوں گا جب لے کے لاش، قاسمؑ کی
بجائے لاش وہ دیکھیں گی خوں بھری گٹھڑی
پسر کو دیکھ کے یوں پائمال کیا ہوگا
ہے غیر حال مِرا، ماں کا حال کیا ہوگا

حرم میں پہنچے تو دیکھا کہ حشر ہے برپا
بِلک رہی ہے سکینہؑ خموش ہے کبریٰؑ
تڑپ کے ماں نے سُوئے لاشۂ پسر دیکھا
جگر کو تھام کے بولیں یہ کیا ہُوا بھیّا
میں یہ تو جانتی تھی سَر کٹائیں گے قاسمؑ
یہ کیا خبر تھی کہ یوں واپس آئیں گے قاسمؑ

کہا امام نے بھابھی نہ کیجے اِس کا ملال
ہُوا شہیدوں میں ممتاز آپ کا یہ لال
نہیں ہے قسمتِ قاسمؑ ہی جسم کا یہ حال
ہماری لاش بھی ہوگی اِسی طرح پامال
وہی ہماری بھی ہوگی جو اِن کی حالت ہے
حسینؑ ہو کہ حسنؑ سب کی ایک قسمت ہے

خدا کا شکر کرو لاشِ قاسمؑ آ تو گئی
ہماری لاش تو لائے گا بھی نہ رَن سے کوئی
پھر اِس پہ ہوگا یہ طُرفہ ستم بھی اے بھابھی
کہ نوچ لے گی لباسِ بدن بھی فوجِ شقی
جھلستی ہوگی ہَوا ، دھوپ بھی کڑی ہوگی
ہماری لاش یوں ہی دشت میں پڑی ہوگی

قریب لاشۂ قاسمؑ جو پہنچے سَرورِؑ دیں / شاہدؔ نقوی

مشک بھر کر سُوئے خیمہ جو علمدار چلے

مشک بھر کر سُوئے خیمہ جو علمدار چلے
روکنے کیلئے رستہ ، ستم اطوار چلے
یہ بہ سُرعت جو اُڑاتے ہوئے رَہوار چلے
تیر برساتے ہوئے لاکھ ستمگار چلے
اب لڑیں یا عَلَم و مشک سنبھالیں عباسؑ
باگ لیں گھوڑے کی یا تیر نکالیں عباسؑ

ہائے لاکھوں وہ شقی اور وہ تنہا جرار
اے دل افگار کے سقّے تِری جرأت کے نثار
اِس طرح مشک کو دانتوں میں دبایا اک بار
جس طرح شیرِ غضبناک کے منہ میں ہو شکار
وار پڑتے ہیں تو یہ سَر کو جُھکا لیتے ہیں
مَشک کو سینۂ زخمی سے چُھپا لیتے ہیں

دل میں کہتے ہیں کہ یا حیدرؑ صفدر آؤ
بچی مَر جائیگی مشکیزے کو تیروں سے بچاؤ
کبھی فرماتے ہیں اے شامیو یہ قہر نہ ڈھاؤ
سَر مِرا کاٹ لو پَر مَشک کو ناوک نہ لگاؤ
قتل کے بعد بھی عباسؑ کو ایذا دینا
پر سکینہؑ کی امانت اُسے پہونچا دینا

تھے اِسی طرح سُوئے خیمۂ شبیرؑ رواں
یک بیک چشمِ مبارک میں گڑا اک پیکاں
تیر کھاکر ابھی سنبھلا بھی نہ تھا شیرِ ژیاں
ناگہاں مشک چھِدی سَر پہ لگا گُرزِ گراں
خون بہتا رہا جب تک تو نہ زِنہار گرے
بہہ گیا آب تو ریتی پہ علمدار گرے

مشک بھر کر مُوئے خیمہ جو علمدار چلے

منہ سے بے ساختہ نکلی یہ غم انگیز صدا
السلام اے جگر و جانِ بتولؑ عذرا
السلام اے پسرِ بادشہِؑ عقدہ کشا
السلام اے ثمرِ باغِ رسولؐ دوسرا
چھوڑ کے سیدِ والا کے قدم جاتے ہیں
اب سکینہؑ سے خبردار کہ ہم جاتے ہیں

یہ صدا سنتے ہی مولا نے جگر کو تھاما X
ضعفِ پیری نے شہِؑ جنّ و بشر کو تھاما
غش جو آیا علی اکبرؑ نے پدر کو تھاما
درد نے اُٹھ کے مسافر کی کمر کو تھاما
روکے فرمایا اخی تم بھی مجھے چھوڑ چلے
ہائے پردیس میں بیکس کی توڑ چلے

اے میرے قوت بازو میرے بابا کے نشاں
ابھی زندہ ہو کہ جنت میں گئے بھائی جاں
سُن کے یہ ہوش جو آیا تو کہا میں قرباں
عبدِ ناچیز کی تسلیم ، امامِ دو جہاں
نہر پر آنے کی تکلیف جو فرمائی ہے
آپ کے ساتھ سکینہؑ تو نہیں آئی ہے

بولے شبیرؑ وہ ڈیوڑھی پہ کھڑی روتی ہے
آپ کی یاد میں بیتاب ہے جاں کھوتی ہے
دَم بہ دَم پیاس کی ایذا جو سِوا ہوتی ہے
نہر کو تکتی ہے اور اشکوں سے منہ دھوتی ہے
بولے عباسؑ کہ خادم پہ ترس کھایئے گا
اب مری لاش کو خیمے میں نہ لے جایئے گا

مشک بھر کر سُوئے خیمہ جو علمدار چلے / نسیمؔ

جب ہُوئے بازوئے عباسؑ قلم دریا پر

جب ہوئے بازوئے عباسؑ قلم دریا پَر
گِر کے ٹھنڈا ہُوا حضرت کا عَلَم دریا پَر
غرقِ خوں ہوگیا وہ بحرِ کرم دریا پَر
غُل تھا زخمی ہُوا سقائے حرم دریا پَر

مشک کو دانتوں میں پکڑے ہوئے یوں لاتا ہے
دَہَنِ شیر میں جس طرح شکار آتا ہے

غش کی آمد ہے جگر سوزِ عطش سے ہے کباب
ہیں جو بے دست ٹھہرتی نہیں پاؤں میں رَکاب
پیاسے بچوں کے لئے سینے میں دل ہے بے تاب
غم یہی ہے کہ کہیں مَشک سے ضائع نہ ہو آب

تیر پیہم جو کمانوں سے چلے آتے ہیں
یا علیؑ کہتے ہیں اور مَشک پہ جُھک جاتے ہیں

کر کے منہ سوئے نجف کہتے تھے با دیدۂ تر
یا علیؑ لیجئے مجھ بے کس و مضطر کی خبر
اے شہِؑ عقدہ کشا بادشہِؑ جنّ و بشر
چاہتا ہوں میں کہ اِس مشک کو پہنچے نہ ضَرر
آپ کے بیٹے کا شیدا ہوں مدد لازم ہے
آپ کی پوتی کا سقّہ ہوں مدد لازم ہے

اَسپ سے کہتے تھے عباسؑ یہ با چشمِ پُر آب
یاں سے لے چَل مجھے اے اسپِ وفادار شِتاب
پیاسے ہوویں گے جو سیراب تو ہووے گا ثواب
کہیں ایسا نہ ساری مِری محنت ہو خراب
ہائے کیا جانیے کیا بچوں کی حالت ہوگی
مرگئی پیاسی سکینہؑ تو قیامت ہوگی

جب سُوئے بانوئے عباسؑ قلم دیا بَدَر
[redacted]

تیغ کا وار جو عباسؑ کے شانے پہ لگا

تیغ کا وار جو عباسؑ کے شانے پہ لگا
کٹ کے بازوئے علمدار زمیں پر آیا
دوسرے ہاتھ میں مشکیزے کو آخر تھاما
اور گھوڑے کی بھی رفتار کو کچھ تیز کیا
یاد آنے لگی بچوں کی اُنہیں پیاس بہت
آبدیدہ ہوئے اِس صدمے سے عباسؑ بہت

دفعتاً دوسرے بازو پہ بھی اک وار لگا
اور وہ ہاتھ بھی شانے سے قلم ہو کے گِرا
مشک کو دانتوں سے عباسِؑ جری نے تھاما
فاصلہ خیمۂ اطہر کا نہ کم ہوتا تھا
کہہ رہے تھے یہ فرس سے کہ خدارا جلدی
مجھ کو تو خدمتِ شبیرؑ میں پہنچا جلدی

ناگہاں مشک پہ آ کر لگا اک تیرِ جفا
آخرش بہہ گیا پانی وہ زمیں پہ سارا
بہتے پانی کو دِلاور نے بہ حسرت دیکھا
اور اِس صدمے سے عباسؑ کا دل ٹوٹ گیا
ٹوٹی امید جو پیاسوں کی بصد یاس گِرے
ضرب اک سَر پہ لگی گھوڑے سے عباسؑ گِرے

گِرتے ہی خاک پہ غازی نے کہا اَدرِکنی
المدد لختِ دلِ عقدہ کشا اَدرِکنی
المدد اے پسرِ شیرِ خدا اَدرِکنی
ہو کرم مجھ پہ اب اے شاہِؑ ہُدا اَدرِکنی
خالقِ کل کا یہ احسان ہُوا ہے آقا
یہ غلام آپ پہ قربان ہُوا ہے آقا

سُن کے عباسؑ کی آواز چلے شاہِؑ ہُدا
راہ میں دستِ بُریدہ جو ملے اُن کو لیا
کبھی سینے سے لگایا کبھی اُن کو چوما
آئے عباسؑ کے نزدیک امامِ دوسَرا
خاک اور خون میں غلطاں نظر آئے عباسؑ
پھِر بھی مطلق نہ پریشاں نظر آئے عباسؑ

شاہِؑ دیں بیٹھ گئے جلتی ہوئی ریتی پَر
اپنے زانو پہ رکھا پیار سے عباسؑ کا سَر
آنکھ سے کھینچ کے اک تیِر کو بولے سَرورؑ
بھائی کو چھوڑ کے تم باندھتے ہو رَختِ سفر
آج پردیس میں تقدیر ہمیں لوٹ گئی
زور بازو کا گھٹا اور کمر ٹوٹ گئی
تیغ کا وار جو عباسؑ کے شانے پہ لگا

جب زانوئے حسینؑ پہ عباسؑ مرگئے

جب زانوئے حسینؑ پہ عباسؑ مرگئے
صدمے غضب کے سبطِ نبیؐ پر گزر گئے
خنجر الم کے دل سے جگر تک اُتر گئے
چلّاتے تھے کہ شیر ہمارے کدھر گئے
وا حسرتا کہ بیکس و بے یار ہوگئے
سَر کیسے پیٹیں ہاتھ تو بے کار ہوگئے

اکبرؑ نے رو کے عرض یہ کی اے شہِ زماں
رونے سے اب ملیں گے نہ حضرت کے بھائی جاں
لے چلئے گھر میں لاشِ علمدارِ نوجواں
ایسا نہ ہو نکل پڑیں خیمے سے بی بیاں
دَریا پہ ننگے سَر کہیں بنتِ علیؑ نہ آئے
بچّوں کو ساتھ لے کے سکینہؑ چلی نہ آئے

چادر اُوڑھا کے واں سے امامؑ اُمم چلے
فرمایا لو کریم نگہبان ہم چلے
اکبرؑ تو آگے لے کے وہ پُر خوں علم چلے
سَر ننگے پیچھے سیّدِ عالی ہمَم چلے
جنگل میں شورِ نالہ ٔ و فریاد و آہ تھا
حضرت کے پیچھے اَسپِ علمدارِؑ شاہ تھا

سمجھے یہ سب کہ بازوئے عباسؑ کٹ گئے
سیدانیوں کے تَن سے لہو اور گھٹ گئے
بچوں کے ننھے ننھے جگر غم سے پھَٹ گئے
رَنگ اُڑ گئے اَلَم سے کلیجے اُلٹ گئے
ہر دل پہ بَرقِ رنج و غم و یاس گِر پڑی
خیمے کے دَر پہ زوجۂ عباسؑ گِر پڑی

جب زانوئے حسینؑ پہ عباسؑ مر گئے

زینبؑ سے رو کے کہنے لگے سَرورِ زمن
لے کر نشاں کو جائے کہاں اب یہ بے وطن
اب تو نہ فوج ہے نہ علمدارِ صف شکن
گھر لُٹ گیا عَلَم کو بڑھاؤ اب اے بہن
لو یہ نشانیٔ شہِؑ دُلدل سوار لو
پٹکا عَلَم کا کھول لو پنجہ اُتار لو

چھوٹا یہ شہؑ سے کہتا تھا آنسو بہا بہا
بابا ہمارے گھر میں کب آئیں گے اے چچا
آیا عَلَم پھِر اُن کے نہ آنے کہ وجہ کیا
چھوٹے سے رو کے تب یہ بڑے بھائی نے کہا
اَمّاں کی مانگ اُجڑ گئی صدمے گزر گئے
بھیا تمہیں خبر نہیں بابا تو مر گئے
جب زانوئے حسینؑ پہ عباسؑ مر گئے

شبیرؑ جبکہ رَن سے چلے سُوئے خیمہ گاہ

شبیرؑ جبکہ رَن سے چلے سُوئے خیمہ گاہ
مشک و عَلَم کو جُھک کے اُٹھایا بہ اشک و آہ
دل تھام کر کٹے ہوئے بازو پہ کی نگاہ
سَر تا قدم حسینؑ ہیں اک مستقل کراہ
لے کر تبرکاتِ علمدارِ کربلا
سُوئے خیام جاتا ہے سالارِ کربلا

گِرتے سنبھلتے آ ہی گیا خیمۂ حرم
وہ رُک گئے حسینؑ کے بڑھتے ہوئے قدم
زینبؑ کھڑی ہے خیمے کے دَر پر بچشمِ نم
شبیرؑ کہہ رہے ہیں بہن لَوٹ آئے ہم
زینبؑ ہمارا بھائی خفا ہم سے ہو گیا
شیرِ خدا کا شیر تَرائی میں سو گیا

سَر پیٹ کے یہ کہتی تھی زینبؑ جگر فگار
عباسؑ میرے شیر کہاں ہو بہن نثار
تم ہو حفاظتِ حرمِ شہؑ کے ذمہ دار
بھیا میں کتنی دیر سے کرتی ہوں انتظار
بچّے یہ کہہ رہے ہیں اُنہیں جامِ آب دُوں
بھیا تمہی بتاؤ اُنہیں کیا جواب دُوں

یہ رات کے اندھیرے یہ صحرا اب آ بھی جاؤ
جنگل میں ہم غریب ہیں تنہا اب آ بھی جاؤ
بھیا بلک رہی ہے سکینہؑ اب آ بھی جاؤ
کیا آج رات دو گے نہ پہرہ اب آ بھی جاؤ
کہتے تھے ہر بَلا سے مجھے تم بچاؤ گے
کیا قید ہو کے جاؤں گی اُس وقت آؤ گے

شبیرؑ جبکہ رَن سے چلے سُوئے خیمہ گاہ/شاہدؔ نقوی

لکھا ہے جب کوئی حامی نہ شاہؑ دیں کا رہا

لکھا ہے جب کوئی حامی نہ شاہؑ دیں کا رہا
اور آپ ظلم کی فوجوں میں رہ گئے تنہا
ہجومِ یاس نے چاروں طرف سے گھیر لیا
تو ناگہاں درِ خیمہ سے آئی رن میں صدا

خبر لو جلد شہؑ کربلا دُہائی ہے
تمہارے بچے کو جھولے میں نیند آئی ہے

یہ سُن کے خیمے کی جانب گئے امامؑ ہُدا
قریب جھولے کے پہنچے تو رُو کے فرمایا
معاف کیجیو بیکس پدر کو اے بیٹا
کہ ایک پانی کا قطرہ تمہیں پِلا نہ سکا

خدا گواہ بہت تم سے شرمسار ہوں میں
یقیں کرو علی اصغرؑ کہ بے قرار ہوں میں

یہ کہہ کے روئے بہت اور پسر کو پیار کیا
اُٹھایا جھولے سے حضرت نے اپنا ماہ لقا
ٹپک پڑے تھے جو چہرے پہ اشکِ شاہِؑ ہُدا
وہ سمجھا پانی ہے بچے نے منہ کو کھول دیا
تری جو اشکوں کی پائی تو مسکرانے لگا
زبانِ خشک کو ہونٹوں پہ وہ پھرانے لگا

کہا حسینؑ نے پانی تمہیں پِلا لائیں
چلو گے نانا کی اُمت کے پاس لے جائیں
ستم گروں کو یہ حالت تمہاری دِکھلائیں
صغیر جان کے شاید عدو ترس کھائیں
دَہن کو کھول کے سُوکھی زباں دِکھادینا
کہ تین روز سے پیاسا ہوں یہ جتا دینا

غرَض وِداع کیا اور شہؑ انام چلے
ستمگروں کی طرف شاہؑ تشنہ کام چلے
پسر کو ہاتھوں پہ رکھّے ہوئے امام چلے
قدم قدم پہ اُدھر موت کے پیام چلے
تمام پیاسوں میں پیارا جو شہؑ کو تھا یہ پسر
حسینؑ ڈھال سے سایہ کئے تھے اصغرؑ پر

پَرے سے فوج کے ناگاہ حرملا نکلا
کمان دوش سے ، چلّے سے تِیر لے کے چلا
گُلوئے لختِ دلِ شاہِؑ کربلا تاکا
کماں میں تیر کو جوڑا شقیؔ نے اور یہ کہا
حسینؑ ! اب وہ پِلاتا ہوں آبِ سرد اِن کو
کہ تا بہ حشر لگے گی نہ پیاس کمسن کو

یہ کہہ کے تیر کو جوڑا اِدھر یہ حال ہوا
کہ حلق چھِد گیا، معصوم خوں میں لال ہوا
دہن سے خون اُگلنے لگا نڈھال ہوا
اک آہ ہلکی سی کی اور انتقال ہوا

پدر نے یاس سے ننھی سی جان کو دیکھا
کبھی زمیں کو کبھی آسمان کو دیکھا

لکھا ہے جب کوئی حامی نہ شاہِ دیں کا رہا

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سیّد ہاشم رضا

جس جس کو چن لیا وہ بنا فخرِ اولیاؑ
کیا وصف ہو حسینؑ کے اِس انتخاب کا

ذکیؔ بریلویؒ

مُرسہ شہِ والا کا زہراؑ کو دیا جائے
سب چاک گریباں ہوں ماتم بھی کیا جائے

مومنو بے کس و بے یار ہے مظلوم حسینؑ

مومنو بیکس و بے یار ہے مظلوم حسینؑ
سخت آفت میں گرفتار ہے مظلوم حسینؑ
دل شکستہ جگر افگار ہے مظلوم حسینؑ
کیا سَراسیمہ ٗ و لاچار ہے مظلوم حسینؑ

تیر کاری ہیں لگے زخموں پہ شمشیروں کے
نیزوں کے زخموں میں پیوست ہیں پھل تیروں کے

کیا رحیمی ہے کہ غصہ نہیں آتا ہے ذرا
کیا کریمی ہے کہ سَر کرتے ہیں اُمت پہ فدا
کیا تحمل ہے کہ ہر زخم پہ ہے شکر خدا
کیا شجاعت ہے کہ لاکھوں میں کھڑے ہیں تنہا

تیر بھی نیزے بھی سینے پہ لئے جاتے ہیں
پَر دعا نانا ؐ کی اُمت کو دیئے جاتے ہیں

یوں تو یاں ایک سے اک ظلم ہُوا شہؑ پہ سِوا
تین صدموں میں مگر ضبط کا یارا نہ رہا
اک جواں اِس کا بھتیجا تھا حسنؑ کا بیٹا
شب کو وہ دولہا بنا صبح شہیدوں میں ملا
اُس کے مرنے کی خبر بیووں نے جب پائی تھی
ماں دلہن کو لئے سَر ننگے نکل آئی تھی

دوسرا غم ہے یہ اک بھائی تھا اِس کا صفدر
جب سے وہ مر گیا سیدھی نہیں ہوتی ہے کُمر
اب بھی روتا ہے اُسے ہائے برادر کہہ کر
بے کفن لاش وہ اُس کی ہے پڑی دریا پَر
ابھی وہ لاش عجب درد سے تھرّائی تھی
لڑکی اک ہائے چچا کہہ کے جو چِلّائی تھی

تیسرا حادثہ میں کیا کہوں پھٹتا ہے جگر
اِس کا اک بیٹا تھا اٹھارہ بَرس کا اکبرؑ
بَرچھیوں سے ابھی مارا گیا وہ رشکِ قمر
حیف ہے دفن ہوئی رات کو جس کی مادر
غمِ اکبرؑ میں اسے کیا کہوں کیوں کر دیکھا
"چشمِ افلاک نے" زینبؑ کو کھلے سَر دیکھا

مومنو بے کس و بے یار ہے مظلوم حسینؑ / میر انیسؒ

(بشکریہ سوز خواں سیّد ہادی حسین نقوی مرحوم)

شہرتؔ بلگرامی

قید خانہ میں سکینہؑ احتجاجاً مرگئی
اب رَسن کھل جائے گی زینبؑ رہا ہوجائے گی

ریتی پہ برچھی کھائے پڑا تھا جو نورِ عین

ریتی پہ برچھی کھائے پڑا تھا جو نورِ عین
بیٹھے تھے دل کو پکڑے ہوئے شاہِؑ مشرقین
ناگاہ اک کنیز پکاری بہ شور و شین
دَم توڑتا ہے پیاس سے بے شِیر یا حسینؑ
لِلّٰہ جلد خیمے میں تشریف لایئے
بانوؑ کا لال رُوٹھ گیا ہے منایئے

غُل پڑ گیا کہ اصغرِؑ بے شِیر الوداع
اے نورِ عینِ حضرتِ شبیرؑ الوداع
ماں اَلفراق کہتی تھی ہمشیر الوداع
قسمت پکاری اے ہدفِ تِیر الوداع
آلِؑ نبیؐ کو ہجر کے صدمے بڑے ہوئے
بچے بھی شور سُن کے قریب آ کھڑے ہوئے

عباسؑ کے پسر نے پکارا دُہائی ہے
مَرنے چلا حسینؑ کا پیارا دہائی ہے
جاتا ہے شہؑ کا راج دُلارا دہائی ہے
آقا بچھڑ رہا ہے ہمارا دہائی ہے
کہتا ہے دل کہ ساتھ چلو تیر کھائیو
بابا یہ کہہ گئے تھے کہ جھولا جھلائیو

ماں بولی ایسی فال نہیں لب پہ لاتے ہیں
واری نہ یوں کہو مجھے وَسواس آتے ہیں
آقا تمہارے پیاس بجھانے کو جاتے ہیں
بچوں پہ تو جہاں میں سبھی رحم کھاتے ہیں
کیوں کر کہوں کہ اِن پہ شقی ہاتھ اُٹھائیں گے
معصوم جان کر بھی نہ پانی پِلائیں گے

اصغرؑ کو لے کے دشت میں آئے شہِؑ ہُدیٰ
بچّے کا منہ دکھاکے یہ فوجوں کو دی ندا
یہ بے زبان رحم کے قابل نہیں ہے کیا
دو دن سے اِس کلی کو بھی پانی نہیں ملا
بچّہ نڈھال ہے اِسے تھوڑا سا آب دو
صورت سوال ہے اِسے تھوڑا سا آب دو

ظالم نے حرملہ سے اشاروں میں کچھ کہا
ہنستا ہوا وہ شُوم کمیں گاہ کو چلا
بچّے کو لے کے پیچھے ہٹے شاہِؑ کربلا
ناگہ زمین کانپ گئی آسماں ہِلا
واں تیرِ غم لگا کے وہ سفاک ہٹ گیا
یاں ہاتھوں پہ تڑپ کے یہ بچہ اُلٹ گیا

بازو چھدا حسینؑ کا بے شیر کا گلا
اک آہ بھر کے رہ گئے مظلومِ کربلا
بیٹے کی سمت دیکھ کے بولے کہ میں فدا
لو میری جان پیاس بجھی حلق تر ہوا
چونکو تو تیر کھینچ لیں ہم منہ کو پھیر کے
اے لال اُف نہ کیجیو پوتے ہو شیر کے
ریتی پہ برچھی کھائے پڑا تھا جو نورِ عین / نسیمؔ امروہوی

گہوارے سے حسینؑ جو اصغرؑ کو لے چلے

گہوارے سے حسینؑ جو اصغرؑ کو لے چلے
ہاتھوں پہ رکھ کے فدیۂ داور کو لے چلے
بادل میں شام کے مہِ انور کو لے چلے
چلّائی ماں کہاں مِرے دلبر کو لے چلے
فارغ ابھی نہیں ہوئی اکبرؑ کے داغ سے
کچھ روشنی ہے گھر میں مِرے اِس چراغ سے

بانوؑ کے اِس بیان سے گھبرائے شاہِؑ دیں
آخر قریب فوج کے لے آئے شاہِؑ دیں
بچّے کو رکھ کے ہاتھوں پہ چلّائے شاہِؑ دیں
یارو سمجھ لو جو تمہیں سمجھائے شاہِؑ دیں
کچھ تو خیال چاہیے ننھی سی جان کا
بتلاؤ کیا قصور ہے اِس بے زبان کا

یہ سُن کے حرملا نے اُٹھایا کمان کو
تاکا خطاشِعار نے ننھی سی جان کو
مارا خُدنگ شاہؑ کے ابرو کمان کو
ہے ہے مٹایا باتوؔ کے نام و نشان کو
چلّائی موت ہائے نہ تجھ کو امان دی
بچّے نے سہم سہم کے ہاتھوں پہ جان دی

شہؑ نے سِوائے شکر ، زباں سے نہ کچھ کہا
چاند اپنا زیرِ خاک چُھپایا بصد بکا
تُربت سے اُٹھ کے آپ نے خیمے کا رُخ کیا
لیکن قدم نہ آگے کو اُٹھتے تھے مطلقا
کہتے تھے کیا کہوں گا جو بچے کو مانگے گی
باتوؔ ضرور ہنسلیوں والے کو مانگے گی

پہنچے غرض کہ تا درِ خیمہ محالِ زار
آئی جو باتوؑ دیکھ کے شرمائے بار بار
گردن جُھکا کے کہنے لگے شاہِؑ نامدار
لو شہر بانوؑ بَن گیا اصغرؑ کا بھی مزار

ناسور پڑ گیا ہے دلِ درد ناک میں
بانوؑ تِری کمائی ملی آج خاک میں

گہوارے سے حسینؑ جو اصغرؑ کو لے چلے

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اعجازؔ رحمانی

لے آیا مقدر ہمیں دربارِ علیؑ تک
کچھ لوگ ہیں ایسے جو ہیں رستے میں ابھی تک
جب تک کہ اُٹھاتا نہیں پردہ کوئی رُخ سے
ٹھہری ہوئی واللہ قیامت ہے جبھی تک

(بشکریہ سیّد کاشف مہدی / گلدستۂ مودت)

پہنچے جو قتل گاہ میں شاہِؑ فلک جناب

پہنچے جو قتل گاہ میں شاہِؑ فلک جناب
للکار کر یہ اہلِ جفا سے کیا خطاب
پانی کا ملتجی نہیں اب ابنِ بو تُرابؑ
استغفراللہ آلِ نبیؐ اور سوالِ آب
دیتا ہے جو سبھوں کو اُسی سے سوال ہے
منظور بے زباں کا بس اظہارِ حال ہے

دو اک قدم کی جو نہ ہو تکلیف ناگوار
آنکھوں سے اپنی دیکھ لو احوالِ شِیر خوار
آگے بڑھے جو اُن میں تھے دانا وہ ہوشیار
چادر اُلٹ دی شاہؑ نے چہرے سے ایک بار
تیور کبھی بجھے ہوئے گہہ ضَو نظر پڑی
بجھتے ہوئے چراغ کی سی لَو نظر پڑی

بولے حسینؑ دیکھ چکے ، وہ پکارے ہاں
فرمایا پھر حمیتِ اسلام ہے کہاں
ہم کس کے میہمان ہیں ، یہ کس کے میہماں
طالب نہیں صراحی و ساغر کے بے زباں
مشہور اِن کے گھر کی قناعت ہے خلق میں
دو چار قطرے پانی کے ٹپکا دو حلق میں

اُترے بھی یا نہ اُترے یہ پانی گلے سے اب
تالو سے مل گئی ہے زباں اور لب سے لب
پوری یہ بات کہہ نہ چکے تھے شہِؑ عرب
ننھے گلے پہ تیر لگا آکے ہے غضب
فوارہ خوں کا زخم سے گردن کے بہہ گیا
جتنا پیا تھا دودھ لہو بن کے بہہ گیا

رگڑے یہ پاؤں ننھے کہ کھنگرو نکل پڑے
منہ سے انگوٹھے آنکھ سے آنسو نکل پڑے
ہو ہو کے ڈھیلے جوشنِ بازو نکل پڑے
حیدرؑ جِناں سے کھول کے گیسو نکل پڑے
شہؑ بولے قدر بڑھ گئی مجھ دل ملول کی
نذرِ حسینؑ آپ خدا نے قبول کی

پہنچے جو قتل گاہ میں شاہِؑ فلک جناب

راجہ محمود آباد (محمد امیر احمد خاں محبوبؔ)

سعیٔ اصلاح میں مصروف تھے حضرتؑ دن رات
فرض لوگوں پہ کیا آیتوں نے خمس و زکوٰۃ
مستحقین کو یہ بٹتے رہے مثلِ صلات
اب نہ وہ عہد رہا اور نہ وہ پہلی سی بات
حصے تھے خمس کے توحید و رسالت کیلئے
اور مخصوص کیا اہلِ قرابت کیلئے

بانوؑ پچھلے پہر اصغرؑ کے لئے روتی ہے

باتوؑ پچھلے پہر اصغرؑ کے لئے روتی ہے
ایک وہ جاگتی ہے خَلقِ خدا سوتی ہے
سَر کو بھی پیٹتی ہے جان کو بھی کھوتی ہے
یہ عجب غم ہے کہ تسکین نہیں ہوتی ہے
پیٹتے پیٹتے بے ہوش جو جاتی ہے
علی اصغرؑ ، علی اصغرؑ کی صدا آتی ہے

کبھی کونے میں وہ منہ ڈھانپ کے چِلّاتی ہے
اور کبھی صحن میں گھبرا کے نکل آتی ہے
کوکھ پکڑے ہوئے ہر ایک طرف جاتی ہے
ڈھونڈتی ہے مگر اصغرؑ کو نہیں پاتی ہے
تَن کو لرزش ہے جُدا اور ہے منہ زرد جُدا
دل تڑپتا ہے جُدا سینے میں ہے درد جُدا

کبھی کہتی ہے کہ گھر میں مرے اندھیارا ہے
علی اصغرؑ کی جُدائی نے مجھے مارا ہے
ہائے میں گھر میں ہوں جنگل میں مرا پیارا ہے
مہربانی جو کرے موت تو چھٹکارا ہے
کب تلک راتوں کو ہم نالۂ و فریاد کریں
یاالٰہی ، علی اصغرؑ مجھے اب یاد کریں

گود پھیلا کے کبھی کہتی ہے دلبر آجا
روح بے چین ہے آجا علی اصغرؑ آجا
دل تڑپتا ہے مرا گود کے اندر آجا
فاطمہؑ کے لئے آجا ، پئے حیدرؑ آجا
بوند پانی کے لئے ہائے تری جان گئی
آ میں صدقے گئی واری گئی قربان گئی

خَلق سب سوتی ہے راتوں کو گھروں میں اپنے
ہم اگر لیتے ہوں کروٹ تو قَسم لو ہم سے
نیند آتی مجھے ، پہلو میں اگر تم ہوتے
تم تو اے لختِ جگر ، گود میں مرقد کی گئے
یاد اِس پالنے والی کی بُھلائی تم نے
پائینتی باپ کی اے لال بَسائی تم نے

بانوؑ پچھلے پہر اصغرؑ کے لئے روتی ہے

(بشکریہ شاعر و مصنف ، محقق و دانشور پروفیسر سیّد غلام عباس)

شاعر و سوز خواں ماجد رضا عابدی

تجھےؑ دیکھنا ہے وضو مِرا تِرا ؑ عشق میری نماز ہے
توؑ ہی بخش دیتا ہے شاہیاں توؑ بڑا غریب نواز ہے
توؑ نبیؐ کی پشت پہ ہو اگر تو نمازِ حق بھی رُکی رہے
تو حسینؑ ہے تو حسینؑ ہے توؑ نماز کی بھی نماز ہے

(بشکریہ شاعر و خطیب مولانا کمال حیدر رضوی)

امامؑ پاک کو جب اشقیا نے گھیر لیا

امامؑ پاک کو جب اشقیا نے گھیر لیا
مسافروں کو سپاہِ جفا نے گھیر لیا
نبیؐ کے لال کو فوجِ دَغا نے گھیر لیا
علیؑ کے چاند کو کالی گھٹا نے گھیر لیا
ستم شروع ہوئے صلح کا جواب ملا
غضب ہے ساتویں تاریخ سے نہ آب ملا

وہ قحطِ آب ، وہ سادات پَر ہجومِ اَلم
نبیؐ کی آلؑ میں وہ شورِ العطش پیہم
وہ فکر و یاس وہ اندوہ وہ امامؑ اُمم
وہ شہؑ کو شوقِ عبادت وہ ظلمِ فوجِ ستم
ملا نہ چَین نہم تک امامؑ صابر کو
بس ایک رات کی مہلت ملی مسافر کو

عزیز و یاور و ناصر جو چند تھے ہمراہ
سبھوں کو جمع کیا ، شہؑ نے با غمِ جانکاہ
زُہیرؓ قینؓ و بُرَیرؓ و حبیبؓ خود آگاہ
جنابِ اکبرؑ و عباسؑ و قاسمؑ ذی جاہ
سُوئے امامؑ جو سب یار و اقرباء آئے
تو اُٹھتے بیٹھتے بیمارِ کربلا آئے

جب آکے بیٹھ گئے سب وہ زاہد و ابرار
پکارے شاہِؑ ہُدا غور سے سُنیں دِیندار
میں اِس دیار سے جورِ فلک سے ہوں ناچار
پھرے ہیں آلِؑ حبیبِؐ خدا سے ظلم شِعار
یہ سنگدل نہ جفاؤں سے منہ کو موڑیں گے
کسی طرح یہ ستمگر نہ مجھ کو چھوڑیں گے

میں اِن کے شر سے اَماں پاؤں غیر ممکن ہے
وطن میں آلؑ کو پہنچاؤں غیر ممکن ہے
یہاں سے پاؤں بھی سَرکاؤں غیر ممکن ہے
میں کل کو قتل سے بچ جاؤں غیر ممکن ہے
خدا سے صبر و رِضا کا ہے خواستگار حسینؑ
بس ایک رات کا مہماں ہے بے دیار حسینؑ

بَلا میں کشتۂ رنج و اَلم کو رہنے دو
فقط مسافرِ راہِ عَدم کو رہنے دو
ستم رسیدہ ٔ و پابندِ غم کو رہنے دو
نہ تم رہو نہ علیؑ کے حرم کو رہنے دو
ہمارے بعد یہ ناچار دَر بدر نہ پھریں
رسولؐ زادیاں بَلوے میں ننگے سَر نہ پھریں

امامؑ پاک کو جب اشقیا نے گھیر لیا / نسیمؒ

کتب میں ہے شبِ عاشور کا یہ حال لکھا

کتب میں ہے شبِ عاشور کا یہ حال لکھا
حرم سَرا میں مصلّے پہ تھے امامؑ ہدیٰ
کبھی تھا شغلِ تلاوت کبھی یہ حق سے دعا
الٰہی صبر کی طاقت ہو میرے دل کو عطا
الٰہی احمدؐ مُرسَل سے سرخ رُو رکھنا
اِس امتحان میں پیاسے کی آبرو رکھنا

اِنہی دعاؤں میں گزری جو رات ایک پہر
تو آئے خیمۂ انصارؓ پاک پَر سَرورؐ
شگافِ دَر سے یہ دیکھا کہ جمع ہیں صفدر
حبیبؑ کہتے ہیں یہ بیچ میں کھڑے ہوکر
علیؑ کے دوستو ، کل روزِ رَستگاری ہے
نبیؐ کی آلؑ پہ یہ وقتِ جاں نثاری ہے

یہ حال دیکھ کے شُکرِ خدا بجالائے
بہادروں کی تمنا پہ تیرِ غم کھائے
وہاں سے خیمۂ ہمشیر کی طرف آئے
بہن کا پیار جو دیکھا تو غم سے تھرائے
خود اپنے پیاروں کو رَختِ کہن پنہایا ہے
ابھی سے دونوں گُلوں کو کفن پنہایا ہے

یہ کہہ رہی ہیں کہ نصرت میں جِدّ و کَد کرنا
میں واری پیرویٔ ضیغمِ صمَد کرنا
کڑی اُٹھاکے اخی کی بَلا کو رَد کرنا
بہادرو ، مِرے ماں جائے کی مدد کرنا
وہ کیا غلام جسے الفتِ امامؑ نہیں
جو رَن میں کام نہ آئے تو ماں سے کام نہیں

جو کام آؤ گے تم تو دعائیں میں دُوں گی
جو پھر کے آئے تو صورت کبھی نہ دیکھوں گی
تمام عمر کبھی منہ سے بھی نہ بولوں گی
قَسَم سے کہتی ہوں ہرگز نہ دودھ بخشوں گی
میں شاد ہوں گی جو برباد کر کے آؤ گے
جو ماں کو چاہتے ہو تم تو مر کے آؤ گے

بہن کی چاہ پہ رو کر بڑھے شہِؑ ذیجاہ
یہ دَر سے بیوۂ شبرؑ کا حال دیکھا آہ
کہ دونوں پہلوؤں میں ہیں حسنؑ کے نورِ نگاہ
اِدھر ہیں قاسمِؑ مضطر اُدھر ہیں عبدُاللہ
یہ کہہ رہی ہیں کہ شہؑ گھر گئے ہیں آفت میں
میں واری جان لڑانا چچا کی نصرت میں

میں صدقے تم پہ بڑا حقِ شاہؑ والا ہے
حسنؑ کے بعد اِنہی نے تو گھر سنبھالا ہے
کبھی نہ مجھ کو نہ تم کو اَلم میں ڈالا ہے
پدر کی طرح بڑی شفقتوں سے پالا ہے
چچا کے پاؤں پہ دونوں کا خون بہہ جائے
الٰہی کل زنِ بیوہ کی بات رہ جائے
کتب میں ہے شبِ عاشور کا یہ حال لکھا / نسیمؒ

لکھا ہے جب شبِ عاشور گزری ایک پہر

لکھا ہے جب شبِ عاشور گزری ایک پہر
حسینؑ آئے سُوئے خیمۂ علی اکبرؑ
شگافِ دَر سے یہ دیکھا کہ وہ مہِ انور
فروغِ حُسن سے دولھا بنا ہے بستر پر
عجیب یاس سے ماں بار بار دیکھتی ہے
اُٹھا کے شمع ، رُخِ گُلعِذار دیکھتی ہے

یہ دیکھتے ہی کلیجے پہ تیرِ غم کھائے
خدا یہ سانحہ دشمن کو بھی نہ دِکھلائے
وہاں سے خیمۂ عباسؑ کی طرف آئے
جری کی چاہ پہ فرطِ اَلم سے چِلّائے
کبھی حسینؑ کے صدمے سے آہ بھرتے ہیں
کبھی حُسام کو صیقل سے صاف کرتے ہیں

جری کے سامنے کلثومؑ جان کھوتی ہیں
کسی خیال میں اشکوں سے منہ کو دھوتی ہیں
رِدا کو آنسوؤں سے دَم بہ دَم بِھگوتی ہیں
قریب بیٹھی ہوئی زار زار روتی ہیں
وہ رنج و غم ہے کہ حالت تباہ کرتی ہیں
فلک کو دیکھ کے ہر بار آہ کرتی ہیں

وہ کہہ رہے ہیں کہ خواہر نہ یوں بکا کیجے
حضور اپنی طرف سے مجھے فدا کیجے
نصیب کا نہ فلک سے کوئی گِلا کیجے
پسر سمجھ کے مجھے شہؑ کا حق ادا کیجے
مطیعِ سبطِ رسولِؐ انام ہے عباسؑ
ہر اک عزیز کا اُن کے غلام ہے عباسؑ

بہن کی شان پہ رو کر بشانِ ابرِ بہار
حسینؑ واں سے چلے سوئے خیمۂ بیمار
قریب جا کے پکارے کہ اے مرے دِلدار
رسولِؐ پاک کی مَسند کے مالک و مختار
اُٹھو کہ میری شہادت قریب آپہنچی
گلا کٹانے کی ساعت قریب آپہنچی

وہ روکے بولے کہ ہے ہے یہ کیا کہا بابا
ہماری زیست میں حضرت پہ یہ جفا بابا
مریض کیوں نہ ہو قربان ، میں فدا بابا
قریبِ مرگ ہوں مرنے سے خوف کیا بابا
حسینؑ بولے کہیں وہ بھی رَن پہ چڑھتا ہے
جو گُل اشاروں سے پانچوں نمازیں پڑھتا ہے

تمہیں تو کل سے بڑا رنج و غم اُٹھانا ہے
حرم کے ساتھ اَلم پَر اَلم اُٹھانا ہے
سنبھل سنبھل کے ہر اک جا قدم اُٹھانا ہے
جو ہم سے اُٹھ نہ سکا وہ ستم اُٹھانا ہے
بتاؤ طوقِ گُلو گِیر کون پہنے گا
جو تم نہ ہوگے تو زنجیر کون پہنے گا

جو بیڑی سامنے آئے تو سَر جُھکا لینا
خوشی سے طوقِ گراں کو گلے لگا لینا
جو تازیانے بھی ماریں شقی تو کھا لینا
مگر شریعتِ اسلام کو بچا لینا
پسِ فنا بھی حیاتِ دوام رہ جائے
وہ کیجیو کہ محمدؐ کا نام رہ جائے

لکھا ہے جب شبِ عاشور گزری ایک پہر / نسیمؔ

کوفہ کو چلا قاصدِ صغراؑ جو وطن سے

کوفہ کو چلا قاصدِ صغراؑ جو وطن سے
طے راہِ مسافت کی بڑے رنج و محن سے
ناگاہ گزر جب ہُوا اُس ظلم کے بَن سے
جب بَن میں جُدائی ہُوئی شہؑ کے سَر و تَن سے

واں دیکھا کہ کچھ لاشے پڑے خون میں تر ہیں
زخمی ہیں بدن اور تنوں پر نہیں سر ہیں

دل میں یہ لگا سوچنے وہ قاصدِ غم خوار
کوفے ہی کی جانب تو گئے تھے شہِؑ ابرار
آقا کی مرے خیر ہو اچھے نہیں آثار
حیدرؑ کے گھرانے کے نشاں سب ہیں نمودار

کچھ اُن کو قرابت تھی حسینؑ اور حسنؑ سے
سادات کی خوشبو چلی آتی ہے بدن سے

روتا ہُوا وہ لاشۂ سَرورؑ پہ جو پہنچا
فریاد تھی ہے ہے مِرے آقا ، مِرے آقا
کس طرح لعینوں نے تمہیں گھیر کے مارا
اِس طرح کے ہیں زخم کہ دیکھا نہیں جاتا
کیسے کلمہ گو تھے رسولِؐ عرَبی کے
کس ظلم سے مارا ہے نواسے کو نبیؐ کے

کی اپنے نبیؐ زادے کی کیا عزت و توقیر
سَر تا بہ قدم خوں میں بھری چاند سی تصویر
کثرت سے ہیں زخمِ تبَر و خنجر و شمشیر
نیزوں پہ تو نیزے ہیں پڑے تِیروں پہ ہیں تِیر
یہ گُل سا بدن گھوڑوں سے پامال کیا ہے
ہے ہے میرے آقا ترا کیا حال کیا ہے

صغراؑ کا عجب حال ہے فرقت میں تمہاری
یہ ضعف کی شدت ہے کہ غش رہتا ہے طاری
جب آنکھ کھلی رو کے یہ نانی کو پکاری
کیا آئی سفر سے میرے بابا کی سواری
دَم تَن سے نکل جائے گا اِس رنج و محن میں
کیا جانیئے کب آئیں گے شبیرؑ وطن میں

پِھر یاس سے سَر رکھ دیا لاشے کے قدم پَر
نوحہ تھا کہ ہے ہے اسدُ اللہ کے دلبر
صغراؑ جو تمہیں پوچھے تو میں کیا کہوں جاکر
اُس کو یہ تمنا ہے کہ اب آتے ہیں سَرورؑ
یہ کہہ دوں کہ سَر تَن سے اُتارا گیا صغراؑ
پَردیس میں بابا تِرا مارا گیا صغراؑ

کوفہ کو چلا قاصدِ صغراؑ جو وطن سے / حزنؔ

امتحاں گاہ میں پہنچے جو شہؑ جنّ و بشر

امتحاں گاہ میں پہنچے جو شہِؑ جنّ و بشر
ظلم کیا کیا نہ سہے کرب و بلا میں آکر
آ گیا آخری منزل پہ شہادت کا سفر
سب کا خوں بہہ گیا، اب رہ گئے تنہا سَرورؑ

باپ کے واسطے بیٹی کا عریضہ لایا
ایک قاصد سَرِ مقتل، خطِ صغراؑ لایا

خط میں لکھا تھا کہ بس اب جلد ہی بُلوائیں مجھے
یاد میں بالی سکینہؑ کی نہ تڑپائیں مجھے
فرقتِ اصغرِؑ ناداں میں نہ رُلوائیں مجھے
باباجاں، بھائی سے کہہ دیں کہ وہ لے جائیں مجھے

باپ کا دل ہی سمجھتا ہے جو حالت ہوگی
اُس گھڑی کیفیتِ ضبط، قیامت ہوگی

خط پڑھا ، صبر کیا ، دل سے لگایا خط کو
قبرِ اصغرؑ پہ رکھا ، بیٹھے ، اُٹھایا خط کو
لاشِ اکبرؑ پہ گئے ، پڑھ کے سنایا خط کو
ایک پل بھی نہ نگاہوں سے ہٹایا خط کو
خط سے صغراؑ کی جو تصویر ابھر آتی تھی
ضبط کرنے پہ بھی اک آہ نکل جاتی تھی

آہ بھر کر یہ کیا قاصدِ صغراؑ سے کلام
شکریہ بھائی ، کہ پہنچایا ہمیں یہ پیغام
میری بچی کو یہ احوال بتادینا تمام
اَب نہ اصغرؑ ہیں ، نہ اکبرؑ ، یہ مصیبت کی ہے شام
اَب سکینہؑ سے بھی بچھڑیں گے وہ ساعت آئی
ہم پہ یہ اور قیامت پہ قیامت آئی

امتحاں گاہ میں پہنچے جو شہؑ جنّ و بشر / قسیمؔ ابنِ نسیمؔ

(بشکریہ سوز خواں سیّد باقر حسین رضوی)

عباسؑ کو حسینؑ جو دریا پہ رو چکے

عباسؑ کو حسینؑ جو دریا پہ رو چکے
بھائی سے اپنے ہاتھ لبِ نہر دھو چکے
یاں تک کہ قتل اکبرؑ و اصغرؑ بھی ہو چکے
سینے پہ جو پلے تھے وہ مٹّی میں سو چکے
تھے نوحہ گر ہر ایک تنِ پاش پاش پر
قاسمؑ کی لاش پر کبھی اصغرؑ کی لاش پر

لشکر میں تھا یہ غُل کہ دِلاور کو مار لو
ہاں شہسوارِ دوشِ پیمبرؐ کو مار لو
سیّد کو بے دیار کو مضطر کو مار لو
سب مر چکے ہیں اب شہِؑ صفدر کو مار لو
قبضے میں تیغِ ظلم بھی تیرِ جفا بھی ہے
کہتے ہیں شہؑ بتاؤ میری کچھ خطا بھی ہے

رحم اب کرو میں بیکس و تنہا ہوں ظالمو
گزرے ہیں تین روز کہ پیاسا ہوں ظالمو
سیّد ہوں اور امام تمہارا ہوں ظالمو
سوچو ذرا میں کس کا نواسا ہوں ظالمو
ہوگا بھلا نہ صابر و شاکر کو مار کر
پچھتاؤ گے غریب مسافر کو مار کر

مدِّ نظر ہے تم کو اگر قتل ہی مِرا
سُن لو یہ اک وصیتِ آخر مِری ذرا
بچوں پہ رحم کیجیو اے قومِ بے حیا
زہراؑ سے کم نہیں مِری بہنوں کا مرتبہ
مرنے کے بعد مجھ پہ یہ احسان کیجیو
زینبؑ کے سَر سے بلوے میں چادر نہ لیجیو

اِس آن میں ہوئے شہِؑ بیکس پہ اتنے وار
جتنے چبھے تھے تیر بدن سے ہوئے وہ پار
تڑپے زمیں پہ گرِ کے امامِ فلک وقار
فریادِ فاطمہؑ سے ہِلا عرشِ کردگار
تڑپا زمیں پہ جسم ، شہِؑ مشرقین کا
غُل تھا کہ جلد کاٹ لو اب سَر حسینؑ کا

ناگہ پکڑ کے تیغ ، بڑھا شمرِ بد شِعار
قرآن پَر شقی نے رکھا پائے نابکار
سَر ننگے گھر سے نکلی سکینہؑ جگر فگار
دیکھی گلے پہ باپ کے جس دَم چُھری کی دھار
چِلّاتی تھی ارے شہِؑ والا کو چھوڑ دے
سَر میرا کاٹ لے مِرے بابا کو چھوڑ دے

ہر چند پیٹتی رہی ناداں بصد ادب
فریاد کو یتیم کی سُنتا تھا پَر وہ کب
خنجر گلے پہ رکھ دیا حضرت کے ہے غضب
سُوکھی زباں دِکھا کے کہا شاہؑ نے یہ تب
ظالم سکینہؑ خیمے میں جا لے تو ذِبح کر
پانی ذرا سا مجھ کو پلا لے تو ذِبح کر

حضرت تو پانی پانی پکارا کیئے اِدھر
کاٹا کیا گلے کو اُدھر شمرِ بد گُہر
دوڑی نکل کے خیمے سے زینبؑ برہنہ سَر
چلتی تھی دو قدم کبھی گرِتی تھی خاک پَر
کہتی تھی آہ کس سے میں اب التجا کروں
لُٹتا ہے گھر مِرا ارے لوگو میں کیا کروں
عباسؑ کو حسینؑ جو دریا پہ روچکے

جب رَن میں سبطِ احمدِ مختار گھر گیا

جب رَن میں سبطِ احمدِ مختار گھر گیا
سید ، غریب و بے کس و بے یار گھر گیا
اہلِ حرم کا قافلہ سالار گھر گیا
لشکر تمام ہوگیا سَردار گھر گیا
غل تھا امان دو نہ شہِؑ مشرقین کو
نوکوں سے برچھیوں کی گرِادو حسینؑ کو

جس وقت تھا یہ حشر یہ ماتم یہ شور و شَر
آ پہنچا اک مسافر غربت زدہ اُدھر
نکلا تھا گھر سے شوقِ نجف میں وہ خوش سِیَر
چھوڑے ہوئے وطن اُسے گزرا تھا سال بھر
بے خانماں کو عشق ، خدا کے ولی کا تھا
مشتاق وہ زیارتِ قبرِ علیؑ کا تھا

پہنچا جو کربلا میں تو دیکھا یہ اُس نے حال
تنہا کھڑا ہے ایک مسافر لہو میں لال
فوجیں ستم کی گرد ہیں آمادۂ قتال
چلتے ہیں تیر پانی کا کرتا ہے جب سوال
از بس کہ اہلِ درد تھا بیتاب ہوگیا
پانی کے مانگنے پہ جگر آب ہوگیا

کہنے لگا لرز کے وہ ذی قدر و نیک نام
اللہ کس قدر ہے پُر آشوب یہ مقام
دریا خدا نے خلق کیے بہرِ فیضِ عام
مرتا ہے بے اجل یہ ستم کش یہ تشنہ کام
اِن سے بشر ڈرے جنہیں خوف خدا نہیں
جلدی نکل چلو یہ ٹھہرنے کی جا نہیں

دو چار گام چل کے یہ سوچا وہ نامور
مظلوم کی دعا میں ہے ہر طرح کا اثر
واللہ بَرگُزیدۂ حق ہے یہ خوش سِیَر
کر لیجے التماسِ دعا ہاتھ باندھ کر
تیغوں میں اُس کے پاس چلو جو خدا کرے
آساں ہو مشکلیں جو یہ بے کَس دعا کرے

آیا جو کانپتا ہُوا وہ شاہِؑ دیں کے پاس
کی عرض اَلسّلامُ علیک اے فلک اساس
مولاؑ جواب دیکے یہ بولے بہ درد و یاس
آنا ہُوا کدھر سے ترا اے خدا شناس
عرض اُس نے کی غلامِ شہِؑ ذوالفقار ہوں
بے کس ہوں بے نوا ہوں غریبُ الدّیار ہوں

عرض اُس نے کی حسینؑ سے اور ہے یہ التجا
کچھ اُٹھا کے ہاتھ مِرے حق میں یہ دعا
پہنچا دے مجھ کو قبرِ علیؑ پَر مِرا خدا
مولاؑ نے آسماں کی طرف دیکھ کر کہا
جس کو نہیں زوال وہ دولت نصیب ہو
یارب اِسے علیؑ کی زیارت نصیب ہو

تسلیم کی جو اُس نے تو بولے شہِؑ انام
قبرِ نبیؐ پہ جاکے یہ کہنا پس از سلام
آتے ہیں آپ درد و مصیبت میں سب کے کام
یہ بیکس و غریب بھی ہے آپ کا غلام
تنہا ہُوں دشمنوں میں خبر آکے لیجئے
ہنگامِ ذبح ، گود میں سَر آکے لیجئے

سن کر یہ شہؑ سے بولا نہ جائے گا اب غلام
بس جی چکا بہت یہی مرنے کا ہے مقام
اب دیجئے رِضا کہ بڑھوں کھینچ کر حُسام
وہ کام چاہیے کہ رہے تا بہ حشر نام
دِیندار ہوں نہ ترک رِفاقت کرونگا میں
اب مر کے شیرِ حق کی زیارت کرونگا میں

قدموں پہ لوٹ کر یہ پکارا وہ دردناک
اظہارِ اِسمِ اقدسِ اعلیٰ میں کیا ہے باک
بتلایئے کہ غم سے مِرا دل ہے چاک چاک
چُپ ہوگئے تڑپنے پہ اُس کے امامِ پاک
یہ تو نہ کہہ سکے کہ شہِ مشرقین ہوں
مولا نے سَر جُھکا کے کہا میں حسینؑ ہوں

جب رَن میں سبطِ احمدِ مختار گِھر گیا

جب قتل رَن میں ہوچکا لشکر حسینؑ کا

جب قتل رَن میں ہو چکا لشکر حسینؑ کا
باقی رہا نہ ناصر و یاور حسینؑ کا
دشمن جو تھا ہر ایک ستم گَر حسینؑ کا
غُل پڑ گیا کہ کاٹ لو اب سَر حسینؑ کا
پیاسے پہ ابر ، شام کے لشکر کا چھا گیا
مظلوم اہلِ ظلم کے نرغے میں آ گیا

کہتا تھا کوئی تِیر لگاؤ حسینؑ کو
تلواروں سے لہو میں ڈُباؤ حسینؑ کو
کہتا تھا شمر گھیر کے لاؤ حسینؑ کو
گھوڑے سے جلد نیچے گرِاؤ حسینؑ کو
کیا چپکے دیکھتے ہو منہ اِس تشنہ کام کا
سَر کاٹ لو حسین علیہ السّلام کا

جب تیر آ کے لگتا تھا جسمِ حسینؑ پر
خیمے کو تکتے جاتے تھے منہ پھیر پھیر کر
کہتے تھے دل سے رو کے شہنشاہِ بحر و بر
زینبؑ کہیں نہ خیمے سے نکلے برہنہ سر
بانوؑ کو اے کریم مرے غم میں صبر دے
زینبؑ کو اے خدا مرے ماتم میں صبر دے

زینبؑ نے اپنے بھائی کی جب یہ سنی صدا
گھبرا کے آئی ڈیوڑھی پہ وہ غم کی مبتلا
دیکھا کہ شہؑ کو گھیرے ہے سب فوجِ اشقیا
اُمّت کی مغفرت کی، ہیں شہؑ کر رہے دُعا
کوئی قریب آ کے ہے شمشیر مارتا
اور جسمِ پاک پر ہے کوئی تیر مارتا

زینبؑ پکاریں تیر یہ مجھ پہ لگاؤ تم
بھائی کے بدلے خون میں مجھ کو ڈباؤ تم
نیزے پہ کاٹ کر مرے سَر کو چڑھاؤ تم
فرزندِ فاطمہؑ پہ نہ اب ہاتھ اُٹھاؤ تم
پانی کو تین روز سے محروم ہے حسینؑ
سیّد ہے بے گناہ ہے مظلوم ہے حسینؑ

جب قتل رَن میں ہوچکا لشکر حسینؑ کا

عظمتؔ بلگرامی

کرکے وضو نظر نے شرابِ طہور سے
دیکھا جمالِ رُوئے محمدؐ غرور سے
تہذیب و فن ، تمدن و اخلاق و آگہی
سب مل کے بھیک مانگ رہے ہیں حضورؐ سے

جب آخری سلام کو خیمے میں آئے شاہؑ

جب آخری سلام کو خیمے میں آئے شاہؑ
رخصت کیا ہر ایک کو باحالتِ تباہ
کبراؑ پہ اور سکینہؑ پہ حسرت سے کی نگاہ
فرمایا صبر دے تمہیں خلّاقِ مہر و ماہ
دے کر دِلاسہ آئے جو سجادؑ کے قریں
دیکھا پڑا ہے غش میں وہ بانوؑ کا مہ جبیں

بازو ہِلا کے بولے شہنشاہِؑ نامدار
غفلت کا وقت یہ نہیں اُٹھو پدر نثار
زینبؑ کی اور بانوؑ کی چادر سے ہوشیار
گھبرا کے اُٹھے سیّدِ سجادؑ ایک بار
دیکھا زمانہ ہوتا ہے خالی حسینؑ سے
بیبوں میں حشر برپا ہے زینبؑ کے بَین سے

پوچھا پدر سے آئے ہیں تنہا شہؑ اُمم؟
نہ سایۂ عَلَم ہے نہ عباسِؑ ذی حشم
کس حادثے میں ہوگئی مولا کی پشت ، خَم
چہرے پہ خون کیسا ہے اور چشم کیوں ہے نَم
قاسمؑ کہاں ہیں اکبرؑ ذیشان کیا ہوئے
شہؑ نے کہا کہ سب رہِ حق میں فدا ہوئے

اُمت نے نانا جان کی برباد کردیا
تنہا پدر ہے حَلق ہے اور خنجرِ جفا
کچھ دیر بعد خیمے جلائیں گے اشقیا
چھینیں گے سَر سے زینبؑ و کلثومؑ کی رِدا
اب تم امامِ عصر ہو ہمّت سے کام لو
طوفاں کی زَد میں آلؑ کی کشتی ہے تھام لو

مولاؑ کے اِس بیان پہ محشر بپا ہُوا
اہلِ حرم میں رونے کا اک غُلغلہ اُٹھا
دوڑی سکینہؑ آن کے دامن پکڑلیا
بولی نہ رَن کو جاؤ پیمبرؐ کا واسطہ
قربان جاؤں کس کے میں سینہ پہ سوُوں گی
بابا جو تم نہ ہوگے تو راتوں کو روَوں گی

مُنہ چُوم کر حسینؑ نے گودی میں لے لیا
دامن سے اشک پونچھ کے بولے شہِؑ ہُدا
بھائی کا سایہ سَر پہ تمہارے رکھے خدا
ماں باپ کس کے زندہ رہے ہیں یہاں سدا
سب کو فنا ہے شک نہیں حق کے کلام میں
بی بی کو لینے آئینگے ہم قیدِ شام میں

جب آخری سلام کو خیمے میں آئے شاہؑ

(داروغہ امیر محمد رضوی سبزواری امیرؔ چھولسی)

جب ماریہ کے دشت میں وارد ہُوا زعفرؓ

جب ماریہ کے دشت میں وارد ہُوا زعفرؓ
میداں میں اکیلے تھے کھڑے سبطِ پیمبرؐ
سَر تا بہ قدم خون میں آلودہ تھے سَرورؑ
اور ریگِ بیاباں تھی بھری زخموں کے اندر
اِس پیاس میں منہ آنسوؤں سے دھوتے تھے مولاؑ
اک چھوٹی سی تربت پہ کھڑے روتے تھے مولاؑ

تھے لاشِ پسر پر ابھی گریاں شہِؑ ابرار
جو زعفرؓ جِن سامنے سے آ گیا یکبار
شہؑ نے کہا اے شخص خبردار ، خبردار
بے سَر ہیں پڑے یاں مِرے سب یاور و انصار
یہ پھول ہیں سب باغِ شہِؑ جِنّ و بشر کے
لاشے نہیں ٹکڑے ہیں یہ زہراؑ کے جگر کے

یہ اُن کے ہیں لاشے جو تھے مظلوم کے یاور
یہ اُن کے ہیں لاشے جو پیاسے ہوئے بے سَر
ٹکڑے ہوئے تیغوں سے یہاں قاسمؑ مضطر
اے شخص یہاں دفن ہوئے ہیں علی اصغرؑ
زینبؑ کے یہاں گود کے پالے کا ہے لاشہ
اِس جا پہ مِرے گیسوؤں والے کا ہے لاشہ

شہؑ نے کہا تو کون ہے ، کیا نام ہے تیرا
یاں کس لئے تو آیا ہے مطلب ہے تِرا کیا
ہر چند کہ بے کس ہوں ، میں زخمی ہوں سَراپا
لیکن مجھے مجبور تُو ہر گز نہ سمجھنا
سب مر گئے اِس پر نہیں ناچار ابھی ہوں
بیکس ہوں مگر کُل کا مددگار ابھی ہوں

کی عرض یہ زعفرؓ نے کہ اے سیدؑ والا
تیرا تو مددگار ہے وہ خالقِ یکتا
تو کُل کا مددگار ہے پروا ہے تجھے کیا
پَر کیجئے منظور مِری عرض اے آقا
لُوٹے نہ کوئی آلِؑ رسولِؐ عرَبی کو
خیمے کی نگہبانی کا دو اِذن مجھی کو

یہ بات جو شبیرؑ کو زعفرؓ نے سُنائی
رونے لگے وہ بادشہِؑ کرب و بَلائی
یاد آگئی ناموس کی اُس وقت تباہی
کہنے لگا زعفرؓ سے وہ خالق کا فدائی
محتاج حرم ہوویں گے اک ایک ردا کے
سادات کی عزت ہے بس اب آگے خدا کے

اے بھائی کروں کیا تجھے خیمے کا نگہباں
زینبؑ کو تو جانا ہے ابھی باسرِ عریاں
اہلِ حرمِ شاہؑ کو ہے دیکھنا زنداں
جلنے ہیں ابھی خیمۂ شاہنشہِ دوراں
قید ہوئیگی سب عترتِؑ سلطانِؑ مدینہ
ظالم کے طمانچے ابھی کھائیگی سکینہؑ

جب ماریہ کے دشت میں وارد ہُوا زعفرؑ

(بشکریہ مفکر و سوز خواں سیّد تقی الحسن فرزند سوز خواں وصیؒ الحسن امروہوی)

رضاؔ الہ آبادیؒ

رضاؔ ہے جس پہ تصدق متاعِ کون و مکاں
اِک ایسے غم سے مِری زندگی عبارت ہے

(بشکریہ سوز خواں ناطق علی نقوی اربی)

جب کربلا میں شاہؑ کا لشکر ہُوا شہید

جب کربلا میں شاہؑ کا لشکر ہُوا شہید
اکبرؑ ہُوا شہید اور اصغرؑ ہُوا شہید
عباسؑ اور قاسمِؑ مضطر ہُوا شہید
تنہا حسینؑ رہ گئے سب گھر ہُوا شہید
زعفرؓ سے بات جن نے ، یہ باشور و شین کی
اب تک خبر نہیں تجھے آقا حسینؑ کی

پھیرے سکینہؑ لب پہ زباں پانی تُو پیے
اکبرؑ تو کھائے زخمِ سناں پانی تو پیے
اصغرؑ ہو قتل ، تشنہ دہاں پانی تو پیے
واں آقا تیرا پیاسا ہے یاں پانی تو پیے
کس منہ سے پیشِ فاطمہؑ محشر میں آئے گا
اُس دن بتا کہ کون تجھے بخشوائے گا

زعفرؓ نے پوچھا تجھ کو یہ کیونکر ہوئی خبر
بولا وہ جن بحدِّ ادب ہاتھ باندھ کر
اک دن ہُوا تھا میرا نجف کی طرف گزر
پہنچا جوں ہی میں قبرِ جنابِ امیرؑ پر
دیکھا ضریحِ شاہِؑ نجف تھرتھراتی ہے
ہے ہے حسینؑ پیارے کی آواز آتی ہے

سُن کر صدا جو میں گیا بَر مرقدِ مکول
کی عرض ہاتھ باندھ کر اے نائبِ رسولؐ
لرزش میں کیوں مزار ہے کیوں آپ ہیں مکول
بندہ بھی مُطّلع ہو مِری عرض ہو قبول
آئی ندا کہ شاہِؑ زَمن قتل ہوتا ہے
میرا حسینؑ تشنہ دہن قتل ہوتا ہے

یہ سُنتے ہی ضریح سے آنکھوں کو وہ ملا
بیتاب ہو کے دشتِ بَلا کی طرف چلا
دیکھا جو اُس نے نقشۂ میدانِ کربلا
لشکر ہے سَر کٹائے پڑا، خوں میں ہے بھرا
حسرت سے شاہؑ لاشوں پہ کرتے نگاہ ہیں
خیمے میں اہلِ بیتؑ ہیں، نرغے میں شاہؑ ہیں

سبطِ نبیؐ پہ اُس نے جو کی غور سے نگاہ
اک لاش ننھی ہاتھوں پہ اپنے لئے ہیں شاہؑ
منہ چُومتے ہیں، گاہ گلا چُومتے ہیں آہ
ہر مرتبہ یہ کہتے ہیں جو مرضیٔ الٰہ
وہ ننھی لاش سینے سے اپنے لگاتے ہیں
بچے کی قبر سبطِ پیمبرؐ بناتے ہیں

تلوار سے جو کھود چکے قبر ، شاہؑ دیں
عمّامہ اپنا پھاڑ کے سَردارِ مومنیں
کفنانے کو اُٹھالیا ہاتھوں پہ نازنیں
کرتا اُتارا دفن کیا اپنا مہ جبیں
پیوند خاک جبکہ اُسے شہؑ نے کردیا
گُرتا شکَوکا ننھی سی تربت پہ رکھ دیا

تیرِ ستم نے زیست کا نقشہ بگاڑ کے
اک ماں کی حسرتوں کے چمن کو اُجاڑ کے
کاٹا قضا نے نخلِ تمنا اُکھاڑ کے
سُن کر یہ ذکر ، غم سے ہوں ٹکڑے پہاڑ کے
ننھی سی قبر کھود کے اصغرؑ کو گاڑ کے
شبیرؑ اُٹھ کھڑے ہوئے دامن کو جھاڑ کے

جب کربلا میں شاہؑ کا لشکر ہُوا شہید

جب ہوئی ظہر تلک قتل سپاہِ شبیرؑ

جب ہوئی ظہر تلک قتل سپاہِ شبیرؑ
بجز اصغرؑ نہ رہا نورِ نگاہِ شبیرؑ
تھی فقط روحِ علیؑ ، پشت پناہِ شبیرؑ
حق سے کہتے تھے کہ تو رہیو گواہِ شبیرؑ
سَر فدا کر کے شریکِ شہدا ہوتا ہوں
آج میں تیری امانت سے ادا ہوتا ہوں

اب نہ قاسمؑ مِرا باقی ہے نہ اکبرؑ باقی
نہ علمدار سلامت ہے نہ لشکر باقی
بھانجے بیٹے بھتیجے نہ برادر باقی
اب فقط سَر مِرا باقی ہے اور اصغرؑ باقی
قتل اصغرؑ ہو ، مِرا سَر بھی جُدا ہو جائے
اِس امانت سے بھی شبیرؑ ادا ہو جائے

یا خدا تجھ پہ میں صدقے مِرا لشکر بھی نثار
دل فدا ، جان فدا ، روح فدا ، سَر بھی نثار
علی اکبرؑ بھی نثار اور علی اصغرؑ بھی نثار
تجھ پہ باقرؑ بھی فدا ، عابدِؑ مضطر بھی نثار
میں نے جو کچھ ترے دربار سے پایا مولا
سب تِری راہ میں خوش ہو کے لُٹایا مولا

وہ کلیجے پہ دَھرے ہاتھ پڑے ہیں اکبرؑ
ہے وہ عباسِؑ دلاور وہ حسنؑ کا دلبر
ایک اک پیارے کو قربان کیا گِن گِن کر
کی امانت میں خیانت نہ ذرا ، اے داور
تو نے دولت تھی جو مجھ خاک نشیں کو سونپی
وہ امانت تِری بندے نے زمیں کو سونپی

بندہ پرور میں ہوں اک عبدِ غریب و احقر
بیکس و بے پدر و بے وطن و بے مادر
منزلِ ملکِ عدم میں تُو مِرا ہو رہبر
نہ تو اُس راہ سے آگاہ نہ منزل کی خبر
شوق بھی رعب بھی مجھ کو تری درگاہ کا ہے
سامنا بندۂ ناچیز کو اللہ کا ہے

ناگہاں آئی یہ آوازِ خدائے کونین
بس مِرے بندۂ بیکس مِرے مظلوم حسینؑ
شُکر وہ کرتا ہے تو آج بصد شیون و شین
مجھ کو شرم آتی ہے اے فاطمہؑ کے نورُالعین
تشنہ کامی میں نہیں کام لبِ دریا سے
آفریں اے مِرے چوبیس پہر کے پیاسے

جب ہوئی ظہر تلک قتل سپاہِ شبیرؑ / مرزا دبیرؒ

جب خاتمہ بخیر ہُوا فوجِ شاہؑ کا

جب خاتمہ بخیر ہُوا فوجِ شاہؑ کا
کوثر پہ قافلہ گیا پیاسی سپاہ کا
گھر لُٹ گیا جنابِؑ رسالت پناہ کا
خاک اُڑ رہی تھی حال یہ تھا بارگاہ کا
وہ بھائی ، وہ رفیق ، نہ وہ نورِ عین تھے
نرغے میں دشمنوں کے اکیلے حسینؑ تھے

پُر خوں جبیں ، پھٹے ہوئے کپڑے ، بدن پہ خاک
چادر سیاہ ، ایک گریباں ، ہزار چاک
دل بھی جگر بھی سینۂ پُر خوں بھی دردناک
بیکس بہن کے حال پہ روئے امامِ پاک
فرمایا خوں میں اکبرؑ مہ رُو نہائے ہیں
ہم اُن کی لاش چھوڑ کے رخصت کو آئے ہیں

عباسؑ اب کہاں ہیں کہاں اکبرؑ حسینؑ
اعدا کو بڑھ کے روکنے والا کوئی نہیں
خیمے تک آ نہ جائے کہیں فوجِ اہلِ کیں
رخصت کرو حسینؑ کو اے زینبِؑ حزیں
لا دو رسولِؐ پاک کا رختِ کہن ہمیں
پہنادو اپنے ہاتھ سے زینبؑ کفن ہمیں

وہ بولی میری جان نکل لے تو جایئے
خنجر اَجل کا حلق پہ چل لے تو جایئے
مضطر ہے جی بہن کا سنبھل لے تو جایئے
اچھا ذرا سکینہؑ بہل لے تو جایئے
بالوں پہ خاک اُڑا کے منہ اشکوں سے دھو تولُوں
ماں جائے بھائی میں تجھے جی بھر کے رو تولُوں

دیکھا یہ کہہ کے بالی سکینہؑ کو یاس سے
لپٹی وہ دوڑ کر شہِؑ گردوں اَساس سے
طاقت نہ تھی کلام کی ہر چند پیاس سے
بولی وہ تشنہ کام شہِؑ حق شناس سے
کیا اِس بَلا کے بَن سے تہیہ سفر کا ہے
صدقہ گئی بتاؤ ارادہ کدھر کا ہے

فرمایا شہؑ نے ہاں یہ سفر ناگزیر ہے
آؤ گلے لگو کہ یہ وقتِ اخیر ہے
اب آرزوئے قُربِ خدائے قدیر ہے
تنہا ہیں ہم ، سپاہِ مخالف کثیر ہے
طے ہو یہ مرحلہ جو عنایت خدا کرے
جس کا نہ کوئی دوست ہو بی بی وہ کیا کرے

جب خاتمہ بخیر ہُوا فوجِ شاہؑ کا

یہ کہہ کے پیاری بیٹی سے، دیکھا اِدھر اُدھر
پوچھا کدھر ہیں بانوئے ؑ ناشاد و نوحہ گر
فضہ ؑ نے عرض کی کہ اِدھر پیٹتی ہیں سَر
رُخصت کی بھی حضور کی اُن کو نہیں خبر
لب پر گھڑی گھڑی علی اکبر ؑ کا نام ہے
چلئے ذرا کہ کام اب اُن کا تمام ہے

سُن کر صدا حسینؑ کی چونکی وہ نوحہ گر
کی عرض سَر جُھکا کے قدم پَر بچشمِ تَر
تنہا حضور آئے ہیں باندھے ہوئے کمر
صاحب کہاں ہے مَنّتوں والا مِرا پسر
ایسا نہیں جو دُکھ میں جُدا ہووے باپ سے
اپنے مراد والے کو لوں گی میں آپؑ سے

اے جانِ فاطمہؑ مِرا پیارا کدھر گیا
اَمّاں کی زندگی کا سہارا کدھر گیا
وہ تین دن کی پیاس کا مارا کدھر گیا
سیدانیوں کی آنکھ کا تارا کدھر گیا
باتیں یہ سُن کے کہنے لگے شاہِؑ بحر و بر
یارب جُدا نہ ہو کسی ماں سے جواں پسر
جب خاتمہ بخیر ہُوا فوجِ شاہؑ کا

☆☆☆☆☆

وقآر محسن

اجل کو ہوگئی آخر کو مات مقتل میں
حسینؑ بانٹ رہے تھے حیات مقتل میں
وہی کیا جو کہا تھا رسولِ اکرمؐ نے
رکھی حسینؑ نے نانا کی بات مقتل میں

(بشکریہ سوز خواں ماسٹر محمود زیدی و بشیر علوی)

جس دم نگینِ خاتمِ پیغمبراںؐ گِرا

جس دَم نگینِ خاتمِ پیغمبراںؐ گرِا
رونق اُٹھی زمیں سے امامِؑ زماں گرِا
گرِنے پہ سب گروہ لئے برچھیاں گرِا
ہے ہے نہ اِن جفاؤں پہ بھی آسماں گرِا
زہراؑ سے پوچھیے یہ قلق نورِ عین کا
تپنا زمیں کا اور تڑپنا حسینؑ کا

زینبؑ کا وہ تڑپنا وہ گھبرانا یاس کا
وہ تھرتھرانا دل کا وہ اُڑنا حواس کا
کہنا بِلک بِلک کے یہ کلمہ ہراس کا
اے شمر ، واسطہ علی اصغرؑ کی پیاس کا
لِلّٰہ تین روز کے پیاسے کو چھوڑ دے
صدقہ نبیؐ کا اُن کے نواسے کو چھوڑ دے

تھم جا خدا کو مان ، حبیبِؐ خدا کو مان
زہراؑ کو مان ، حضرتِؑ مشکل کشا کو مان
سوگند فقر و فاقۂ آلِؑ عبا کو مان
اپنی رسولؐ زادی کی تو التجا کو مان
سارے بزرگ مر گئے مجھ بد نصیب کے
میرا کوئی نہیں ہے سِوا اِس غریب کے

اے شمر میں گلے سے لگا لوں تو ذبح کر
بھائی سے مل کے خیمے میں جا لوں تو ذبح کر
کچھ درد اپنے دل کا سُنا لوں تو ذبح کر
سیّد کو قبلہ رُو میں لِٹا لوں تو ذبح کر
پانی تو بھوکے پیاسے کو اے بد خصال دے
ہے وقتِ ذبح آنکھوں پہ کپڑا تو ڈال دے

اے شمر تجھ کو خالقِ اکبر کا واسطہ
اے شمر تجھ کو روحِ پیمبرؐ کا واسطہ
اے شمر تجھ کو حیدرِؑ صفدر کا واسطہ
اے شمر تجھ کو ننھے سے اصغرؑ کا واسطہ
لِلّٰہ کر نہ ذِبح ، شہِؑ مشرقین کو
میں بھیک مانگتی ہوں مجھے دے حسینؑ کو

یہ کہتے کہتے سُست ہوئی دَم اُلٹ گیا
سَر پیٹتی یہ رہ گئی سَر شہؑ کا کٹ گیا
یوں لاش پہ گِری کہ جگر سب کا پھَٹ گیا
بانہیں گلے میں ڈال کے لاشہ لپٹ گیا
ماں کی طرح تھی عاشقِ شاہِؑ زمن بہن
یہ بھائی بھائی کہتی تھی لاشہ بہن بہن

یہ دن وہ ہے کہ قتل ہوئے سَرورِؑ زمن
بلوے میں بے رِدا ہُوئی شبیرؑ کی بہن
ڈوبا لہو میں آج سکینہؑ کا پیرہَن
شہزادیوں کے شانے میں باندھی گئی رَسَن
یہ دن ہے رُخصتِ شہِؑ عالی مقام کا
ماتم کرو حسین علیہ السّلام کا

مدفوں ہوئے نہ شاہِؑ زمن وا مصیبتا
ممکن ہُوا نہ غسل و کفن وا مصیبتا
بھائی کو رو سکی نہ بہن وا مصیبتا
کیسے اُٹھائے رنج و محن وا مصیبتا
غم آج تک ہے خَلق میں تازہ حسینؑ کا
اُٹھّا نہ کربلا میں جنازہ حسینؑ کا
جس دَم نگینِ خاتمِ پیغمبراں گِرا

پیاسا ہے کئی دن سے یدُاللہ کا جانی

پیاسا ہے کئی دن سے یدُاللہ کا جانی
کہتے ہیں کچھ اور منہ سے نکل جاتا ہے پانی
زخمی کو تو ہوتی ہے بہت تشنہ دہانی
ایک بوند بھی دیتے نہیں وہ ظلم کے بانی
تنہا کو ہیں شمشیر پہ شمشیر لگاتے
وہ کہتا ہے پانی دو ، تو ہیں تیر لگاتے

کہتا ہے کوئی قاسمؑ بے پر کو بُلاؤ
کہتا ہے کوئی اپنے برادر کو بُلاؤ
ہنس کر کوئی کہتا ہے کہ اکبرؑ کو بُلاؤ
پھر تیر سے ماریں علی اصغرؑ کو بُلاؤ
عرصہ ہُوا ہاتھ آپ کو ملتے نہیں دیکھا
میدان میں زینبؑ کو نکلتے نہیں دیکھا

فرماتے تھے شہؑ لاشۂ اکبرؑ پہ یہ جاکر
بابا کی مدد کرنے کو اُٹھو علی اکبرؑ
سنتے ہو مجھے کہتے ہیں کیا کیا یہ ستم گر
دیکھو ہمیں تیغوں سے لعیں کرتے ہیں بے سَر
تولے ہوئے شمشیر ہر اک دشمنِ دیں ہے
اللہ تو اک سَر پہ ہے اَور کوئی نہیں ہے

شہؑ لاشِ علمدار سے فرماتے تھے رو رو
عباسِؑ علی جلد مدد کرنے کو اُٹھو
تلواریں لگاتے ہیں ہمیں ظالمِ بدخو
اے راحتِ جاں بھائی کی مظلومی کو دیکھو
اِس دَم کوئی ہمدم ہے نہ یاور ہے ہمارا
خنجر تو ہزاروں ہیں اَور اک سَر ہے ہمارا

شہؑ نے کہا گھوڑے سے کہ اے اسپِ وفادار
جا تو بھی کہ اب ہوتا ہے بے سَر ترا اَسوار
ہمدم مِرے اب بانوئے ؑ بیکس سے خبردار
لے جائیو جس سمت چلی جائے وہ ناچار
جان اپنی نہ تو بہرِ شہِ جنّ و بشر دے
جا اہلِ حرم کو مِرے مرنے کی خبر دے

پوچھے مجھے گر بالی سکینہؑ تو سُنانا
بی بی ترا بابا ہُوا جنت کو روانا
ہووے گا نہ اب سیدِ مظلوم کا آنا
راتوں کو نہ نیند آئے تو آنسو نہ بہانا
ہم تو رہِ معبود میں اب مرتے ہیں بی بی
بن باپ کے بچے نہیں ضد کرتے ہیں بی بی

بیاسا ہے کئی دن سے یدُاللّٰہ کا جانی / میر انیسؔ

لُوٹا گیا جو آلِ محمدؐ کا کارواں

لُوٹا گیا جو آلِ محمدؐ کا کارواں
افسردہ و مَلول حرم میں تھیں بی بیاں
اُٹھتا تھا دل سے زینبؑ مغموم کے دُھواں
تنہا زمین پر تھے امامِ فلک نشاں
سانچے میں صبر و ضبط و رِضا کے ڈھلے ہوئے
چہرے پہ خاکِ تربتِ اصغرؑ ملے ہوئے

یوں ہورہی تھی روحِ پیمبرؐ سے گفتگو
نانا خدا نے آج کیا مجھ کو سُرخ رُو
اسلام کو مٹا نہ سکے دین کے عدو
باطل کے دل میں رہ گئی ناپاک آرزو
کیا احمریں ہے چہرۂ حق دیکھ لیجئے
گُل رنگ ہے زمیں کا وَرق دیکھ لیجئے

اِس کا نہیں ملال کہ خود تشنہ لب ہیں ہم
ساحل پہ ہے گڑا ہوا عباسؑ کا عَلَم
تاریخِ روزگار پہ ہے خون سے رقم
سقائے اہلبیتؑ کے بازو ہوئے قلم
ریتی پہ اک نشانِ وفا ثبت رہ گیا
پانی کے ساتھ خونِ علمدار بہہ گیا

اکبرؑ کے زخمِ سینہ سے اُبلا تھا جو لہو
اُس نے بڑھائی آپکے وارث کی آبرو
ایسی جوان موت کہ رونے لگے عدو
ایسی اجل کی ہوگی ، فرشتوں کو آرزو
رشتہ خدا سے اور رگِ گردن کٹی ہوئی
کیا سج رہی تھیں خاک سے زلفیں اَٹی ہوئی

کس شان سے شہید ہوا قاسمؑ جواں
نوشاہ جیسے کوئی چلا ہو سوئے جناں
سہرے کے پھول حُسنِ عمل کے فسانہ خواں
اک ایک زخم ، ذوقِ شہادت کی داستاں
اسلام سربلند ہو ، اِس انہماک میں
اپنا شباب آپ مِلایا ہے خاک میں

دیکھا ہے سب نے عونؑ و محمدؑ کا شوقِ جنگ
کیسی شہید ہونے کی دونوں میں تھی اُمنگ
دونوں کی ایک شان تھی دونوں کا ایک ڈھنگ
دونوں جما گئے دلِ باطل پہ اپنا رنگ
دونوں سے موت آکے ہم آغوش ہوگئی
زینبؑ کی مامتا بھی تہہِ خاک سوگئی

گو تشنہ کام تھا مِرا ششماہہ نیم جاں
لب تھے جو خشک خشک تو سوکھی ہوئی زباں
اُس نے بھی مسکرا کے دِیا اپنا امتحاں
گردن پہ زخمِ تیر سہہ پہلو کہ الاماں
اب حشر تک وہ رہ نہ سکے گی سکون سے
جتنی زمین تَر ہوئی اصغرؑ کے خون سے

وہ آپؑ کے نواسے کے انصارِ جاں نثار
تھی جن کے دَم سے گلشنِ اسلام کی بہار
سب ہوگئے شہید پئے عزت و وقار
دنیا نہ پائیگی کبھی ایسے وفا شِعار
قربانی اُن کی دہر میں خالی نہ جائیگی
گَرد اُن کے نام پر کبھی ڈالی نہ جائیگی

اے میری دلفگار بہن اے مِرے حرم
پیچھے ہٹے نہ راہِ رِضا سے کبھی قدم
اچھا بس اب سپردِ خدا ، جارہے ہیں ہم
کچھ اور ظلم ڈھائیں گے یہ بانیٔ ستم
لُوٹیں گے میرے بعد یہ خیمے جلائیں گے
خاکسترِ خیام ، ہَوا میں اُڑائیں گے

اے زندگی کی وادیٔ پُرخار ، الوداع
اے روزِ تابناک و شبِ تار ، الوداع
اے تشنہ لب سکینہؑ تمہیں پیار ، الوداع
تم کو شِفا ہو عابدِؑ بیمار ، الوداع
آواز دے گی فاطمہؑ کے نورِ عین کو
لائے گی اب زمین کہاں سے حسینؑ کو

لوٹا گیا جو آل محمدؐ کا کارواں / صباؔ اکبر آبادیؒ

غارتِ خیمۂ سرورؑ کو جب آئے اعداء

غارتِ خیمۂ سرورؑ کو جب آئے اعداء
ننگی تلواریں لئے بے ادب آئے اعداء
شور بیبوں میں ہُوا، ہے غضب آئے اعداء
کوئی وارث نہ رہا سَر پہ تب آئے اعداء
آس اب کِس کی ہے کون آہ بچائے ہم کو
اِن جفا کاروں سے اللہ بچائے ہم کو

بی بیاں کرتی تھیں فریاد کہ ہم لُٹتے ہیں
اے خدا تیرے پیمبرؐ کے حرم لٹتے ہیں
آج بے جرم یہ پابندِ اَلم لٹتے ہیں
یوں مسافر کبھی پردیس میں کم لٹتے ہیں
آگ پردے کی قناتوں میں لگا دی، ہے ہے
مسندِ احمدِؐ مختار جلا دی، ہے ہے

تھی بپا آلِ نبیؐ میں یہ فغان و زاری
اتنے میں راکھ ہوئیں جل کے قناتیں ساری
نکلے میدان میں گھبرا کے حرم اِکباری
برچھیاں تانے ہوئے گرِد تھے اُن کے ناری
ڈر سے سینے میں کسی بی بی کی سانس اَڑتی تھی
لڑکھڑا کر کوئی بچہ لیئے گرِ پڑتی تھی

پائی غارت سے جو اعداء نے فراغت اِکبار
عُمرِ سعد سے اک شامی نے یہ کی گفتار
لُٹ چکی بادشہِ کون و مکاں کی سَرکار
کوئی شئے لشکریوں نے اب نہیں چھوڑی زِنہار
حرمِ شاہؑ میں اب اور تو کیا باقی ہے
سَر پہ بیبوں کے بس اب ایک رِدا باقی ہے

شمر بولا کہ رِداؤں کو بھی لو جلد اُتار
نہیں حاکم کے گنہگاروں کو پردہ درکار
سَر برہنہ رہیں ناموسِ رسولِؐ مختار
بے کجاوے کے جو ہوں اونٹ کرو اُن پہ سوار
قتل وارث ہوئے دہشت ہمیں کیا ہے اِن کی
جتنا رو رو کے یہ چِلّائیں سزا ہے اِن کی

سَرِ زینبؑ سے رِدا لینے لگے جب اَظلم
تھرتھراتی تھی زمیں ہِلتا تھا عرشِ اعظم
روکے وہ کہتی تھی اے ظالمو زہراؑ کی قَسم
مریمؑ و حاجرہؑ سے مرتبہ میرا نہیں کم
غضبِ حق سے کہاں بچ کے نکل پاؤ گے
آہ اک ایسی کروں گی میں کہ جَل جاؤ گے

چھوڑ دو گوشۂ چادر کو مرے پاس نہ آؤ
بنتِ زہراؑ ہوں نبیؐ زادی ہوں مجھ کو نہ ستاؤ
کلمہ تم پڑھتے ہو جس کا نہ اُسے غیظ میں لاؤ
تم کو لازم تھا بہ عزت ہمیں پردہ میں بٹھاؤ
لُوٹ کر زیور و زَر پھر مجھے دُکھ دیتے ہو
اِک رِدا باقی ہے اُس کو بھی لئے لیتے ہو

غارتِ خیمۂ سرورؑ کو جب آئے اعداء

چھینتے ہو وہ رِدا جس میں ہیں سَو سَو پیوند
حق کو یہ ظلم کسی طَور نہ ہوئے گا پسند
کہیں گے حشر میں قدسی یہ بہ آوازِ بلند
ننگے سَر فاطمہؑ آتی ہے کرو آنکھیں بند
اُس کی بیٹی کی رِدا چھین کے کیا پاؤ گے
آج کے ظلم کی محشر میں سزا پاؤ گے

سُن کے یہ دستِ ستم سب نے بڑھایا اکبار
اور رِدا ہائے غضب لی سَرِ زینبؑ سے اُتار
حق سے فریاد جو کرنے لگی وہ سینہ فگار
آئی مقتل سے یہ آوازِ امامؑ ابرار
مت کرو شکوہ ، اگر بھائی ہے پیارا زینبؑ
آزماتا ہے خدا صبر تمہارا زینبؑ

غم نہ کھاؤ جو رِدا لے گئے سَر سے دشمن
دیکھ سکتا ہے کوئی نورِ الٰہی کو بہن
لائیو لب پہ نہ زِنہار شکایت کا سخن
جلتی ریتی پہ ہے عریان ہمارا بھی بدن
ہے ستم سہنے کو خالق نے بنایا ہم کو
نہ رِدا تم کو میسر ہے نہ سایا ہم کو

غارتِ خیمۂ سرورؑ کو جب آئے اعداء

جب رخصتِ حسینؑ کا ہنگام آگیا

جب رخصتِ حسینؑ کا ہنگام آگیا
آئے زمیں پہ گھوڑے سے سجدے میں سَر جھکا
قاتل وہ آستیں چڑھاتا ہُوا بڑھا
بالیں پہ روحِ سیدہؑ نے سَر پٹک دیا
خنجر پھِرا تو ماں کا کلیجہ اُلٹ گیا
زہراؑ کی گود میں سَرِ شبیرؑ کٹ گیا

قرآن کے محافظ و یاور چلے گئے
عباسؑ و قاسمؑ و علی اکبرؑ چلے گئے
حد ہے کہ چھے مہینے کے اصغرؑ چلے گئے
اب کیا رہا کہ سبطِ پیمبرؐ چلے گئے
لاشیں پڑی ہیں گنجِ شہیداں کی خاک میں
قرآں بکھر گیا ہے بیاباں کی خاک میں

وہ جانبِ خیام بڑھی فوجِ اشقیاء
سَر کھولے ساتھ ساتھ چلی بنتِ مصطفیٰؐ
لُٹنے لگے خیام ، سَروں سے چِھنی رِدا
خیمے سے نکلیں زینبؑ مضطر برہنہ پا
آغوش میں چُھپا کے خدا کے کلام کو
بازو پکڑ کے لے چلیں بیمار امام کو

زینبؑ چلی تھی خیمے سے جب ہو کے بے رِدا
بیٹی کو تک رہی تھیں بڑے دُکھ سے سیدہؑ
اک بار سُوئے عالَمِ اَرواح رُخ کیا
دیکھا کہ دیکھتے ہیں اِدھر ہی کو مصطفیٰؐ
روکے تھا جن کو ضبط وہ سوتے اُبل پڑے
دیکھا پدر کو آنکھ سے آنسو نکل پڑے

فرمایا رو کے دیکھتے ہیں آپ یا نبیؐ
اُمت نے جو حضور کی عترت کی قدر کی
بابا صلہ تھا کیا مِری خدمات کا یہی
بابا مِرا حسینؑ ، مِری کوکھ اُجڑ گئی
بابا قصور کیا تھا مِرے نورِ عین کا
بابا چُھری سے کاٹا گیا سَر حسینؑ کا

بابا عدو مریض کا بستر بھی لے گئے
خیمے سے گاہوارۂ اصغرؑ بھی لے گئے
ظالم یتیم بچّوں کے گوہر بھی لے گئے
زینبؑ کے سَر سے چھین کے چادر بھی لے گئے
جائے کہاں کہ آگ لگی ہے خیام میں
سَر ننگے میری بچی ہے بلوائے عام میں

بابا اُجڑ رہا تھا مِرا گھر میں پاس تھی
روتا تھا مجھ پہ میرا مقدر میں پاس تھی
جب باپ سے چُھٹا علی اکبرؑ میں پاس تھی
ہنستا تھا تِیر کھاکے جب اصغرؑ میں پاس تھی
دیکھا حضور مجھ پہ جو عالم گزر گیا
بابا میں چپ رہی مِرا عباسؑ مرگیا

بابا اسیر ہے مِرا کنبہ میں کیا کروں X
بچّوں پہ بڑھتی جاتی ہے ایذا میں کیا کروں
بابا بِلک رہی ہے سکینہؑ میں کیا کروں
بابا میں کیا کروں ، مِرے بابا میں کیا کروں
کیجے دعا کہ صبر مجھے کردگار دے
مالک یہ کربِ روح کی منزل گزاردے

جب رخصتِ حسینؑ کا ہنگام آگیا / شاہدؔ نقوی

جو کربلا میں ہوئی شاہؑ پر جفا سُنیے

جو کربلا میں ہوئی شاہؑ پر جفا سُنیے
بوقتِ عصر ، شہؑ دیں کا ماجرا سُنیے
بیانِ ہمت و صبرِ شہؑ ہُدا سُنیے
وہ آتی ہے مَلکُ الموت کی صدا سُنیے
ملا جو حکم کہ سَر سے نکال ، جانِ حسینؑ
کہا کہ سخت ہے یارب ، یہ امتحانِ حسینؑ

لگا ہے زخمِ تبر بہہ رہا ہے سَر سے لہو
بھرے ہیں خون میں جانِ رسولؐ کے گیسو
قریب جاکے رکھوں دل پہ کس طرح قابو
کہ اِس لہو میں تو ہے فاطمہؑ کے دودھ کی بو
ندا یہ آئی کہ آنکھیں تو ڈال ، آنکھوں میں
کہا بہن کا ہے اِس دَم خیال آنکھوں میں

ندا یہ آئی کہ گردن سے کھینچ جان اِن کی
کہا میں کیا کروں گردن پہ چل رہی ہے چھری
چُھری پکڑ کے یہ چِلّاتی ہے کوئی بی بی
نہ ذِبح کر میرے بچّے کو میں دعا دُوں گی
جہاں رواں ترے خنجر کی آب ہے ظالم
یہ بوسہ گاہِ رسالت مآبؐ ہے ظالم

ندا یہ آئی کہ سینے سے قبض کرلے جاں
کہا وہ تیروں سے چھلنی ہے اے مِرے رحماں
ابھی تو مار کے برچھی ہٹا ہے اک شیطاں
اور اب تو ہے تہہِ زانوئے شمر یہ قرآں
یہ کرب ہے کہ رُخِ پاک زرد ہے یارب
تیرے حسینؑ کے سینے میں درد ہے یارب

ندا یہ آئی کہ مظلومیت کے رُتبہ شناس
کمر سے کھینچ لے صابر کی جان بے وَسواس
کہا مَلک نے تڑپ کر بہ درد و حسرت و یاس
کمر تو ٹوٹ گئی جب سے مرگئے عباسؑ
ندا یہ آئی کہ اِن کا مَحال ہے چہرہ
کہا کہ خون سے اصغرؑ کے لال ہے چہرہ

یہ گفتگو تھی کہ مُرجھا گیا رسولؐ کا پھول
فلک سے آگئے روحُ الامیں ، حزین و ملول
کہا ملک نے کہ منہ ڈھانپ لو برائے رسولؐ
پسر کی لاش پہ کھولیں گی اپنے بال بتولؑ
ندا یہ سُن کے اُسی سَمت چل پڑیں زینبؑ
تڑپ کے خیمے سے باہر نکل پڑیں زینبؑ

نسیمؔ اِدھر سے تو قدسی کی یہ صدا آئی
اُدھر تڑپتی ہوئی بنتِ مرتضیٰؑ آئی
قریبِ لاش جو خواہر بصد بکا آئی
اخی کے حلقِ بُریدہ سے یہ صدا آئی
کوئی بزرگ نہ اب کوئی خورد ہے زینبؑ
نبیؐ کی آلؑ تمہارے سپرد ہے زینبؑ

جو کربلا میں ہوئی شاہؑ پر جفا سنیے / نسیمؔ امروہویؒ

پروفیسر کرارؔ حسینؒ

بندگانِ رسم و رخصت اپنے گھر بیٹھے رہیں
کربلا اک درس ہے اہلِ عزیمت کے لئے

رفیقؔ رضوی

کیوں نہ ہو ہم کو محبت مرثیہ خوانی کے ساتھ
کربلا تک آگئے ہم کتنی آسانی کے ساتھ

(بشکریہ سوز خواں سیّد آلِ عبا و آلِ رضا / منگورجہ)

جب رَن میں قتل فوجِ شہؑ کربلا ہوئی

جب رَن میں قتل فوجِ شہؑ کربلا ہوئی
سبطِ رسولؐ قتل ہوئے انتہا ہوئی
لیکن نہ ختم اہلِ جفا کی جفا ہوئی
اِس کربلا کے بعد پھر اک کربلا ہوئی

اب تک یہ پوچھتا ہے مورّخ یزید سے
رنجش حرم سے تھی کہ امامِ شہید سے

اصغرؑ نے کیا کیا تھا کہ چھیدا گیا گلا
جرمِ سکینہؑ کیا تھا کہ دُرّوں کی دی سزا
بیمار کس خطا پہ اسیرِ جفا ہُوا
زینبؑ کا کیا قصور تھا کیوں چھین لی رِدا

بے بس ربابؑ تکتی تھی کس درد و یاس سے
اک ماں کو کیوں ہٹا دیا جھولے کے پاس سے

لائے گئے حرم سَرِ دربار کس لئے
رُسوا کئے گئے سَرِ بازار کس لئے
طوقِ گراں و گردنِ بیمار کس لئے
دُرّوں کا ظلم ، ظلم پہ اِصرار کس لئے
مَسلے گئے جو پھول ریاضِ بتولؑ کے
کس کو کیا تھا قتل حرم نے رسولؐ کے

اللہ! بعدِ قتلِ شہنشاہِ اِنس و جاں
کیا کیا نہ فوجِ ظلم کی تھیں بد لگامیاں
وہ قہقہے وہ خیموں سے اُٹھتا ہُوا دُھواں
وہ بی بیوں کا صبر وہ بچّوں کی سسکیاں
دل چیرتی وہ زینبؑ ناشاد کی صدا
وہ اک بہن سے بھائی کی فریاد کی صدا

بھّیا تمہارے بعد اسیرِ جفا ہوئے
خیمے جلادیئے گئے ہم بے رِدا ہوئے
گستاخ کتنے آج یہ اِہل خطا ہوئے
ہنس ہنس کے پوچھتے ہیں کہ عباسؑ کیا ہوئے
کہتے ہیں طنز سے وہ دلاور کہاں گئے
قاسمؑ کو کیا ہُوا علی اکبرؑ کہاں گئے

بھیا تمہیں بتاؤ اِنہیں کیا جواب دوں X
بیوائیں روتی ہیں انہیں کیا کہہ کے چُپ کروں
خود بے رِدا ہوں کیسے غریبوں کے سَر ڈھکوں
بچوں کو ساتھ لے کے میں کس بَن میں جا چھُپوں
تاکید صبر کی تھی میں پابند اِسی کی ہوں
لیکن خیال آتا ہے بیٹی علیؑ کی ہوں

چھنتے رہے سکینہؑ کے گوہر میں چُپ رہی
جلتا تھا گاہوارۂ اصغرؑ میں چپ رہی
کھنچتا رہا مریض کا بستر میں چپ رہی
سَر سے اُتر گئی مِرے چادر میں چپ رہی
بیمار غش میں ہے اُسے کیونکر اُٹھاؤں میں
خیمے تو جل چکے ہیں کہاں لے کے جاؤں میں

بھیا کسی طرح مِرے اکبرؑ کو بھیج دو
بھیا ربابؑ روتی ہے اصغرؑ کو بھیج دو
عباسؑ میرے شیرِ دِلاور کو بھیج دو
وقتِ مدد ہے ثانیٔ حیدرؑ کو بھیج دو
شمر آرہا بچوں کے کوڑے لگائے گا
میں کیا کروں گی مجھ سے تو دیکھا نہ جائے گا

زینبؑ کی اِس صدا پہ قیامت ہوئی بپا
لرزہ ہُوا زمیں کو فلک کانپنے لگا
کانوں میں آئی زینبِؑ مضطر کے یہ صدا
بیٹی سے جیسے کہتی ہو رو رو کے سیدہؑ
زینبؑ یہی مشیتِ داور ہے ، صبر کر
اب صبر ہی ترے لئے بہتر ہے ، صبر کر

جب رَن میں قتل فوجِ شہِؑ کربلا ہوئی / شاہدؔ نقوی

اخترؔ ہاشمی

پیاسوں کا معجزہ یہ نہیں ہے تو پھر ہے کیا
دریا ہے پاس ، ساحلِ دریا کو پیاس ہے
کامل یقیں ہے روحِ روانِ حسینیت
لیکن یزیدیت تو مکمل قیاس ہے

جب رن میں بعد شامِ غریباں سحَر ہوئی

جب رَن میں بعدِ شامِ غریباں سحَر ہوئی
روشن شعاعِ مہر سے ہر رہ گزر ہوئی
بے وارثوں کی رات تڑپ کر بسر ہوئی
راہِ وفا کی ایک مہم اور سَر ہوئی
بھر کر نظر میں حادثۂ کربلا بڑھا
اب تازہ منزلوں کی طرف قافلہ بڑھا

اب کون ہے سُنے جو صدائے دلِ حزیں
اکبرؑ بھی دور جاچکے عباسؑ بھی نہیں
آخر نبیؐ کی آلؑ کی مُشکیں کَسی گئیں
دُرّے لگاتے لے چلے بیووں کو اہلِ کیں
دیکھی فلک نے یہ بھی جفا اہلِ شام کی
طوقِ گراں سے چھِل گئی گردن ، امامؑ کی

چھوٹے بڑے تھے ایک رَسن میں بندھے ہوئے
بچے گھسٹ رہے تھے مگر رو نہ سکتے تھے
ظالم جھٹک جھٹک کے اسیروں کو لے چلے
کیا قہر تھا چلے بھی تو مقتل کی راہ سے
مقصد یہ تھا کہ دل کی خراشیں بھی دیکھ لیں
جاتے ہوئے عزیزوں کی لاشیں بھی دیکھ لیں

گُزرے اُدھر سے ہو کے جو یہ سوختہ جگر
کچلا پڑا تھا لاشۂ شہؑ جس مقام پر
زینبؑ زمیں پہ گرِ پڑی اک چیخ مار کر
تڑپا اِدھر زمیں پہ تنِ شاہِؑ بحر و بر
فریاد کی بہن نے جو رو کر حسینؑ سے
کونین تھرتھرا اُٹھے زینبؑ کے بَین سے

وہ پارہ پارہ لاش وہ دل چیرتی بکا
وہ دشتِ ہولناک وہ سہمی ہوئی فضا
شورِ فغاں سے چونک اُٹھا دشتِ کربلا
جیسے کہ ذرّے ذرّے سے آتی ہو یہ صدا
بھیا تمہارے بعد اسیرِ جفا ہوئے
خیمے جلادیئے گئے ہم بے رِدا ہوئے

بھیا تڑپ رہی تھی سکینہؑ زمین پر
کانوں سے اُس کے کھینچتے تھے دُر جب اہلِ شر
آواز روکتی تھی کہ تھا سیلیوں کا ڈر
رہ رہ کے ماں کو تکتی تھی یا مجھ پہ تھی نظر
حسرت سے میں اُسے وہ مجھے دیکھتی رہی
بھیا میں کچھ نہ کرسکی چپکی کھڑی رہی

جب رَن میں بعد شامِ غریباں سحر ہوئی / شاہدؔ نقوی

جب گل چراغِ تُربتِ خیرُ الورٰی ہوا

جب گُل چراغِ تربتِ خیرُ الوریٰ ہوا
زہراؑ کا لال امتِ جد پر فدا ہوا
سجدے میں سَر امامؑ کا تَن سے جُدا ہوا
فریادِ جبرئیلؑ سے محشر بپا ہوا
غل پڑگیا کہ بھائی سے ہمشیر چُھٹ گئی
زہراؑ کا گھر رسولؐ کی سَرکار لُٹ گئی

لکھّا ہے جب شہید ہوئے شاہِؑ بحر و بر
نوکِ سِناں پہ رَن میں چڑھا بے وطن کا سَر
آئے حرم سَرا میں سمگار بے خطر
بازار ہوگیا پسرِ فاطمہؑ کا گھر
غل تھا ہر ایک بی بی کی چادر اُتار لو
عابدؑ جو کچھ کہے تو ابھی سَر اُتار لو

پھر تو نبیؐ کی آلؑ پہ کیا کیا جفا ہوئی
بنتِ علیؑ اسیر ہوئی بے رِدا ہوئی
بیمار و خستہ حال کی اچھی دَوا ہوئی
خیمے جلے تو اَور قیامت بپا ہوئی
باتوؑ کا شور تھا نہ مِرا دَم نکل گیا
اے میرے بے زباں ترا جھولا بھی جَل گیا

وہ بیکسی وہ غربتِ آلِؑ عبا کی رات
آفت کا بَن ، غضب کا اندھیرا ، بَلا کی رات
پہلی وہ فرقتِ شہِؑ گلگوں قبا کی رات
رونے کی ، پیٹنے کی ، الم کی ، عزا کی رات
بچّوں کی جانِ زار پہ صدمے بڑے رہے
جُھلسی ہوئی قنات میں شب بھر پڑے رہے

مہلت جو ظالموں کے ستم سے ملی ذرا
بچّوں کو ڈھونڈھنے کو چلی بنتِ مرتضیٰؑ
جب دخترِ حسینؑ کا پایا نہ کچھ پتا
دریا کی سمت مُڑ کے پکاری بصد بکا
خواہر پہ اَور تازہ مصیبت گزر گئی
عباسؑ کچھ خبر ہے سکینہؑ کدھر گئی

جب گل چراغِ تُربتِ خیرُ الورٰی ہوا

یہ کہہ کے قتل گاہ میں محوِ بکا گئی
سُوئے نشیب دخترِ خیرُ النساء گئی
کانوں میں اک یتیم کی آواز آگئی
دیکھا وہ حال کانپ گئی تھرتھرا گئی
اک بچّی ایک لاش پہ قربان ہوتی ہے
منہ سے نہ بولنے کا گِلہ کرکے روتی ہے

زینبؑ قریب جاکے پکاری بحالِ زار
ہے ہے تو کس غریب کی بچّی ہے میں نثار
تُتلا کے وہ یتیم پکاری یہ بار بار
اِن کی ہی نور عین ہوں اِن کی ہی گُلعِذار
رو کر یہ کہہ رہی ہوں شہِ کائنات سے
بلا مِرے چچا کو بلا دو فرات سے

سننا یہ تھا کہ دوڑ کے لپٹی یہ سوگوار
رو کر کہا کہ اے مِری بچّی ترے نثار
سب گھر کو انتشار ہے سب گھر کو انتظار
مادر بھی بے قرار ہے خواہر بھی بے قرار
مجھ کو یہ آس کب تھی کہ اب تم کو پاؤں گی
لو واری گھر چلو میں تھپک کر سُلاؤں گی

ہے ہے یہ وقت اور یہ آندھی یہ انتشار
جنگل کا بھی نہ خوف کیا میری گُلعِذار
بے سَر پڑے ہیں دشت میں لاشے بحالِ زار
کیونکر شناخت کرلیا بابا کو میں نثار
ہر عُضو پائمال ، بدن پاش پاش ہے
ہاں ہو نہ ہو یہ قاسمؑ مضطر کی لاش ہے

اُس نے کہا یہی مِرے بابا ہیں میں فدا
میں دشت میں پکارتی پھرتی تھی جابجا
بابا کدھر ہیں کوئی بتادو پئے خدا
اِس لاش نے پکارا کہ بیٹی اِدھر کو آ
اِس کو مِری فغاں سے اذیت بڑی ہوئی
میں پیٹنے لگی تو یہ لاش اُٹھ کھڑی ہوئی

جب گل چراغِ تربتِ خیر الوریٰ ہوا / نسیمؔ

نمودِ شامِ غریباں ہجومِ آفت ہے

نمودِ شامِ غریباں ہجومِ آفت ہے
قدم قدم پہ نیا غم نئی مصیبت ہے
امامؑ ہیں نہ علمدار بہرِ نصرت ہے
فقط جلے ہوئے خیمے ہیں اور عترتؑ ہے
حرم ہیں فکر و تردّد میں سَر جُھکائے ہوئے
جو سَر پرست تھے سوتے تھے سَر کٹائے ہوئے

وہ دشتِ ظلم ، وہ تنہائی ، وہ اندھیری رات
وہ فکر و یاس ، وہ پیاروں کے داغ ، وہ سادات
نبیؐ کی روح حفاظت کو ، یا خدا کی ذات
بہن سے زینبِؑ دلگیر نے کہی یہ بات
حرم میں آپ رہیں بیکسوں کی نصرت کو
میں گردِ خیمہ پھروں رات بھر حفاظت کو

یہ بات کہہ کے چلیں بنتِ حیدرِؑ کرار
زباں پہ نالہ ٔ و فریاد ہاتھ میں تلوار
حرم سَرا سے جو نکلی وہ مضطر و ناچار
تو دیکھا آتا ہے خیمے کی سَمت ایک سوار
پکارِیں بنتِ علیؑ اور سَمت جا بھائی
یہ بارگاہِ نبیؐ ہے اِدھر نہ آ بھائی

رُکا نہ پھر بھی جو وہ شہسوارِ نیک انجام
غضب میں آگئیں تب خواہرِ امامِؑ انام
فرَس اُڑا کے جو وہ آگیا قریبِ خیام
جَھپٹ کے دخترِ شیرِ خدا نے پکڑی لگام
لگام پکڑی جو اُس سوگوار نے بڑھ کر
گلے میں ڈال دیں باہیں سوار نے بڑھ کر

تڑپ کے صورتِ بسمل وہ جان کھونے لگا
جگر لرزنے لگا بے قرار ہونے لگا
غمِ حسینؑ میں اشکوں سے منہ کو دھونے لگا
جُھکا کے دوش پہ سَر ، زار زار رونے لگا
کہا نہ رو ، کہ خدا کا ولی ہوں اے بیٹی
میں غم زدہ ، ترا بابا علیؑ ہوں اے بیٹی

پکارِیں ہائے لُٹا گھر خبر نہ لی بابا
بچھڑ گیا مِرا اکبرؑ خبر نہ لی بابا
گزر گیا علی اصغرؑ خبر نہ لی بابا
کٹا حسینؑ کا بھی سَر خبر نہ لی بابا
حرم کا لُٹ گیا زیور مدد نہ کی تم نے
چِھنی رِدائیں جلا گھر مدد نہ کی تم نے

نمودِ شامِ غریباں ہجومِ آفت ہے / نسیمؔ

شامی جو شمعِ دینِ الٰہی بجھا چکے

شامی جو شمعِ دینِ الٰہی بجھا چکے
ناری خیامِ آلِؑ پیمبرؐ جلا چکے
ملعوں سناں پہ سَر شہدا کے چڑھا چکے
بے دیں نبیؐ کے کنبے کو قیدی بنا چکے
تھا بغض ایسا آلِؑ رسالتؐ پناہ سے
بے وارثوں کو لے چلے مقتل کی راہ سے

جب درمیانِ گنجِ شہیداں ہُوا گزر
آئے نظر عزیزوں کے لاشے لہو میں تَر
صدمے سے بے کَسوں کے لرزنے لگے جگر
اونٹوں سے اہلبیتؑ گرے کانپ کانپ کر
درپیش تھا فراق جو اُن دل نشینوں سے
لپٹا لیا شہیدوں کے لاشوں کو سینوں سے

لپٹی تھی اپنے بیٹے کے لاشے سے کوئی ماں
کوئی بہن تھی بھائی کے لاشے پہ نیم جاں
دریا کی سمت تھی کوئی زار و حزیں رواں
کوئی پکارتی تھی مِرا باپ ہے کہاں
اک سوگوار خاک اُڑاتی تھی دشت میں
کچھ ڈھونڈتی ہوئی چلی جاتی تھی دشت میں

کھودی ہوئی زمیں جو اُسے ایک جا ملی
بے تاب ہو کے فرطِ محبت سے گرِ پڑی
بے سَر جو دیکھی لاش وہاں شِیر خوار کی
اک بار ہائے منہ سے کہا اور غش ہوئی
شیعو خبر ہے کون یہ عالی جناب تھیں
اصغرؑ کی سوگوار یہ اُمّ ربابؑ تھیں

چلنے لگا جو شام کی جانب وہ کارواں
قبرِ پسر سے اُٹھی یہ مجبور و ناتواں
بے سَر جو دیکھی دھوپ میں لاشِ شہِؑ زماں
رو کر کہا حسینؑ ہو قربان میری جاں
سایہ نہیں حضور پہ روؤں گی عمر بھر
اب میں بھی زیرِ سایہ نہ بیٹھوں گی عمر بھر

شامی جو شمعِ دینِ الٰہی بجھا چکے / ظہورؔ جارچوی

حبیبؔ جالبؔ

ہم اہلِ غم کے بڑھاتی ہے حوصلے جالبؔ
علیؑ کے لختِ جگر کی عجب حکایت ہے!

شادؔ نقوی الہ آبادی

دل میں خیالِ روضۂ سرورؑ لئے ہوئے
پھرتا ہوں ساتھ اپنا مقدر لئے ہوئے

(بشکریہ نوحہ خواں علی ضیاء و تمار رضوی)

آج مقتل میں عجب بے سروساماں ہیں حرم

آج مقتل میں عجب بے سَر و ساماں ہیں حرم
دل ہیں مجروح کُھلے سَر ہیں پریشاں ہیں حرم
قتلِ شبیرؑ سے بیتاب ہیں گریاں ہیں حرم
وارثوں میں نہیں اب کوئی تو حیراں ہیں حرم

ذکرِ مظلومیٔ شاہِ مدَنی کرتے ہیں
کبھی آہیں تو کبھی سینہ زنی کرتے ہیں

روکے فرماتی ہیں یہ خواہرِ سلطانِؑ انام
اُٹھو سجادؑ کہ اب دن ہُوا جاتا ہے تمام
جُھٹ پُٹا وقت ہے کچھ دیر میں ہونے کو ہے شام

[redacted]

کان میں پہونچی جو سجادؑ کے زینبؑ کی صدا
کھول کر آنکھ یہ کی عرض بصد آہ و بکا
کیا کہوں آپ سے قابو میں نہیں دل میرا
تپ زیادہ ہے تو غفلت بھی ہے کچھ آج سِوا
کون مارا گیا اور کون جُدا ہوتا ہے
مجھ کو معلوم نہیں ہے کہ یہ کیا ہوتا ہے

سُن کے یہ کہنے لگی زینبِؑ تُفتیدہ جگر
لے گئے لُوٹ کے اسباب تو سب بانیٔ شر
اِسی اسباب میں وہ فرد بھی تھی اے دلبر
سُن کے کہنے لگے سجادؑ یہ بادیدۂ تر
قتل جو ہوگئے نام اُن کے رقم کر لوں گا
فکر کچھ اور میں پابندِ اَلم کر لوں گا

کہہ کے یہ لکھنے لگے خاک پہ نامِ شہدا
یاد آئے جو وہ سب کرنے لگے آہ وبکا
دل پہ اک تیر لگا نام جو اصغرؑ کا لکھا
غمِ جانکاہ سے تھرّا گئے سارے اعضا
یاد کرتے تھے اُنہیں جب تو جگر ہِلتا تھا
تین بچوں کا کہیں پَر نہ پتہ مِلتا تھا
آج مقتل میں عجب بے سروساماں ہیں حرم♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦
رو کے کرنے لگیں سجادؑ سے زینبؑ یہ کلام
جائے افسوس ہے دن کوئی گھڑی میں ہے تمام
ڈھونڈنے بچوں کو جاتی ہوں کہ ہو جائے نہ شام
دو اجازت مجھے بیٹا کہ تمہی اب ہو امام
راستہ بھول گئے ہیں نہ اِدھر آئیں گے
دشت میں جاکے پکاروں گی تو مِل جائینگے

کہہ کے عابدؑ سے چلیں خواہرِ سلطانِؑ ہُدا ×
آ ذرا ساتھ مِرے ، مُڑ کے یہ فضہؑ سے کہا
وہ بھی ہمراہ ہوئی کرتی ہوئی آہ و بکا
پاؤں رکھتی تھی کہیں اور کہیں پڑتا تھا
جا بہ جا دشت میں لاشے جو نظر آتے تھے
دل دَھڑکتا تھا قدم ضعف سے تھراتے تھے

پہنچیں القصہ وہاں پایا تھا جس جا کا پَتا
دیکھا اُس جا پہ ہے اک نور سے معمور گڑھا
لاش اک اُس میں پڑی ہے کہ نہیں سَر جس کا
اور سکینہؑ وہیں بیٹھی ہوئی کرتی ہے بکا
غش جو ہوتی ہے مزہ موت کا ، مِل جاتا ہے
چونک پڑتی ہے تو دل سینے میں ہِل جاتا ہے

آئیں نزدیک غرض زینبؑ تُفتیدہ جگر
بیٹھ کر لے لیا آغوش میں بادیدۂ تر
بولیں لپٹا کے کلیجے سے میں قرباں تجھ پر
تو نے پہچان لیا باپ کا لاشہ کیوں کر

ہجر سے مادرِ ناشاد مُوئی جاتی ہے
بی بی اب گھر میں چلو رات ہوئی جاتی ہے

آج مقتل میں عجب بے سروساماں ہیں حرم

(بشکریہ سوز خواں ریاض حیدر زیدی / لاہور)

لکھتے ہیں راویانِ جگر سوز یہ کلام

لکھتے ہیں راویانِ جگر سوز یہ کلام
جب بعدِ عصر کٹ گیا رَن میں سَرِ امامؑ
لشکر سے ابنِ سعد یہ بولا بوقتِ شام
منظور ہے ہمیں کہ یہیں آج ہو مقام
اک خیمہ ایستادہ حضورِ نگاہ ہو
شب باش اُس میں آلِؑ رسالتؐ پناہ ہو

اک خیمہ تب عَلاحِدہ رَن میں بپا ہُوا
اُس میں ہوئے مقیم ، اسیرانِ کربلا
تقسیم فوجِ شام میں ہونے لگی غذا
ہر قِسم کے طعام مہیا تھے جا بجا
آسائشِ طعام تھی ہر بد خِصال کو
اور فاقہ تیسرا تھا محمدؐ کی آلؑ کو

سَردار پِھر گئے عمرِ سعد سے تمام
اور آکے ابنِ سعد سے کرنے لگے کلام
جی چاہتا ہے اب کہ مِٹادیں ترا بھی نام
ناحق تِری صَلاح سے کاٹا سَرِ امامؑ
تجھ سے شقی کا ساتھ دیا آہ کیا کیا
سید کا ہم نے خون کیا آہ کیا کیا

وہ بولا کچھ کہو تو سہی میں نے کیا کیا
سب بولے متفق تجھے غارت کرے خدا
اب کیا کرے گا نامِ نبیؐ تو مِٹا دِیا
بِالفرض تجھ کو سبطِ پیمبرؐ سے بُغض تھا
سیدانیوں سے آب و غذا اب جو دُور ہے
بے چاری بی بیوں کا بھلا کیا قصور ہے

یہ رسم ہے عرب کی ہیں آگاہ اِس سے سب
قومِ عرب میں مرتا ہے جس کا عزیز جب
کھانا اُسے کھلاتے ہیں سمجھا کے سب عرب
اور حاضری بھی بھیجتے ہیں گھر میں وقتِ شب

پیاسا ہے تین روز سے کنبہ بتولؑ کا
فاقہ نہ ٹوٹا آج بھی آلِؑ رسولؐ کا

لکھتے ہیں راویانِ جگر سوز یہ کلام♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦

یہ ذکر تھا کہ ایک خبردار بول اُٹھا
ہاں سچ تو ہے اسیروں پہ اب رحم کی ہے جا
جس دَم، میں اُن کے خیمے کے نزدیک تھا کھڑا
ننھی سی ایک لڑکی نے کھانا طلب کیا

مادر نے رو دیا تو وہ بے آس ہوگئی
آخر وہ کھانے کیلئے رو رو کے سوگئی

بولا عمر یہ شمر سے تو جا بہ انکسار
عباسؑ کا تو آپ کو کہتا ہے رشتہ دار
اُس نے کہا میں سب سے زیادہ ہوں شرمسار
زینبؑ کے آگے سینۂ شہؑ پر ہُوا سوار
میں نے کیا شہید شہِؑ مشرقین کو
میں نے طمانچے مارے یتیمِ حسینؑ کو

اِس پر عمر نے زوجۂ حرؑ کو بُلا لیا
ہمراہ اُس کے خواہرِ ہاشمؓ کو بھی کیا
ہاشمؓ بھی ایک فدیۂ سبطِ رسولؐ تھا
ساتھ اُس کے عورتیں تھیں بہت سی پیادہ پا
خوانوں کے گرد و پیش پیادے تمام تھے
مشعل کی روشنی میں وہ خوانِ طعام تھے

مشعل کی روشنی پہ جو زینبؑ نے کی نگاہ
بولیں کہ لو ، پھر آئی ہمیں لُوٹنے سپاہ
پھر اِس طرح پکاری ہُوا ہم سے کیا گناہ
لوگو ڈرو خدا کے غضب سے یہ کیا ہے آہ
کوئی بھی پوچھتا نہیں اِس واردات کو
لُوٹے ہوؤں کو لُوٹنے آئے ہو رات کو

گر اور کچھ گماں ہو تو کرلو ہمیں شمار
بھاگا نہیں ہے کوئی تمہارا گناہ گار
موجود ایک جا ہیں تمہارے قصور وار
اِس سے تو ہم سَخوں کو کرو قتل ایک بار
کل ہو تو لُوٹ لیجیو اب کیا ضرور ہے
نے قیدی بھاگے جاتے ہیں نہ صبح دور ہے

لکھتے ہیں راویانِ جگر سوز یہ کلام

کربلا میں شہؑ والا کے حرم لُٹتے ہیں

کربلا میں شہؑ والا کے حرم لُٹتے ہیں
فاقہ کش تشنہ دَہن کشتۂ غم لٹتے ہیں
دشتِ غربت میں گرفتارِ ستم لٹتے ہیں
شور برپا ہے یہ بیوں میں کہ ہم لٹتے ہیں
قتل وارث ہوئے سامانِ گرفتاری ہے
یا علیؑ آؤ کہ اب وقتِ مددگاری ہے

ہے یہ فریاد کسی کی کہ برادر دوڑو
کوئی چلّاتی ہے عباسِؑ دلاور دوڑو
کوئی کہتی ہے تڑپ کر مِرے دلبر دوڑو
ماں لٹی جاتی ہے دوڑو علی اکبرؑ دوڑو
دیکھو خونخوار عدو بَرچھیاں دِکھلاتے ہیں
تیغ کھینچو کہ لعیں گھر میں دَھنسے آتے ہیں

ننھے بچّوں کا یہ عالَم ہے کہ تھرّاتے ہیں
گود میں ماؤں کی دہشت سے چھپے جاتے ہیں
ننگی تلواریں جو ظالم اُنہیں دِکھلاتے ہیں
بس تو چلتا نہیں اشک آنکھوں میں بھر لاتے ہیں
نہ تو کرسکتے ہیں فریاد نہ رو سکتے ہیں
چپکے سہمے ہوئے اک ایک کا منہ تکتے ہیں

X

فوجِ اعدا سے بھرا ہے شہِؑ مظلوم کا گھر
ہتھیاں لیتا ہے اصغرؑ کی کوئی بانیٔ شر
کھینچتا ہے کوئی کانوں سے سکینہؑ کے گُہر
لُوٹتا ہے کوئی بے رحم حرم کا زیور
بُندے لیتا ہے رقیہؑ کے ستم گر کوئی
چھینتا ہے سرِ کلثومؑ سے چادر کوئی

لُٹ چکیں بیبیوں کی جس وقت رِدائیں بھی تمام
غُل ہُوا پھونک دو اب بارگہِ شاہِؑ انام
بہ خدا ہے یہ دُھواں دل سے نکلنے کا مقام
آتشِ ظلم سے جلنے لگے حضرتؑ کے خیام
شہؑ کے ناموس سَر اسیمہ کھلے سَر نکلے
بچّوں کو لے کے حرم خیمے سے باہر نکلے

کربلا میں شہؑ والا کے حرم لُٹتے ہیں

(بشکریہ سوز خواں سیّد امتیاز حسین زیدی ندیمؔ)

عاشورؔ کاظمی

حیرت یہ ہے کہ میرے قبیلے کے لوگ بھی
ظلمت کو کہہ رہے ہیں "ضیاء" ، یا علیؑ مدد

شہابؔ کاظمی

شہابؔ ہم نے کیا ہے یہ جرم دانستہ
جو سَر کہیں نہ جھکے بس انہیں سلام کیا

(بشکریہ سیّد شاکر حسین رضوی جارچوی)

جبکہ پابندِ سلاسل ہوئے بولے سجادؑ

جبکہ پابندِ سلاسل ہوئے بولے سجادؑ
صبر وہ دے مجھے اے خالقِ کل ، ربُ العباد
نہ رکُیں پاؤں جو کانٹوں پہ چلائیں جلاّد
تازیانے مجھے ماریں نہ کروں میں فریاد
اُمّتِ جد سے امامت کا صلہ پانا ہے
ننگے سَر بلوے میں ماں بہنوں کو لے جانا ہے

کہہ کے یہ طوق کو گردن میں سنبھالا اک بار
آگے آگے چلا پکڑے ہوئے اُونٹوں کی مُہار
پیچھے سیدانیاں سَر کھولے ہوئے زار و قطار
آگے سَر ، سیّدِ مظلوم کا نیزے پہ سوَار
نوکِ نیزہ سے یہ آتی تھی صدائے مغموم
ہائے بے پردگیٔ زینبؑ و اُمّ کلثومؑ

الغرض پہونچا یہ جب قافلہ نزدِ دریا
دیکھا اک شیر ہے بے دست ترائی میں پڑا
روکے چلّائے کہ عمّو ، تری غربت پہ فدا
ہائے شانے بھی کٹے اور نہ پانی پایا
تذکرہ اہلِ وفا تیرا کریں گے عموں
باوفا تم کو زمانے میں کہیں گے عموں

ناگہاں لاشۂ سَرور نے صدا دی اُس دَم
سخت منزل ہے ، تجھے صبر دے ربِ اکرم
دِھیان بیوں کا رہے قید میں بیٹا ہر دَم
میرے بیمار ترے ساتھ ہی چلتے ہیں ہم
شمرِ اَظلم سے سکینہؑ کو بچانا بیٹا
میری نادان کو سینے سے لگانا بیٹا
جبکہ پابندِ سَلاسِل ہوئے بولے سجادؑ
(امیر رضوی چھولسی)

جب کربلا میں عترتِؑ اطہار لُٹ گئی

جب کربلا میں عترتِؑ اطہار لُٹ گئی
یعنی سب آلِ احمدِؐ مختار لُٹ گئی
اور بارگاہِ حیدرِؑ کرار لُٹ گئی
ساری حسینؑ پیاسے کی سرکار لُٹ گئی
بیدادِ لشکرِ عمرِ نابکار سے
سادات نکلے خیمے سے ، زہراؑ مزار سے

مقتل کے سامنے حرم ، آقا کے گرِ پڑے
اور پہلوؤں میں بچّے بھی آ آ کے گرِ پڑے
اک جا ستارے خاک پہ زہراؑ کے گرِ پڑے
عابدؑ وفورِ ضعف سے تھرا کے گرِ پڑے
آیا نہ کوئی غش سے اُٹھانے کے واسطے
زنجیر لایا شمر پہنانے کے واسطے

عابدؑ نے غش میں نام جو زنجیر کا سُنا
ناطاقتی میں درد سے پھر چشم وا کیا
زنجیر و طوق دیکھ کے بیمار نے کہا
کیوں مُنصفو ، یہی ہے مِرے درد کی دوا
بیمار و ناتواں ہوں میں اُور تشنہ کام ہوں
لوگو امامؑ زادہ ہوں میں بھی امامؑ ہوں

پہناتے ہیں جو بیڑیاں میری خطا ہے کیا
ہاں بابا قتل ہوگئے میں زندہ رہ گیا
سمجھا میں ہتھکڑی کے پِنہانے کا مدعا
عباسؑ کی طرح نہ کٹے ہاتھ کیوں بھَلا
اصغرؑ کی طرح حلق نہ زخمی ہُوا مِرا
ہے رِیسمان و طوق کے قابل گلا مِرا

عابدؑ کی سمت روتی چلی بنتِ مرتضیٰؑ
دیکھا کہ قید ہوچکا ہے وہ شکستہ پا
لیکن گلے کے بندھنے سے دَم ہوتا ہے خفا
بولی بھتیجے تیری اسیری پہ میں فدا
تھا غم تمہیں نہ تیغ سے میرا گلا ملا
اب خوش ہوئے کہ ورثۂ شیرِ خدا ملا

جب کربلا میں عترتِ اطہار لُٹ گئی

(التماسِ سورۃ فاتحہ برائے فرحت حسنین عابدی و محسنہ)

فہیم اختر

کہتے ہیں جسے شہرِ وِلا شہرِ نجف ہے
جنت تو مضافاتی علاقہ ہے ابھی تک

سمیع نقوی

معراج کی شب جو ترےؐ قدموں سے اُڑے تھے
وہ نور کے ذرّے ہیں فضاؤں میں ابھی تک

جب لُٹ کے کربلا سے اسیرِ ستم چلے

جب لُٹ کے کربلا سے اسیرِ ستم چلے
سجادؑ سَر برہنہ بہ درد و الم چلے
روتے سَروں کو پیٹتے پابندِ غم چلے
زینبؑ نے لاشِ شہؑ سے کہا بھائی ہم چلے
مرنے سے آپ کے میں یہ ایذا اُٹھاتی ہوں
دربار میں یزید کے سَر ننگے جاتی ہوں

ہے ہے مِرے مسافرِ کرب و بلا حسینؑ
ہےہے مِرے غریب مِرے مہ لقا حسینؑ
ہے ہے تجھے نہ پانی کا قطرہ مِلا حسینؑ
ہے ہے تمام تَن ترا ٹکڑے ہُوا حسینؑ
پیاسے گلے پہ خنجرِ بیداد چل گیا
ہے ہے تڑپ تڑپ کے ترا دَم نکل گیا

لے نینوا علیؑ کی بضاعت تجھے ملی
اے کربلا خدا کی امانت تجھے ملی
اے خاک میری ماں کی ریاضت تجھے ملی
لے اے زمین شمعِ امامت تجھے ملی
دامن ترا بھرا مری کھیتی اُجڑ گئی
سرحد میں تیری بھائی سے زینبؑ بچھڑ گئی

یہ کہہ کے سَر کو پیٹ کے روئی وہ دل جلی
آکر نجف سے حال مرا دیکھو یا علیؑ
گردن رَسن میں آپ کی بیٹی کی ہے بندھی
کہتے یہ ماریہ سے وہ با چشمِ تَر چلی
ہے ہے میں کربلائے معلیٰ میں لُٹ گئی
پردیس میں ، میں آکے برادر سے چھُٹ گئی

مہماں بُلا کے ہم سے دَغا کی لعینوں نے
کیا کیا نہ ہم پہ جَور و جفا کی لعینوں نے
کچھ بھی ذرا نہ شرم و حیا کی لعینوں نے
گردن جفا سے شہؑ کی جُدا کی لعینوں نے
خیمے جلا کے اہلِ ستم شاد ہوگئے
ہم کربلا میں آن کے برباد ہوگئے

جب لُٹ کے کربلا سے اسیرِ ستم چلے

یوں رقم کرتا ہے اک راویٔ مغموم و فگار

یوں رقم کرتا ہے اک راویٔ مغموم و فگار
پہونچا جب قافلہ کوفے میں بحالِ نادار
دیکھتا کیا ہے کہ سَر کچھ تو ہیں نیزوں پہ سَوار
ایک سَر گھوڑے کی گردن میں بندھا ہے ناچار
پوچھا کیوں گردنِ رہوار میں اِس کو باندھا
کس خطا پر اِسے نیزے کے نہ قابل سمجھا

جرم تھا کونسا زلفوں کو جو اِس کی باندھا
سُن کے سَر پیٹ لیا اور یہ عابدؑ نے کہا
کیا سُناؤں تجھے احوال میں غم کا مارا
یوں تو مشہور ہے یہ چاند بَنی ہاشم کا
بھائی کہتے تھے شہنشاہِ مدینہ اِن کو
آج سب کہتے ہیں سقائے سکینہؑ اِن کو

شمر نے جبکہ چڑھایا تھا اِنہیں نیزے پر
سب نے دیکھا کہ پھری چار طرف اُن کی نظر
تھرتھرانے لگا خورشید صفت نیزے پر
گرِ پڑا کانپ کے پھر سَر یہ زمیں کے اوپر
دوسری مرتبہ پھر سَر کو بلند اُس نے کیا
پھر اُسی طرح سَرِ پاک زمیں پر آیا

تیسری مرتبہ پھر سَر نہ زمیں سے اُٹھا
آیا گھبرایا ہُوا پاس مِرے اور یہ کہا
کیا سبب ہے جو نہ سَر نیزے کے اُوپر ٹھہرا
تازیانے بھی لگاتا مجھے لایا اُس جا
میں نے سَر رکھ دیا اپنا جو زمیں کے اُوپر
آئی آواز کہ سُن اے مِرے مظلوم پسر

ہم نہیں چاہتے نیزے کی سواری بیٹا
میرے مولا کے نہ رتبے کو لعیں کچھ سمجھا
سَر مِرا رکھتے ہیں آقا کے برابر اعدا
ایک جا کیسے بہم ہوویں غلام و آقا
پیچھے پیچھے رہا کرتا ہے غلام ، آقا کے
کیسے ممکن ہے برابر ہُوں شہِؑ والا کے

دوسری وَجہ یہ ہے سَر جو چڑھے نیزے پر
سَر کھلے بنتِ علیؑ سامنے آتی ہے نظر
کانپ اُٹھتا ہوں میں غیرت سے مِرے رشکِ قمر
حیف ہے جن کو فرشتوں نے نہ دیکھا باہر
ہائے کس طرح سے زینبؑ کو کھلے سَر دیکھوں
آنکھ جل جائے جو بے مقنع و چادر دیکھوں

یوں رقم کرتا ہے اک راویٔ مغموم و فگار / امیر چھولسی

دیارِ کوفہ میں جب آلِؑ مصطفیٰؐ آئی

دیارِ کوفہ میں جب آلِؑ مصطفیٰؐ آئی
تو ایک خَلق تماشے کو جابجا آئی
رسولِؐ پاک کی عترتؑ جو بے رِدا آئی
صدائے گریۂ زہراؑ و مرتضیٰؑ آئی
نیا ستم تھا کہ رونے کو جی ترستا تھا
نبیؐ کی آلؑ پہ پتھر کا مینہ برستا تھا

حرم نے پیشیٔ دربار کی خبر جو سنی
بُلا کے شمرِ لعیں کو پکارِیں بنتِ علیؑ
سُنا ہے سات سَو کرسی نشیں وہاں ہیں شقی
ہمیں رِدا تو اُڑھادے کہ ہم ہیں آلِؑ نبیؐ
پکارا ہنس کے ستمگر ، یہ ہو نہیں سکتا
تمہیں نصیب ہو چادر ، یہ ہو نہیں سکتا

یہ سُن کے اہلِ حرم دل پہ داغ کھا کے چلے
اِسی طرح سے وہ ناچار سَر جُھکا کے چلے
ہجومِ عام میں دُکھ سہہ کے غم اُٹھا کے چلے
لعیں کی بزم میں بالوں سے منہ چُھپا کے چلے
دَرِ امیر پہ کیا کیا نہ شور و شر دیکھا
لکھا ہے واں سَرِ مسلمؑ لہو میں تَر دیکھا

وہ فرق دیکھ کے بولی یہ زینبؑ ناچار
مِرے غریب برادر، میں تیرے سَر کے نثار
مگر حسینؑ کے سَر سے ہوئیں جو آنکھیں چار
قریب آ کے تھما فرقِ سیدؑ ابرار
ندا یہ آئی کہ یا شاہ اَلسّلامُ علیک
علیؑ و فاطمہؑ کے ماہ اَلسّلامُ علیک

پسِ فنا بھی اِن آفات میں گھرا مولاؑ
کہ بام سے تنِ بے سَر مِرا گرِا مولاؑ
بندھا تھا پاؤں میں رسّی کا اک سِرا مولاؑ
تمام شہر میں لاشہ کھنچا پھِرا مولاؑ
خبر دَغا کی امامِ غُیور تک نہ گئی
حضور کیا مِری عرضی ، حضور تک نہ گئی

میں لکھ چکا تھا کہ یثرِب کی سَمت جائیں حضور
خدا کے واسطے تشریف یاں نہ لائیں حضور
سپاہِ ظلم سے دھوکا کہیں نہ کھائیں حضور
دغا میں طاق ہیں کوفی اِدھر نہ آئیں حضور
لکھا تھا یہ بھی کہ بچّے بَلا میں پڑ گئے ہیں
جو ساتھ آئے تھے دونوں یہاں بچھڑ گئے ہیں

علیؑ کے شیر دمِ یاس ڈھونڈ لیں اُن کو
سفر میں ثانیٔ الیاسؑ ڈھونڈ لیں اُن کو
کبھی تو دُور کبھی پاس ڈھونڈ لیں اُن کو
ہر اک دیار میں عباسؑ ڈھونڈ لیں اُن کو
بتایئے وہ مِرے مہ جبیں مِلے کہ نہیں
امامِؑ دیں کو وہ بچے کہیں مِلے کہ نہیں

سَرِ حسینؑ پکارا کہ ہائے اے بھائی
عجب اَلم کے یہ کلمے سُنائے اے بھائی
بنِ زیاد نے کیا قہر ڈھائے اے بھائی
پیام آپ کے ہم تک نہ آئے اے بھائی
پئے تلاش بَنوں میں نہ خستہ جاں پہنچے
خبر نہیں کہ وہ آفت زدہ کہاں پہنچے

غضب ہُوا ابھی کمسن وہ لال آپ کے تھے
اِن آفتوں کے لئے خورد سال آپ کے تھے
حَسین ، ماہ جبیں ، خوش جمال آپ کے تھے
مگر وطن میں جو دو نونہال آپ کے تھے
بَلا کے بَن میں وہ مظلوم بھی شہید ہوئے
ہمارے ساتھ وہ معصوم بھی شہید ہوئے

تمہارے ہر مہِ انور کا سَر سِناں پر ہے
مِرے جواں علی اکبرؑ کا سَر سِناں پر ہے
صغیر سِن علی اصغرؑ کا سَر سِناں پر ہے
تمہارے شیر برادر کا سَر سِناں پر ہے
بہن کے گھر کو ، نہ عباسؑ کو سنبھال سکے
اخی تمہاری رقیّہؑ کو ، ہم نہ پال سکے

دیارِ کوفہ میں جب آلِؑ مصطفیؐ آئی / نسیمؔ امروہویؒ

جب حرم قلعۂ شیریںؓ کے برابر آئے

جب حرم قلعۂ شیریںؓ کے برابر آئے

غُل ہُوا کہ سیدناؑ مع لشکر آئے

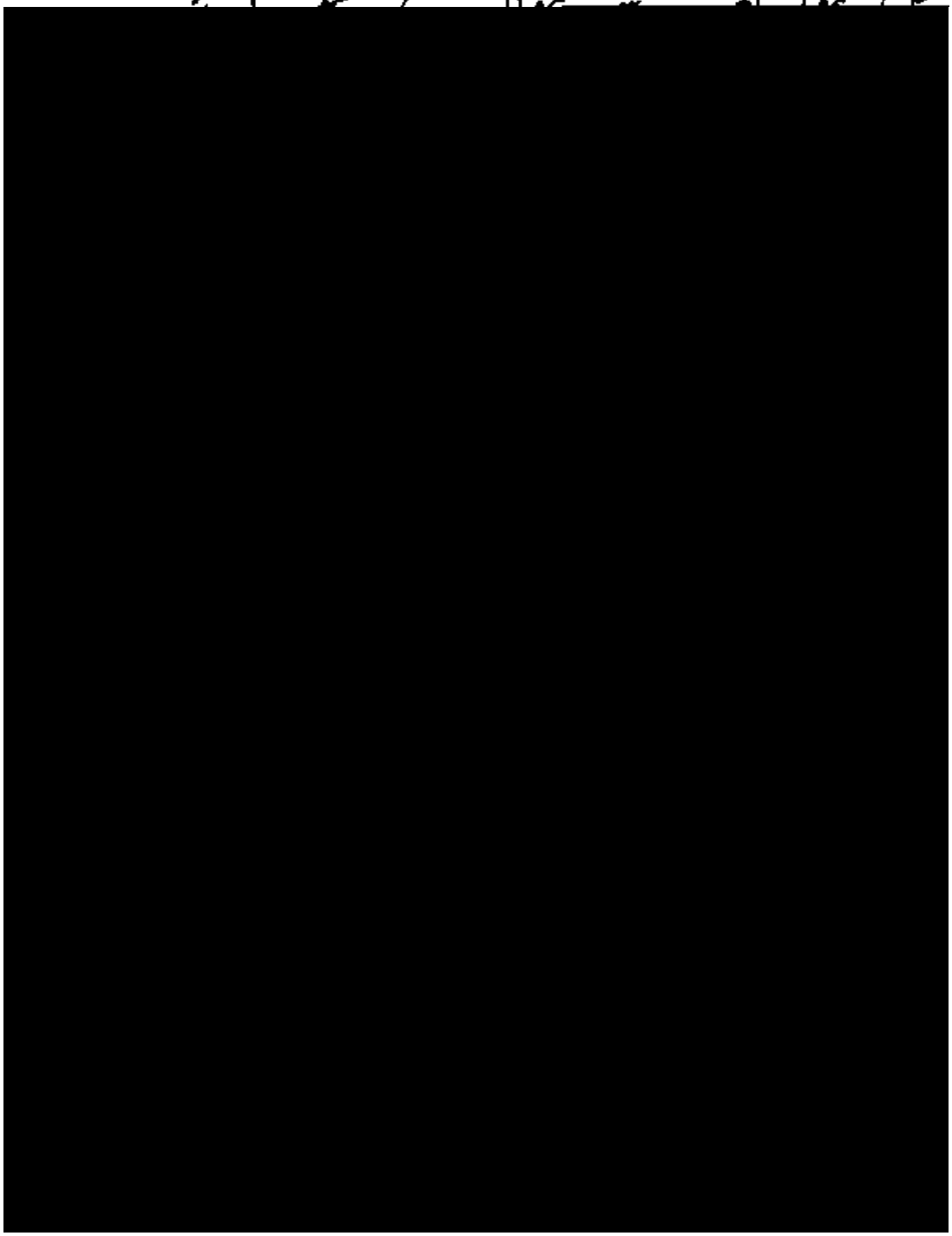

تھا خیال اُس کو کہ چَو گرِد تو یاور ہونگے
بیچ میں لشکرِ اسلام کے سَرورؑ ہونگے
گھوڑوں پہ ناقۂ زینبؑ کے برابر ہونگے
پردہ محمل کا سنبھالے علی اکبرؑ ہونگے
واں نہ محمل تھی نہ حشمت تھی، نہ زیبائی تھی
سَرِ شبیرؑ کے ہمراہ بہن آئی تھی

ناگہاں راہ میں برپا ہُوا شورِ ماتم
سُن کے منہ فَق ہُوا دِل ہلِ گئے تھرائے قدم
دیکھنے کو جو گئے تھے حشمِ شاہِؑ اُمم
وہ زن و مرد پھرے خاک اُڑاتے باہم
سخت بے چین ہوئی طالبِ آرامِ حسینؑ
دل پہ اَنگشتِ شہادت سے لکھا نامِ حسینؑ

ایک عورت نے یہ باہر سے ندا دِی ناگاہ
ہائے شیریںؑ ترے اَرمان ملے خاک میں آہ
گھر کا گھر ہوگیا خاتونِ قیامت کا تباہ
وارثِ آلِ نبیؐ مرگیا اِنَّا لِلّٰہ
ہم زیارت کو گئے تھے کہ یہ محشر دیکھا
حیف صد حیف کہ زینبؑ کو کھُلے سَر دیکھا

بے تحاشا وہ یہ کہتی ہوئی دوڑی باہر
خاک منہ میں ترے کس منہ سے یہ دیتی ہے خبر
کون زینبؑ جسے دیکھ آئی ہے تُو ننگے سَر
وہ پکاری کہ حسینؑ ابنِ علیؑ کی خواہر
اک فقط میں ہی نہیں دیکھ کے سب آئے ہیں
رِیسماں باندھ کے شانوں میں عدو لائے ہیں

جس کا بابا ہے علیؑ شیرِ خدا وہ زینبؑ
جس کا جد فخرِ رسولانِ ہُدا وہ زینبؑ
جس کا اک بھائی ہے شاہِؑ شہدا وہ زینبؑ
جس پہ تھے شبرؑ و شبیرؑ فدا وہ زینبؑ
اور زینبؑ نہیں حاشا یہ نبیؐ زادی ہے
بھائی مارا گیا اللہ سے فریادی ہے

جب حرم قلعۂ شیریںؓ کے برابر آئے

ابرار عابدؔ

نبیؐ کی آلؑ سے دل میں غبار رکھتے ہیں
عجیب لوگ ہیں پھولوں سے خار رکھتے ہیں
پہنچ نہ پائے گا ہم تک کسی یزید کا ہاتھ
ہم اپنے گرد حسینی حصار رکھتے ہیں

(بشکریہ سوزخواں نواب حیدر حسین و اقبال حسین رضوی)

جب کہ شیریںؓ نے سُنا سیدؑ والا آئے

جب کہ شیریںؓ نے سُنا سیدِ والا آئے
اُٹھ کے شوہر کو پکاری مِرے آقا آئے
لے مبارک ہو شہِؑ یثرِب و بطحا آئے
عید ہے آج مِرے گھر مِرے مولاؑ آئے

قلعہ روشن ہے شہِؑ جنّ و بشر آتے ہیں
عرشِ اعظم کے ستارے مِرے گھر آتے ہیں

کثرتِ شوق سے تھا دل کو نہ شیریںؓ کے قرار
تھی کبھی بام پہ ، دَر پَر کبھی وہ خوش اَطوار
کام میں ساتھ جو پھرتی تھیں کنیزیں دوچار
بولتا کوئی تو کہتی تھی یہ اُس سے ہر بار

جلد دیکھو کوئی ناقہ کہ عماری آئی
دَر پہ شاید مِرے آقا کی سواری آئی

عورتیں کہتی تھیں سُن سُن کے یہ شیریںؑ کے کلام
ہم کو ہے شوقِ قدم بوسیٔ ہمشیرِ امامؑ
کہتی تھی وہ بہ ادب کیجیو جھک جھک کے سلام
تم کو چپکے سے بتادوں گی میں اک ایک کا نام
میری بی بی ہیں میں قدموں پہ گروں گی جنکے
ہوں گی زینبؑ وہی میں گرد پھروں گی جنکے

اُتری یہ کہتے ہوئے کوہ سے شیریںؑ ناگاہ
سب خوشی ہو کے پکارے کہ وہ ہے لشکرِ شاہؑ
غور سے تھم کے جو، کی چار طرف اُس نے نگاہ
دور سے اُس کو نظر آئے عَلم ہائے سیاہ
غم کا ساماں تھا جدھر آنکھ اُٹھا کر دیکھا
دامنِ کوہ میں اُترا ہوا لشکر دیکھا

بولی گھبرا کے وہ لوگو ، کوئی دیکھو تو بغور
یہ تو ہے صاف سپاہِ حسد و کینہ و جَور
مطلقاً اِن میں جوانانِ عرب کے نہیں طَور
فوجِ شبیرؑ کہاں ، یہ تو ہے لشکر کوئی اور
اُن کو دِکھلادو مجھے جن کی طلب گاری ہے
عَلَمِ سبز ہے نہ خیمۂ زَنگاری ہے

دل کچھ اِس وقت پریشاں ہے خدا خیر کرے
مضطرب تن میں مرے ، جاں ہے خدا خیر کرے
چشم میں اشکوں کا طوفاں ہے خدا خیر کرے
یہ تو کچھ اور ہی ساماں ہے خدا خیر کرے
خبرِ سبطِ نبیؐ دیکھئے کیا آتی ہے
میرے کانوں میں تو رونے کی صدا آتی ہے

سب کو تشویش ہوئی سُن کے یہ شیریںؓ کا بیاں
اک کنیز اُس کی گئی، اُترے تھے وہ لوگ جہاں
سب سے پوچھا نہ پایا علَمِ دیں کا نشاں
چاند چہرے نظر آئے کئی بالائے سِناں
گرِد تلواریں لئے فوجِ ستم کو دیکھا
ننگے سَر قافلۂ اہلِ حرم کو دیکھا

اشک آنکھوں میں بھرے واں سے پھری وہ غمگیں
اور اظہار کیا آکے یہ شیریںؓ کے قریں
آپ سچ کہتی تھیں بی بی یہ تو ہے لشکرِ کیں
عمرِ سعد ہے اور فوجِ یزیدِ بے دیں
کربلا ہے کوئی جا، واں سے یہ سب آتے ہیں
کسی سردار کا سَر کاٹ کے لے جاتے ہیں

بی بیاں خاک پہ بیٹھی ہیں حسین و خوش رُو
رُخ ہیں مٹی سے بھرے ماتھے سے بہتا ہے لہو
قتل وارث ہوئے اور رونے کے مانع ہیں عدو
ایک رسّی میں ہیں جکڑے ہوئے دونوں بازو
آسماں ہِلتا ہے اِن بی بیوں کے نالوں سے
منہ کوئی ہاتھ سے ڈھانپے ہے کوئی بالوں سے

بی بی میں کیا کہوں بچے کئی دیکھے ہیں غریب
کہ نہ دشمن کی بھی اولاد کو یہ دن ہو نصیب
ان میں اک دخترِ معصومہ کی حالت ہے عجیب
دیکھ آئی ہوں میں اُس کو تو ہلاکت کے قریب
کئی دن کا ہے جو فاقہ تو سسکتی ہے وہ
باپ کے سَر کو عجب یاس سے تکتی ہے وہ

کوئی وارث نہیں بس ایک ہے لڑکا بیمار
تپ سے دن رات پھُنکا کرتا ہے جس کا تنِ زار
طوق گردن میں ہے اور پاؤں میں زنجیر کا بار
آبلے تلوؤں میں اور آبلوں میں دشت کے خار
شان چہرے سے یتیمی کی عیاں ہوتی ہے
ہائے بابا جو وہ کہتا ہے تو ماں روتی ہے
جب کہ شیریں نے سُنا سیدؑ والا آئے

نعیمؔ میرٹھی

علیؑ ، بتولؑ ، حسنؑ اور حسینؑ جانِ رسولؐ
یہی ہیں حامل قرآن و وارثانِ رسولؐ
بجز حسینؑ نہیں کوئی دینِ حق کا امیں
بجز حسینؑ نہیں کوئی رتبہ دانِ رسولؐ

(بشکریہ سوز خواں سید اختر عباس و عاطف زیدی / خیرپور)

Blank Page of Basta

انوار مجھے تول رہے ہیں ' خاموش!

اسرار زبان کھول رہے ہیں ' خاموش!

اے پیکِ محل شناس جبریل امین!

اِس وقت علیؑ بول رہے ہیں ' خاموش!

(جوشؔ ملیح آبادی) source nahjulbalagha site

گردنیں بارہ اسیروں کی ہیں اور ایک رَسن
جس طرح ہوتے ہیں گلدستۂ گلہائے چمن
رشتہ دارانِ علیؑ سب ہیں گرفتارِ محن
شرم کے مارے مُوئی جاتی ہے اک شب کی دلہن
دَم بہ دَم ساس بھی سَر پیٹتی ہے ساتھ اُس کے
ابھی کنگنا نہ کُھلا تھا کہ بندھے ہاتھ اُس کے

ہے اِسی رسّی میں ننھا سا سکینہؑ کا گلو
دَم گھُٹا جاتا ہے آنکھوں سے رواں ہیں آنسو
چاک کُرتے کا گریبان ، پریشاں گیسو
گال تو سوجے ہیں کانوں سے ٹپکتا ہے لہو
آہ ہر گام پہ سینے سے نکل جاتی ہے
جب گُھڑکتے ہیں ستمگر تو دَہل جاتی ہے

ماں سے کرتی ہے اشارہ وہ گرفتارِ ستم
رسّی کھلوادو، کہیں گھٹ کے نکل جائے نہ دَم
روکے وہ کہتی ہے مجبور ہوں میں کشتۂ غم
ہائے بچّی تری قسمت میں یہ تھا درد و الم
صدقے اَمّاں یہ گرِہ عُقدہ کُشا کھولے گا
بی بی اِس عُقدۂ مشکل کو خدا کھولے گا

ماں سے رو رو کے وہ نادان یہ کرتی تھی بیاں
کس کا دربار ہے اِس حال سے جاتی ہُوں کہاں
یہ تو کہہ دو کہیں بابا بھی ملیں گے اَمّاں
کئی دن گزرے ہیں وہ ہیں مری آنکھوں سے نہاں
بھول جائیگا یہ سب دُکھ جو اُنہیں پاؤں گی
دوڑ کر بابا کے سینے سے لپٹ جاؤں گی

کہیں دربار میں اماں وہ اگر مجھ سے مِلے
دیکھنا کرتی ہوں کیسے شہِؑ والا سے گِلے
وہ خبر لیویں نہ گردن مِری رسّی سے چِھلے
اُس کو یوں بھولتے ہیں باپ سے بچّہ جو ملے
وجہ کیا کون سی تقصیر پہ منہ موڑا ہے
سَیلیاں کھانے کو اعداء میں مجھے چھوڑا ہے

روتے تھے سُن کے سکینہؑ کا بیاں سارے اسیر
ہر قدم پر تھا یہی شور کہ ہے ہے شبیرؑ
اِس طرح ہوتی تھی آرائشِ دربارِ شریر
تخت پر آپ تھا اور کرسیوں پہ سارے امیر
اک طرف لُوٹ کا سب زیور و زر رکھا تھا
اور تلے ، فاطمہؑ کے لال کا سَر رکھا تھا

تخت کے سامنے روتے ہوئے آئے جو اسیر
دیکھ کر سیدِ سجادؑ کو بولا وہ شریر
سَرکشی کرکے نہ سَر بر ہوئے مجھ سے شبیرؑ
شکر کرتا ہوں کہ خالق نے کیا تم کو حقیر
بیٹھنے کا کہیں دنیا میں سہارا نہ رہا
پنجتنؑ اُٹھ گئے اب زور تمہارا نہ رہا

کس کے ناموس لُٹے کس کا ہُوا گھر تاراج
کون بے سَر ہُوا اور کون ہُوا صاحبِ تاج
ایک چادر کیلئے کس کی بہن ہے محتاج
کون کمزور ہے اور کون زبردست ہے آج
ذِبح خنجر سے ہُوا جو وہ پدر کس کا ہے
اک ذرا غور سے دیکھو تو یہ سَر کس کا ہے

آمد آمد حرمِ شاہؑ کی دربار میں ہے

جب کہ دربار میں ناموس پیمبرؐ آئے

جب کہ دربار میں ناموسِ پیمبرؐ آئے
بال کھولے ہوئے بے مقنع و چادر آئے
سَر کے بالوں سے چُھپائے رُخِ انور آئے
بیڑیاں تھامے ہوئے عابدؑ مضطر آئے
سخت آفت میں گرفتار وہ سب خوشخو تھے
رِیسماں ایک تھی اور آہ کئی بازو تھے

رَسَنِ ظلم سے چھِلتے تھے یتیموں کے گلے
سہمے جاتے تھے کشاکش میں وہ نازوں کے پلے
مائیں آفت میں گرفتار تھیں کیا زور چلے
روکے دیکھا کبھی عابدؑ کو ، کبھی ہاتھ ملے
شمر کہتا تھا کہ حاکم کا غضب آئے گا
قیدیوں میں کوئی رویا تو سزا پائے گا

شمر کو دیکھ کے بولا وہ علیؑ کا دشمن
کھول دے قیدیوں کی گردن و بازو سے رَسن
جب چھُٹیں بندِ رَسن سے وہ گرفتارِ محن
تب سکینہؑ نے لیا کُرتے کا منہ پر دامن
باپ کے غم میں دلِ زار جو تن میں تڑپا
ایسا روئی کہ سَرِ پاک ، لگن میں تڑپا

بولا حاکم کہ نہایت ہے تجھے باپ کی چاہ
تخت کے نیچے یہ کیا طشت میں ہے کر تو نگاہ
پاس جاکر جو لگی دیکھنے با نالہ ٔ و آہ
خوں میں ڈوبا ہُوا اُس کو نظر آیا سَرِ شاہؑ
طشت پر گر کے پکاری کہ یہ حال آپ کا ہے
لو پھوپھی جان یہی سَر تو مِرے باپ کا ہے

گود میں لے کے سَر ابنِ علیؑ چلّائی
اِن کُھلی آنکھوں کے قربان ، تمہاری جائی
ایسے بھولے کہ نہ بیٹی بھی تمہیں یاد آئی
اتنی مدت میں یہ کیا شکل مجھے دِکھلائی
کیا خموشی ہے لبِ لعل تو کھولو بابا
کیا غضب ہوگیا کچھ منہ سے تو بولو بابا

تیر اِس چاند سے ماتھے پہ لگایا کس نے
حَلق پر خنجرِ بیداد پھرایا کس نے
خون اِس گردنِ نازک کا بہایا کس نے
چھوٹے سے تن میں مجھے تم سے چُھڑایا کس نے
اَمّاں سَر پیٹتی ہیں کیا اُنہیں سمجھاؤں میں
آؤ کُرتے میں چُھپاکر تمہیں لے جاؤں میں

جب کہ دربار میں ناموسِ پیمبرؐ آئے

غل ہے دربار میں ناموسِ پیمبرؐ آئے

غل ہے دربار میں ناموسِ پیمبرؐ آئے
فاقہ کش تشنہ دہن بیکس و بے پَر آئے
اہلبیتِؑ نبویؐ کھولے ہوئے سَر آئے
سامنے حاکمِ بے دیں کے وہ مضطر آئے
کاٹ کر حضرتِ شبیرؑ کا سَر لائے ہیں
ابھی دربار میں ناموسِ حسینؑ آئے ہیں

ہندؑ گھبرا کے پکاری کہ ارے کون حسینؑ
بولا کوئی کہ وہی فاطمہؑ کا نورُ العین
بی بی زینبؑ ہیں وہ سَر پیٹ کے کرتی تھیں جو بَین
آج کیا قبر میں ہوویں گے محمدؐ بے چین
خانۂ سیدِؐ لولاک میں کوئی نہ رہا
ہائے اب بختنِؑ پاک میں کوئی نہ رہا

ہندؓ یہ سُن کے کھڑی ہو کے لگی پیٹنے سَر
بال بکھرا دیئے اور پھینکی زمیں پَر چادر
اور یہ چِلّاتی ہوئی نکلی محل سے باہر
جلد بتلاؤ کہ شہزادیاں سوتی ہیں کدھر
ننگے سَر جاؤں گی ہے ہے مِرا آقا نہ رہا
کس کا پَردہ کہ نبیؐ زادی کا پَردہ نہ رہا

نکلیں سَر ننگے خواصانِ مقرّب ، ہمراہ
تا بہ افلاک گیا غُلغلۂ نالہ ٔ و آہ
پہونچیں دربار میں جس وقت وہ باحالِ تباہ
گرِ پڑی دوڑ کے شبیرؑ کے سَر پر ناگاہ
رو کے چلائی کہ اِس شکل پہ قربان گئی
میرے آقا کا یہی سَر ہے میں پہچان گئی

یک بیک تخت سے گھبرا کے اُٹھا حاکمِ شام
ڈال کر ہندؓ پہ دامن یہ کیا اُس نے کلام
مجھ کو رُسوا کیا ایسا بھی کوئی کرتا ہے کام
اُس نے دامن کو اُلٹ کر کہا او بد انجام
بے ردا زینبؑ و کلثومؑ ہیں وَسواس نہیں
پاس میرا ہے نبیؐ زادیوں کا پاس نہیں

کس کی بیٹی ہے کہ سَر پر نہیں جس کے چادر
یہ بہو کس کی ہے جو پیٹتی ہے ننگے سَر
کس کے ناموس ہیں جو روتے ہیں یوں چِلّا کر
ہائے کیوں پھٹ کے فلک گرِ نہیں پڑتا تجھ پر
طوق و زنجیر کو اور عابدِؑ دلگیر کو دیکھ
رَسَن ظلم کو اور شاہؑ کی ہمشیر کو دیکھ

یہ رَسن اور یہ ننھا سا سکینہؑ کا گلا
کوئی ایسی بھی بدی کرتا ہے نیکوں سے بھلا
اُس کی بیٹی ہے جو آغوشِ محمدؐ میں پلا
کیا قیامت ہے یہ بچپن یہ اسیری کی بلا
ہاتھ بندھوانے سے حاصل، ترا کیا لیتے ہیں
رحم کرتے ہیں یتیموں پہ کہ دُکھ دیتے ہیں

غل ہے دربار میں ناموسِ پیمبرؐ آئے

ہندؓ سے اپنی طرفداری کی سُن کر گفتار
پاس اُس کے گئی چلّاتی سکینہؑ اکبار
تیرے قربان میں اے آلِ نبیؐ کی غمخوار
کھول دے آکے، مرے ہاتھ ہیں رسّی سے فگار
اب تو واجب ہے اسیروں پہ دعائیں تیری
ننھے سے ہاتھوں سے لُوں گی میں بلائیں تیری

میں سکینہؑ ہوں حسینؑ ابنِ علیؑ کی دختر
بے گنہ شمر نے کاٹا ہے مِرے باپ کا سَر
ہائے جس سینے پر سو رہنے کی میں تھی خُوگر
گھوڑے دوڑائے لعینوں نے اُسی سینے پر
دیکھ لے نیل ہیں گالوں پہ ہمارے بی بی
شمرِ اَظلم نے طمانچے ہمیں مارے بی بی
غل ہے دربار میں ناموسِ پیمبرؐ آئے

ثاقبؔ مظفر پوری

جب فشارِ وقت سے انسان گھبرا جائے ہے
کربلا بے ساختہ ایسے میں یاد آجائے ہے
اک تبسّم سے علی اصغرؑ نے یوں حملہ کیا
اب یزیدی فوج سے ٹھہرا نہ بھاگا جائے ہے

(بشکریہ سوز خواں ثاقب، مختار و منصور زیدی / خیرپور)

آمد ہے اہلبیتؑ پیمبرؐ کی شام میں

آمد ہے اہلبیتِؑ پیمبرؐ کی شام میں
گیسو کھلے ہوئے ہیں عزائے امامؑ میں
سَر پیٹتی ہیں فاطمہؑ دارُالسّلام میں
زینبؑ یہ نوحہ کرتی ہیں بلوائے عام میں
لوگو خبر کرو مِرے نانا رسولؐ کو
بلوے میں شمر لایا ہے بنتِ بتولؑ کو

نانا تِری نواسی کے سَر پَر رِدا نہیں
اور اہلِ شام دیکھتے ہیں کچھ حیا نہیں
عابدؑ غریب مرتا ہے تَپ سے دوا نہیں
بے ہوش ننھے بچے ہیں آب و غذا نہیں
دل سب کے کانپتے ہیں بدن تھر تھراتے ہیں
اب سامنے یزید کے سادات جاتے ہیں

ہیں اک رَسن میں بارہ گلے وا مصیبتا
روتے ہیں گودیوں کے پلے وا مصیبتا
بس میں ستم گروں کے چلے وا مصیبتا
خاکِ عزا ہیں منہ پہ ملے وا مصیبتا
مشکل قدم اُٹھانا تھا اِس اَژدَھام میں
یوں عترتِؑ نبیؐ گئی بلوائے عام میں

زینبؑ تڑپ کے اونٹ پہ کرتی تھی یہ بیاں
دربار میں طلب ہوئے سادات ناگہاں
اُونٹوں سے اُتریں بی بیاں کہہ کہہ کے الاماں
پیشِ یزید لے گئے ظالم کشاں کشاں
سامانِ جشنِ عام تھا دربارِ عام تھا
اَور ننگے سَر حسینؑ کا کنبہ تمام تھا

حیراں کھڑے تھے سب حرمِ شاہؑ مشرقین
مُہرِ سُکوت لب پہ تھی شکوہ نہ شور و شین
زینبؑ نے دیکھا طشت میں ناگہ سَرِ حسینؑ
بے ساختہ تڑپ کے یہ کرنے لگی وہ بَین

ہے ہے نہ موت آئی مجھے راہِ شام میں
بھیا مِرا سلام لو دربارِ عام میں

آمد ہے اہلبیتِؑ پیمبرؐ کی شام میں

لکھّا ہے دستِ بنتِؑ یَدُاللہ تھا بندھا

لکھّا ہے دستِ بنتِؑ یَدُاللہ تھا بندھا
اور پاس ہی رَسن میں سکینہؑ کا تھا گلا
زینبؑ نے یہ بیاں جو سَرِ شاہؑ سے کیا
دیکھا سکینہؑ پیاسی نے بھی سَر اُٹھا اُٹھا

چشمِ ادب سے باپ کے سَر پَر نگاہ کی
ہاتھوں سے تو بَلائیں لیں اور منہ سے آہ کی

چلّائی ہائے بابا کٹا کب تمہارا سَر
سب مجھ سے کہتے تھے ہے سفر میں ترا پدر
ہے ہے جبھی لعینوں نے لُوٹا ہمارا گھر
ہے ہے جبھی طمانچے مجھے مارے بے خطر
سچ ہے کہ باپ والے کو سب پیار کرتے ہیں
یوں ہم سے بے پدر کو گرفتار کرتے ہیں

بابا ہمارے موتی دِلا دو لعینوں سے X
بابا رِدا پھوپھی کی منگا دو لعینوں سے
بابا ہمارا کنبہ چُھڑا دو لعینوں سے
بابا اخی کی جان بچا دو لعینوں سے
روتی ہوں جب تو پیار سے تم دیکھ لیتے ہو
بابا ہمارے ہاتھ نہیں کھول دیتے ہو

آمد ہے اہلبیتِ پیمبرؐ کی شام میں
لکھا ہے دستِ بنتِ یَدُاللہ تھا بندھا

یا علیؑ آئیے زنداں میں حرم روتے ہیں

یا علیؑ آیئے زنداں میں حرم روتے ہیں
قتل، شبیرؑ ہوئے کشتۂ غم روتے ہیں
بیڑیاں پہنے اسیرانِ ستم روتے ہیں
حشر ہو جاتا ہے جب مِل کے بَہم روتے ہیں
سَر کو جب پِیٹ کے چلّاتے ہیں اے وائے حسینؑ
در و دیوار سے آتی ہے صدا ہائے حسینؑ

نہ دِلاسا کوئی دے اَور نہ کوئی پوچھے بات
کوئی اتنا نہیں جو روئے ذرا بیٹھ کے پاس
غم بہتّر کا ہے پچھلا پہر اور کالی رات
ہے دِلاسے کو فقط حضرتِ معبود کی ذات
قید خانے کی مصیبت سے جو دَم گھُٹتا ہے
کوئی اُٹھتا ہے کوئی خاک پہ گرِ پڑتا ہے

قاعدہ یہ ہے یتیموں پہ ترس کھاتے ہیں
گود میں لیتے ہیں سمجھاتے ہیں بہلاتے ہیں
خاطریں کرتے ہیں راحت اُنہیں پہنچاتے ہیں
یہ طمانچوں پہ طمانچے اِنہیں کھلواتے ہیں
یہ ستم بنتِ شہنشاہِ مدینہ کیلئے
سیلیاں شمر کی اور بالی سکینہؑ کیلئے

یا علیؑ آپ کی پوتی کا عجب ہے عالم
سہمی جاتی ہے کہ آجائے نہ شمرِ اَظلم
رَسَنِ ظلم کی تنگی سے گھٹا جاتا ہے دَم
ننھے ہاتھوں سے کرے باپ کا کیوں کر ماتم
آہ جب کرتی ہے تب عرشِ بریں ہلتا ہے
یا علیؑ آپ کی پوتی کا گلا چھلتا ہے

یا علیؑ آئیے زنداں میں حرم روتے ہیں
(التماسِ فاتحہ برائے سوز خواں امامی صاحب)

سَر اپنا پیٹ کے فضہؑ سے ہندؓ نے پوچھا

سَر اپنا پیٹ کے فضہؑ سے ہندؓ نے پوچھا
ارے بتا تو سہی کیا حسینؑ قتل ہُوا
جبھی تو خواب میں زہراؑ کو ننگے سَر دیکھا
وہی حسینؑ وہی ہے یہ دخترِ زہراؑ
غضب ہُوا شہِ والا سے چُھٹ گئی زینبؑ
حسینؑ قتل ہوئے آہ لُٹ گئی زینبؑ

پکاری فضہؑ زباں بند کر تو اے خوشخو
مجال ہے یہ کسی کی جو لُوٹے زینبؑ کو
ذرا تو غور سے اے بی بی خوب تم سوچو
حسینؑ قتل ہو عباسؑ جس کا بھائی ہو
وہ بی بی قید ہو بلوے میں جائے عبرت ہے
بہن حسینؑ کی ہو بے رِدا قیامت ہے

پکاری ہندؓ کہ اچھا نہ حال بتلاؤ
میں ہاتھ جوڑتی ہوں تھوڑی دیر تھم جاؤ
کہا کنیزوں سے حاکم تلک ذرا جاؤ
وہاں جو طشت میں اک سَر ہے اُس کو لے آؤ
کہو یزید سے واپس میں جلد کردوں گی
قسم حسینؑ کی اس سَر کو میں نہ رکھ لوں گی

یہ ذکر تھا کہ کنیزوں کا اِژدِھام آیا
ہُوا یہ غُل سَرِ سلطانِ تشنہ کام آیا
پکاری بنتِ علیؑ موت کا پیام آیا
بہن کا نام بتانے سَرِ امام آیا
کنیزوں نے سَرِ سلطانِ مشرقین رکھا
حضور ہندؓ کے لاکر سَرِ حسینؑ رکھا

سَرِ حسینؑ جو آیا محل میں مثلِ ماہ
پکاری پیٹ کے سَر ، ہندؓ بنتِ عبد اللہ
لو آؤ قیدیو دیکھو یہ کس کا سَر ہے آہ
صدا دی سَر نے یہ اعجاز سے بہ حالِ تباہ
یہ دوست اپنی ہے ہرگز نہ تم چھپاؤ بہن
یہ سَر ہے بھائی کا ، زینبؑ میں ہوں ، بتاؤ بہن

صدا یہ سنتے ہی اُٹھی بتولؑ کی جائی
قریب ہندؓ کے آکر یہ بات فرمائی
حسینؑ مرگئے زینبؑ ہے قید میں آئی
چُھپاؤں کیا کہ بتاتے ہیں خود مجھے بھائی
لے بی بی فاطمہؑ کے نورِ عین کا پُرسہ
میں تجھ کو دیتی ہوں بھائی حسینؑ کا پُرسہ

سَر اپنا پیٹ کے فضہؑ سے ہندؓ نے پوچھا

قید خانے سے جو نزدیک تھا حاکم کا محل

قید خانے سے جو نزدیک تھا حاکم کا محل
سُن کے آوازِ بکا ہندؔ کو آتی تھی نہ کل
سُرمہ آنکھوں میں دِیا اور نہ لگایا کاجل
کیا ہنسی آئے بجھا جاتا ہو جب دل کا کنول
کبھی راتوں کو نہ آرام سے وہ سوتی تھی
خواب سے چونک کے اُٹھ بیٹھتی تھی روتی تھی

حاکمِ شام سے القصہ اجازت لے کر
قید خانے میں گئی ہندؔ بہ حالِ مضطر
ہلِ گیا دِل جو پڑی قیدیوں پر اُس کی نظر
دیکھا سب بی بیوں کو خاک بسر بَرہنہ سَر
یہ تو حالت ہے مگر شکر خدا کرتے ہیں
نہ شکایت ہے کسی کی نہ گلا کرتے ہیں

اک طرف خاک پہ لیٹا ہے کوئی آزاری
مرضِ تپ کی وہ شدت ہے کہ غش ہے طاری
پاؤں سُوجے ہوئے ہیں جن سے لہو ہے جاری
ہے یہ ظاہر کہ بس اب کُوچ کی ہے تیاری
عُمر جو کٹتی ہے دنیا میں وہ اِکراہ کے ساتھ
اللہ اللہ نکلتا ہے ہر اک آہ کے ساتھ

تپ کی شدت سے ہے بیمار کی حالت ، تغیّر
چاند سا منہ ہے کہ ہے رنج و الم کی تصویر
بند آنکھیں ہیں مگر لب پہ ہے ہر دَم تکبیر
طوق گردن میں ہے اور پاؤں میں دُہری زنجیر
پاؤں کے آبلوں میں خار عیاں ہیں اب تک
پشتِ بیمار پہ دُرّوں کے نشاں ہیں اب تک

ہندؓ کی دیکھ کے الفت یہ سکینہؑ نے کہا
کھولو میری نہ رَسن جکڑا ہی رہنے دو گلا
شمر دُرّہ نہ لئے آئے کہیں پھر اِس جا
کہیں مجھ پر نہ کرے ظلم و ستم اِس سے سِوا
شمر کے ڈر سے میں بابا کو بھی روسکتی نہیں
ڈر کے مارے دَرِ زنداں کی طرف تکتی نہیں

کان کے میرے گُہر بھی نہیں اُس نے چھوڑے
کی سماجت بھی بہت ہاتھ بھی میں نے جوڑے
جو ستم مجھ پہ ہوئے یہ تو بہت ہیں تھوڑے
سامنے میرے، مِرے بھائی کے مارے کوڑے
شمر کے نام سے ہر وقت میں گھبراتی ہوں
چونک پڑتی ہوں اگر راتوں کو سو جاتی ہوں

قید خانے سے جو نزدیک تھا حاکم کا محل

عابدؑ کو جب یزید سے بابا کا سَر ملا

عابدؑ کو جب یزید سے بابا کا سَر ملا
سَر کیا ملا کہ مرہمِ زخمِ جگر ملا
مدت کے بعد باپ کے سَر سے پسر ملا
ماہِ صفر میں شام سے حکمِ سفر ملا
دیکھا جو اہلبیتؑ نے فرقِ جناب کو
تاروں نے آکے گھیر لیا ماہتاب کو

بہنوں نے باری باری لیا گود میں وہ سَر
زینبؑ نے ہونٹ رکھ دیئے بھائی کے ہونٹ پر
دریا بہا کے اشکوں کے بولی وہ نوحہ گر
بھیا پھری ہے آپ کی ہمشیر دَر بہ دَر
جس روز سے جُدا ہوئی میں دَم سے آپ کے
نیزوں سے پشت زخمی ہے دل غم سے آپ کے

بھیا تمہیں ہماری خبر بھی ہے یا نہیں
بھیا ہمارے سَر سے رِدائیں اُتار لیں
بھیا تمہاری بہنیں یہاں رسّی میں بندھیں
بھیا تمہاری بیٹی کے یاں سَیلیاں لگیں

خنداں ہمارے حال پہ اِس دَم شریر ہیں
بھیا ہم ایک رسّی میں بارہ اسیر ہیں

عابدؑ کو جب یزید سے بابا کا سَر ملا / مرزا دبیرؒ

(بشکریہ سوز خواں انصار حسین کاظمی مجن)

ذاکر و شاعرِ آلِ عمران شوکت رضا شوکتؔ

مایوس و گنہ گار زمانے کو بتادو
بخشش کے تصور سے بنا جسمِ محمدؐ
عصیاں کی معافی جسے مطلوب ہو شوکتؔ
وہ شام و سحر چوما کرے اسمِ محمدؐ

پہنچی جو قید خانے میں ہندؔ نکو سیر

پہنچی جو قید خانے میں ہندؔ نکو سیر
دیکھا کہ اک مریض پڑا ہے قریبِ دَر
روتا ہے واں کوئی تو کوئی پیٹتا ہے سَر
ہاتھوں سے دل پکڑ کے پکاری وہ نوحہ گر
دَم پَر بھی بَن گئی مگر آفت گھٹی نہیں
تَپ میں بھی اِس غریب کی بیڑی کٹی نہیں

آنسو بہا کے شانہ ہلایا جو چند بار
اک بار غش سے چونک کے بولا نحیف و زار
بے کَس کو کیوں جگاتی ہیں اماں پسر نثار
کیا جاں بَلب ہُوا کوئی معصوم دل فگار
پیدا ہُوئے ہیں اشک بہانے کے واسطے
اُٹھتے ہیں ہم جنازہ اُٹھانے کے واسطے

وہ بولی سب کی خیر ہے اے زار و ناتواں
میں ہوں کنیز آپ کی مادر نہیں یہاں
مشتاقِ دید آئی ہوں زنداں کے درمیاں
اتنا مجھے بتایئے اے یوسفِ زماں
اِسم شریف کیا ہے ، کہا سوگوار ہے
پوچھا پدر کا نام کہا بے دیار ہے

پوچھا کہاں لُٹے ہو ، کہا حق کی راہ میں
پوچھا یہ کب ، کہا کہ محرم کے ماہ میں
پوچھا یہ کیوں ، کہا کہ محبوں کی چاہ میں
پوچھا پدر کہاں ہیں ، کہا قتل گاہ میں
پوچھا جو گھر تو رو کے کہا قید خانہ ہے
پوچھا غذا میں کیا ہے کہا تازیانہ ہے

پہنچی جو قید خانے میں ہندؔ نکو سیر♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦

یہ ذکر تھا کہ آگیا خولیؑ تلخ کام
لایا سِنانِ ظلم پہ اک فرقِ لالہ فام
زندانِ شام نور سے روشن ہُوا تمام
اُس سَر نے دی ندا مِرے بیمار اَلسّلام
گھبرا کے اہلِ بیتؑ تو تعظیم کو اُٹھے
سجادؑ کانپتے ہوئے تسلیم کو اُٹھے

اُس سَر سے روکے کہنے لگی ہندِؓ باوفا
اے سَر تُو بولتا ہے تو یہ بھی مجھے بتا
کس باخدا کی آلؑ ہے ، کیا نام ہے ترا
کس باپ کا تو لال ہے ، کس ماں کا لاڈلا
کیا دخترِ رسولؐ کا لختِ جگر ہے تو
قربان جاؤں کیا مِرے آقا کا سَر ہے تو

چلّایا کانپ کر یہ سَرِ سَروَرؑ زمن
پیاسا مِرا خطاب ہے مقتل مِرا وطن
نانا مِرا رسولؐ ہے بابا اَبُوالحسنؑ
مسموم میرا بھائی ہے قیدی مِری بہن
احمدؐ کو رونے والی کا لختِ جگر ہوں میں
بی بی حسینؑ بیکس و بے پَر کا سَر ہوں میں

غش ہوگئی یہ سنتے ہی ہندہؓ نکو سِیَر
زینبؑ سَرِ اخی کو پکاری بچشمِ تَر
نام اپنا کیوں بتا دیا اے شاہِؑ بحر و بَر
اِس کا نہیں خیال کہ زینبؑ ہے ننگے سَر
پہچان کے جو وہ مجھے چادر اُڑھائے گی
میں بھی تو بنتِ فاطمہؑ ہوں شرم آئے گی

پہنچی جو قید خانے میں ہند نکو سیر / نسیمؔ

(بشکریہ سوز خواں تزئین زہرا و عروج فاطمہ)

قید خانے میں تلاطم ہے کہ ہِند آتی ہے

قید خانے میں تلاطم ہے کہ ہِندؔ آتی ہے
دخترِ فاطمہؑ غیرت سے مُوئی جاتی ہے
روح قالب میں وہ زندان میں گھبراتی ہے
بے حواسی سے ہر اک بار یہ چِلّاتی ہے
آسماں دور زمیں سخت کدھر جاؤں میں
ملی بیڑی کے دُعا مانگو کہ مرجاؤں میں

درِ زنداں پہ ہُوا اِتنے میں انبوہ کمال
بولے درباں کہ بڑھے دولت و عمر و اقبال
قیدیو اُٹھو دعا دے کے کرو استقبال
زنِ حاکم کا ہے زنداں میں نُزولِ اِجلال
تم کھلے سَر تھیں حضور اب تمہیں چادر دیں گی
رحم دل ہیں ابھی زنداں سے رِہا کردیں گی

لونڈیاں تھیں زنِ حاکم کی جِلَو میں جو رواں
دیکھتی کیا ہیں کہ اک شیر ہے آہن میں نہاں
لاغر و خستہ تن و فاقہ کش و تشنہ دَہاں
منہ پہ سیلی کے نشاں پشت پہ دُرّوں کے نشاں
ساقِ پا فاقوں سے زنجیر میں تھراتی ہے
اُستخوانوں کے لرزنے سے صدا آتی ہے

گِردِ عابدؑ کے پھری پھر وہ حالِ تغیّر
رکھ دیا پاؤں پہ سَر اپنا ہٹا کر زنجیر
بولے وہ کون ، یہ چِلّائی کنیزِ شبیرؑ
اَلسلام اے رَسَن و طوق و سَلاسل کے اسیر
ہے وصیت کا مَحَل مرنے پہ تیار ہے تو
کچھ کفن کے لئے رکھتا ہے کہ نادار ہے تو

غم نہ کھا گور و کفن میں تجھے دوں گی واللہ
ننگے سَر تیرے جنازے کے چلوں گی ہمراہ
مرنے والے ترا کیا نام ہے کب سے ہے تباہ
بولے مولاؑ ابھی پینتیس بَرس جینا ہے آہ
نام بے کَس بھی ہے، قیدی بھی ہے، نادار بھی ہے
حال یہ ہے کہ اسیری بھی ہے، آزار بھی ہے

ہندؓ نے پوچھا، مرَض کیا ہے، کہا بے پدری
رو کے بولی کہ دوا کیا ہے، کہا نوحہ گری
گھر جو دریافت کیا، کہنے لگے دَر بدری
بولی لیتا ہے خبر کون، کہا بے خبری
آہ کرنے کا سبب پوچھا تو شرمانے لگے
تازیانوں کے نشاں پشت پہ دِکھلانے لگے

قید خانے میں تلاطم ہے کہ ہندؓ آتی ہے

بولی وہ کون سے عصیاں پہ ملی یہ تعزیر
رو کے فرمایا گنہ کچھ بھی نہیں بے تقصیر
اُس نے منہ پیٹ لیا اور کہا کب سے ہو ، اسیر
بولے دسویں تھی محرم کی جو پہنی زنجیر
کچھ کفن کے لئے ہمراہ نہیں لایا ہوں
باپ کو چھوڑ کے بے گور و کفن آیا ہوں

شانِ زینبؑ پہ نظر کر کے کہا یاد آور
فاطمہؑ خلد سے زنداں میں آئیں کیوں کر
دیکھا بانوؑ کو تو کہنے لگی ہوکر ششدر
کوئی شہزادی ہے ایران کی یہ ننگے سَر
قدرتِ خالقِ قیوم نظر آتی ہے
کوئی زینبؑ کوئی کلثومؑ نظر آتی ہے

قید خانے میں تلاطم ہے کہ ہند آتی ہے

(بشکریہ سوز خواں جعفر رضا و احمد علی جعفری)

قید خانے میں سکینہؑ کو جو، لائی تقدیر

قید خانے میں سکینہؑ کو جو لائی تقدیر
رو رو کہنے لگی ہے ہے مِرے بابا شبیرؑ
کیوں نہیں لیتے خبر آج ہوئی ہوں میں اسیر
آؤ اب میری تمہاری ہے ملاقات اَخیر
نصف شب تک بھی یہاں جینا ہے دشوار مِرا
دیکھو اب آن کے بس آخری دیدار مِرا

ہاتھ اب مَلتی ہوں اُور ہاتھ نہیں آتے تم
جان جاتی ہے مِری اُور نہیں آجاتے تم
کیا خطا میری جو تشریف نہیں لاتے تم
قیدیوں کو بھی نہیں قید سے چُھڑواتے تم
کس سے دُکھ ہم کہیں بستی ہے ستم گاروں کی
کوئی سنتا نہیں فریاد گنہگاروں کی

کہتی تھی بانوؑ سے رو رو کے کہاں ہیں بابا
پاس اُن کے مجھے بھجوادو جہاں ہیں بابا
میرے آرام ہیں بابا مِری جاں ہیں بابا
کیوں مِری آنکھوں سے اِس وقت نہاں ہیں بابا
کیوں سکینہؑ سے جُدا ہونے کی تدبیر ہوئی
کیا گنہ مجھ سے ہُوا کونسی تقصیر ہوئی

بانوؑ گودی میں لِٹا کر لگی دینے لوری
اور تھپک کر لگی کہنے وہ نصیبوں پھُوٹی
سو مِری لاڈلی سوجا مِری قیدی بچّی
سو میری تشنہ جگر سو مِری بھوکی پیاسی
سوجا اے فرقتِ شبیرؑ میں رونے والی
سو مِری شاہؑ کی آغوش میں سونے والی

تھی جو جاگی ہوئی بچّی وہ کئی راتوں کی
سو گئی خواب میں بابا کی نظر شکل پڑی
دیکھتے ہی وہ اُنہیں خواب میں قدموں پہ گِری
شہؑ نے گودی میں اُٹھایا تو یہی کہنے لگی
چَین بِن میرے پڑا آپ کو کیوں کر بابا
صدقے میں اور مِری جان بھی تم پر بابا

خوب پانی مِری خاطر گئے لینے گھر سے
مجھ پہ کیا کیا ہُوا اِس عرصہ میں اور تم نہ پھرے
شاہؑ نے چُوم کے لب سینے سے لِپٹا کے اُسے
کہا اے جان مِری تجھ پہ یہ بابا صدقے
جو ستم مجھ پہ ہُوا کیا تجھے تقریر کروں
تو بھی دلگیر ہے اب کیا تجھے دلگیر کروں

ایسی کچھ بن گئی مجھ پر کہ نہ آیا تجھ پاس
میں جدا تجھ سے کبھی ہُوں گا نہ اب تُو ہو اُداس
دیکھ منہ باپ کا وہ کہنے لگی باصد یاس
آپکے کپڑوں سے آتی ہے مجھے خون کی باس

خوں سے پیشانی کے بھر جانے کا باعث کیا ہے
سرخ خط حلق پہ بابا ترے یہ کیسا ہے

قید خانے میں سکینہؑ کو جو، لائی تقدیر

☆☆☆☆☆

آغا شورشؔ کاشمیریؒ

آغازِ محرم ہے کہ ہنگامِ وَغا ہے
اسلام خود اپنوں کی شقاوت میں گھرا ہے
ہر دور میں ہوتی رہی طاقت کی پرستش
ہر دَور یزیدوں کا طرف دار رہا ہے

(بشکریہ سوز خواں ظلِ حسن و باقر نقوی و مصطفیٰ جعفری)

سَرِ حسینؑ جو زندانِ شام میں آیا

سَرِ حسینؑ جو زندانِ شام میں آیا
تو بڑھ کے بھائی کو ہمشیر نے سلام کیا
وفورِ نالہ ٔ و شیون سے ایسا حشر اُٹھا
حرم بھی روتے تھے مولا کا سَر بھی روتا تھا
مِلی یہ خواب کی تعبیر قید خانے میں
بپا تھی مجلسِ شبیرؑ قید خانے میں

سکینہؑ بولی سنو حالِ بے کساں بابا
چلے گئے تھے مجھے چھوڑ کر کہاں بابا
ہیں غش میں عابدؑ بیمارِ ناتواں بابا
گلے میں طوق ہے پاؤں میں بیڑیاں بابا
ستم گروں کو ہمارا خیال کوئی نہیں
نبیؐ کی آلؑ کا پُرسانِ حال کوئی نہیں

پھوپھی کی پشت پہ دُرّوں کے ہیں نشاں بابا
بَندِھی ہے میری بھی گردن میں رِیسماں بابا
اُتر گئیں میرے کانوں کی بالیاں بابا
مِرے شفیق پدر میرے مہرباں بابا
زمین پوچھتی تھی اور نہ آسماں ہم کو
ستم گروں نے پِھرایا کہاں کہاں ہم کو

لگایا باپ کے سَر کو گلے سے بیٹی نے
رُکے ہوئے تھے جو مدت سے شمر کے ڈر سے
وہ بَین آج سکینہؑ کے لب پر آ ہی گئے
سُنایا حالِ زبوں خوب اپنا رو رو کے
یزیدیت کے ستم فاش کر گئی بچّی
تڑپ تڑپ کے اسیری میں مر گئی بچّی

یزید کانپ اُٹھا اِس خبر کے پانے سے
یہ بھیک مانگی تعاون کی اِس گھرانے سے
جنازہ بچی کا اُٹھے نہ قید خانے سے
بدل نہ جائے فضا لاش باہر آنے سے
یہ سانحہ بھی ہو تاریخِ نوعِ انساں میں
بہن کو دفن کرے بھائی کُنجِ زنداں میں

لرزتے ہاتھوں سے تُربت بنائی عابدؑ نے
بہن کی چھوٹی سی میّت اُٹھائی عابدؑ نے
زمیں میں شہؑ کی بِضاعت چُھپائی عابدؑ نے
جگر کو تھام کے دی یہ دُہائی عابدؑ نے
اک احتجاج ہے ہر دور ہر زمانے میں
جو ایک چھوٹی سی تُربت ہے قید خانے میں

سَرِ حسینؑ جو زندانِ شام میں آیا / شاداںؔ دہلوی

سکینہؑ شام کے زنداں میں تھی اَلم سے نڈھال

سکینہؑ شام کے زنداں میں تھی اَلم سے نڈھال
کبھی چچا کا تصور کبھی پدر کا خیال
کبھی ربابؑ سے باتیں کبھی پھوپھی سے مَقال
کبھی خموش کبھی عابدؑ حزیں سے سوال
چچا کب آئیں گے دریا سے لَوٹ کر بھیا
یہاں سے نہر کا ہے کس قدر سفر بھیا

میں کربلا میں رہی منتظر نہیں آئے
لعین لے گئے میرے گُہر نہیں آئے
جلادیئے گئے ہم سب کے گھر نہیں آئے
صدائیں دیتی رہی میں ، مگر نہیں آئے
ہَوائے سرد تَرائی میں جب ملی ہوگی
تھکے ہوئے تھے بہت نیند آگئی ہوگی

تڑپتی رہتی تھی معصوم یوں ہی شام و سحر
تسلیاں اُسے دیتے تھے عابدؑ مضطر
ربابؑ روتی تھیں بچّی کی بھولی باتوں پر
نگاہِ یاس سے تکتی تھیں زینبؑ بے پَر
پیامِ مرگ ، بَنی دل کی بے کلی آخر
چچا کے پاس بھتیجی چلی گئی آخر

یہ زخمِ تازہ جو اہلِ حرم کے دل پہ لگا
تو قید خانے میں اک حشر ہوگیا برپا
تڑپ کے جانبِ عابدؑ ، ربابؑ نے دیکھا
بس اتنا کہہ سکیں ہے ہے یہ کیا ہُوا بیٹا
سنبھل سکا نہ دلِ پاش پاش بیٹھ گئیں
لگا کے سینے سے بچی کی لاش بیٹھ گئیں

تڑپ کے آئیں قریبِ ربابؑ، بنتِ علیؑ
کہا کہ بچی کو دے دیجئے مجھے بھابھی
خدا کی مرضی میں انساں کا دخل کیا بی بی
یہ روز روز کی ایذاؤں سے بھی چھوٹ گئی
نہ دن کو تڑپے گی اب اور نہ شب کو روئے گی
جِناں میں باپ کے سینے سے لگ کے سوئے گی

تڑپ کے بولے یہ عابدؑ ، بہن خدا حافظ
ملیں گے حشر میں اے خستہ تن خدا حافظ
مِری غریب مِری کم سخن خدا حافظ
اَلم رسیدہ غریبُ الوطن خدا حافظ
بہن کو غسل و کفن تک نہ دے سکا بھائی
تجھے تو علم ہے مجبور تھا ترا بھائی

زِنداں میں جب کہ دخترِ شبیرؑ مر گئی

زِنداں میں جب کہ دخترِ شبیرؑ مر گئی
دُنیا سے دفعتاً سفرِ خُلد کر گئی
کنبے کے دل پہ داغ جُدائی کا دَھر گئی
غُل پڑ گیا حسینؑ کی عاشق گزر گئی
جنت بسائی دیکھ کے دنیا کے باغ کو
تازہ کیا ہے پِھر علی اصغرؑ کے داغ کو

بازو ہِلا کے بانوئے ناشاد نے کہا
بی بی پدر کے سَر سے اُٹھاؤ تو سَر ذرا
باتیں ابھی تو کرتی تھیں آنسو بہا بہا
ساکت ہے نبض ہائے غضب سَرد دست و پا
منہ دیکھتے ہی زیست کا نقشہ بدل گیا
کس وقت سانس رُک گئی کب دَم نکل گیا

لو ہاتھ جوڑتی ہے یہ ماں اے سکینہؑ جاں X
مجھ کو بُلا لو تم ہو جہاں اے سکینہؑ جاں
ڈھونڈوں نکل کے تم کو کہاں اے سکینہؑ جاں
مادر کو قبر ہے یہ مکاں اے سکینہؑ جاں
میں جانتی ہوں موت سے بد تَر حیات کو
اب کون سوئے گا مِرے پہلو میں رات کو

بچّی یہ ماں تجھے کدھر اب ڈھونڈنے کو جائے
اے غم رسیدہ تو نے قیامت کے دُکھ اُٹھائے
چُھٹ کر پدر سے گھڑکیاں کھائیں، طمانچے کھائے
بی بی رَسَن بندھی تِری گردن میں ہائے ہائے
جو سختیاں فلک نے دِکھائیں وہ سہہ گئیں
بُندے جو چھِن گئے مِرا منہ تک کے رہ گئیں

قربان جاؤں قیدیٔ دامِ بلا ہے ماں
آفت میں بعدِ سبطِ نبیؐ مبتلا ہے ماں
مجبور ہے غریب ہے بے دست و پا ہے ماں
ملی ملی کو دے کہاں سے کفن بے ردا ہے ماں
پہلے سے خاک میں ہے بدن سب اٹا ہوا
لے جاؤ قبر میں یہی کرتا پھٹا ہوا

ایذا سے غم سے رنج اُٹھانے سے چھُٹ گئیں
کنبے سے کیا کہ سارے زمانے سے چھُٹ گئیں
ہر صبح و شام اشک بہانے سے چھُٹ گئیں
اچھا ہوا کہ گھڑکیاں کھانے سے چھُٹ گئیں
نیند اُڑ گئی تھی لوگوں کی بچی کے بَین سے
اب تو یزید رات کو سوئے گا چَین سے
زِنداں میں جب کہ دخترِ شبیرؑ مر گئی

سَر جو شبیرؑ کا زندان میں لائے خُدّام

سَر جو شبیرؑ کا زندان میں لائے خُدّام
بھائی کے سَر کو کیا زینبِؑ مضطر نے سلام
تھا گرفتارِ سَلاسل جو زمانے کا امام
اُٹھا تعظیم کو لے کر شہِؑ مظلوم کا نام
طشت حلقے میں لئے کشتۂ غم رونے لگے
سَرِ شبیرؑ کو دیکھا تو حرم رونے لگے

سب نے ماتم کیا مِل کر، ہوئی مجلس بپا
چوم کر سَر کو عقیدت سے یہ زینبؑ نے کہا
دُکھ اُٹھائے ہیں بہت تم سے بچھڑ کر بھیا
اپنی آغوش میں سَر بالی سکینہؑ نے لیا
رو رہے تھے سبھی رُکتے ہی کہاں تھے آنسو
سَرِ شبیرؑ کی آنکھوں سے رَواں تھے آنسو

حال کہنے کا یہ لمحہ جو سکینہؑ کو ملا
سَرِ شبیرؑ کو سینے سے لگا کر یہ کہا
چھوڑ کر ہم کو گئے آپ کہاں اے بابا
آپ کے بعد ستم ٹُوٹے ہیں ہم پر کیا کیا
میرے رخسار پہ جو نیل عیاں ہیں بابا
یہ مِرے منہ پہ طمانچوں کے نشاں ہیں بابا

آپ میداں کو سِدھارے تو بڑا ظلم ہُوا
آگ خیموں میں لگی جَل گیا ساماں سارا
چِھن گئے میرے گُہر جَل گیا میرا کرتا
روتی پھرتی تھی میں اُس دشتِ بَلا میں تنہا
نہ دیا ہم کو کسی نے بھی سہارا بابا
پوچھتا کوئی نہ تھا حال ہمارا بابا

روتے روتے ہوئی خاموش سکینہؑ اک بار
کہا زینبؑ نے کہ میں تیری مصیبت کے نثار
آ مِری گود میں آجا ، مِری پیاری دِلدار
پَر سکینہؑ نہ ہلی اپنی جگہ سے زِنہار
جا ملی باپ سے وہ باپ کی پیاری بچی
چَل بسی شام کے زنداں میں دُلاری بچی

سَر جو شبیرؑ کا زندان میں لائے خُدّام

بی بیاں غسل جو دینے لگیں بچی کو وہاں
پیرہن خون بھرا پسلیوں میں تھا چَسپاں
ہوگئے زخموں میں تبدیل جو دُرّوں کے نشاں
دیکھ کر لاش کو اِس حال میں رونے لگی ماں
حشر تھا دخترِ سلطانِ مدینہ کے لئے
لوگ سَر پیٹ کے روتے تھے سکینہؑ کے لئے

کانپتے ہاتھوں سے عابدؑ نے بنائی تُربت
دفن کی اُس میں حسینؑ ابنِ علیؑ کی دولت
نہ سنی اور نہ دیکھی کہیں ایسی غربت
دِل بھر آیا تو ہُوئی حد سے زیادہ رِقّت
بچّی کے حال پہ سب کشتۂ غم روتے تھے
قبر حلقے میں لئے اہلِ حرم روتے تھے

قید سے ہو کے رِہا جب یہ مدینے پہنچے
ماں کے کانوں میں سکینہؑ کے سخن گونجتے تھے
جو ستم بچی پہ ٹُوٹے وہ بُھلائے نہ گئے
روتی پھرتی تھی وہ مظلوم یہی کہہ کہہ کے
ہو کے جب شام کے زنداں سے ہَوا آتی ہے
اے سکینہؑ ترے رونے کی صدا آتی ہے

سَر جو شبیرؑ کا زندان میں لائے خدام / شاداںؔ دہلوی

(بشکریہ سوز خواں سیّد کاظم رضا و تنویر بیانوی)

جب قید سے اَسیر رِہا ہوگئے تمام

جب قید سے اَسیر رِہا ہوگئے تمام
قبرِ سکینہؑ پر گئے روتے ہوئے امامؑ
ماتم کُناں تھے ساتھ میں اہلِ حرم تمام
آہستہ آرہی تھیں ربابِؑ خجستہ کام
چھوٹی سی قبر سامنے نظروں کے پھر گئی
اک آہِ سرد کھینچ کے مرقد پہ گرِ گئی

بولیں اُٹھو کہ قافلہ تیار ہوچکا
جاتا ہے اب وطن کو تمہارا یہ قافلہ
بیٹا تمہیں رہائی کا ارمان تھا بڑا
جب تم نہیں تو گھر سے مجھے واسطہ ہے کیا
تیرے بغیر گھر کو میں ہر گز نہ جاؤں گی
بَن کر فقیر قبر پہ آنسو بہاؤں گی

روتے ہوئے لحد سے حرم اُٹھ کھڑے ہوئے
بولی ربابؑ جاتی ہوں حکم امام سے
روکر کہا یہ زینبِؑ عالی مقام نے
قربان جاؤں شکوہ نہ کیجو حسینؑ سے

اے اہلِ شام واسطہ ربِ کریم کا
پیچھے خیال رکھنا ہماری یتیم کا

القصہ پہونچے کرب و بَلا میں یہ نوحہ گر
زینبؑ تڑپ کے گرِ گئیں بھائی کی قبر پر
اِس طرح بَین کرتی تھیں وہ سوختہ جگر
بھابھی کی گود اُجڑ گئی بھیا کرو نظر

تم کو خبر ہے ہم پہ جو آفت گزر گئی
قیدِ ستم میں بالی سکینہؑ بھی مرگئی

بھیا تمارے بعد وہ آفت پڑی اُدھر
اصغرؑ کا سَر بھی کاٹ لیا قبر کھود کر
خنجر گلے پہ جب وہ چلاتا تھا بَد گُہر
ہم دیکھتے تھے اور پھٹا جاتا تھا جگر
یہ دیکھ کر ربابؑ کی حالت تباہ تھی
آنکھوں سے اشک بہتے تھے اور لب پہ آہ تھی

سَر لے کے جب شقی وہ وہاں سے چلا گیا
دوڑی ربابؑ گود میں لاشہ اُٹھالیا
اور چومتی تھی حلق بُریدہ کو بارہا
وہ بَین تھے کہ سب کا کلیجہ ہِلادیا
نالے ہی کرتے کرتے وہ خاموش ہوگئی
لاشہ لئے وہ گود میں بیہوش ہوگئی
جب قید سے اَسیر رِہا ہوگئے تمام/امیر چھولسی

حسینؑ بے کس و بے پَر کا آج چہلم ہے

حسینؑ بیکس و بے پَر کا آج چہلم ہے
تمام فاطمہؑ کے گھر کا آج چہلم ہے
سپاہِ سبطِ پیمبرؐ کا آج چہلم ہے
علیؑ کے گھر میں بہتّر کا آج چہلم ہے
نہ فاطمہؑ نہ پیمبرؐ ہیں باغِ رضواں میں
وہ قتل گاہ میں روتے ہیں اور یہ زنداں میں

امامِ بے کس و بے آشنا کا چہلم ہے
شہیدِ ظلم و قتیلِ جفا کا چہلم ہے
علیؑ و فاطمہؑ کے دِلرُبا کا چہلم ہے
نبیؐ کے گھر میں شہِؑ کربلا کا چہلم ہے
حرم میں غل ہے کہ عباسؑ ، کبریا کے لئے
ذرا سا پانی تو بھجوادو فاتحہ کے لئے

شہیدِ خنجر و تیر و سناں کا چہلم ہے
غریب و بے کس و بے خانماں کا چہلم ہے
ذبیحِ عصر و امامِ زماں کا چہلم ہے
بہن تو قید ہے اور بھائی جاں کا چہلم ہے
عجیب فکر میں بیٹی شہِ حنین کی ہے
نہ فاتحہ کی اجازت نہ شور و شین کی ہے

حسینؑ بے کس و بے پَر کا آج چہلم ہے / نسیمؒ

نفیسؔ فتح پوریؒ

برباد اِنؑ کا گھر ہُوا اُمت کے واسطے
امت کے دل پہ قبر بھی اِنؑ کی گراں ہوئی

(بشکریہ شاعرِ اہلبیتؑ عادل فتح پوری)

چہلم جو کربلا میں بہتّر کا ہوچکا

چہلم جو کربلا میں بہتّر کا ہوچکا
پیوند یکسوں کے تَن و سَر کا ہوچکا
اُور فاتحہ حسینؑ کے لشکر کا ہوچکا
قبروں پہ شور آلِؑ پیمبرؐ کا ہوچکا
ماتم میں تین روز رہے شور و شین سے
روئے لِپٹ لِپٹ کے مزارِ حسینؑ سے

مثلِ چراغ ، گورِ غریباں پہ دل جلائے
پھولوں کے بدلے قبروں پہ لختِ جگر چڑھائے
پیاروں کی بود و باش کے ساماں جو یاد آئے
بے ساختہ پکارے کلیجہ پکڑ کے ہائے
کنبے کے ساتھ داخلۂ کربلا ہُوا
لایا جو تھا مدینے سے ہم کو وہ کیا ہُوا

حضرت کی قبر ہِل گئی زینبؑ کے بَن سے
آکر کہا بشیرؓ نے ابنِ حسینؑ سے
شہزادے جاں بلب ہے پھوپھی شور و شین سے
چلئے وطن کو قبرِ شہِؑ مشرقین سے
عابدؑ نے پوچھا کیوں پھوپھی اماں قبول ہے
وہ بولیں اختیار ہے کیا ، ہاں قبول ہے

آئے تھے کس طرح سے وطن کس طرح چلے
نہ شہؑ رہے نہ گودیوں میں گود کے پلے
سوتے تھے قبر میں جو کٹائے ہوئے گلے
یہ وقت وہ تھا پھرتے تھے سب آنکھ کے تلے
عابدؑ سے بانوؑ کہتی تھیں مہلت قلیل ہے
کچھ خاکِ پاک لے لو کہ صغریٰؑ علیل ہے

اے کربلائے سَرورؑ دلگیر الوداع
اے قتل گاہِ حضرتِ شبیرؑ الوداع
اے قبرِ ابنِ صاحبِ تطہیر الوداع
اے بھائی جان جاتی ہے ہمشیر الوداع
کیا غم نصیب ہے یہ نواسی رسولؐ کی
تم نے مجاوری نہ ہماری قبول کی

(بشکریہ سوز خواں وصی حیدر و ولی حیدر زیدی)

شاعرِ پاکستان صہباؔ اخترؒ

حسنؑ سا اِک حسیں ملا نبیؐ کو جانشیں ملا
کہ حیدرؑ و بتولؑ کو اِک اور مہ جبیں ملا
ہے اجتماعِ پنجتنؑ کہ عیدِ شش جہات ہے
بنامِ آمدِ حسینؑ رقص میں حیات ہے

(بشکریہ سوز خواں عدنان وشبر / مجلسِ حسینی.J-18/2,P.E.C.H.S)

شام سے جب اہلبیتؑ باسرِ عُریاں چلے

شام سے جب اہلبیتؑ ، با سرِ عریاں چلے
یعنی سُوئے کربلا ، چاک گریباں چلے
لے کے شہیدوں کے سَر ، بے سَر و ساماں چلے
کرتے ہوئے یہ بیاں بادلِ نالاں چلے
آج ہے چالیسواں حضرتِ شبیرؑ کا
تشنہ دہن کشتۂ خنجر و تقدیر کا

راہ میں اُن سے کوئی ، پوچھتا گر آن کر
کس کے ہو نامُوس تم ، کس کے ہو لختِ جگر
کس نے ہے لُوٹا تمہیں ، کس نے کیا بے پدر
کہتے تھے اہلِ حرم اُن سے یوں باچشمِ تر
تم سے بیاں کیا کریں اپنے ہم احوال کو
دفن ہیں کرنے چلے فاطمہؑ کے لال کو

وہ جو حرم محترم ، شاہؑ کے باصد بکا
منزلیں طے کرتے ہائے ، پہنچے دَرِ کربلا
دُور سے وہ قتل گاہ اُن کو دِکھائی دیا
رو کے یہ کہنے لگے ، حضرتِ زین العبا
اونٹوں سے اترو تم اب، کرتے ہوئے شور و شین
روتے چلو پیادہ پا، یاں سے بہ لاشِ حسینؑ

حضرتِ سجادؑ سے سُن کے حرم یہ کلام
پیٹتے روتے ہوئے اونٹوں سے اُترے تمام
آئے جو لاشوں کے پاس ، ہائے وہ ناشاد کام
سَر کو لگے پیٹنے ، وارثوں کے لے کے نام
چادریں سَر سے اُتار آنسو بہانے لگے
ہاتھوں سے اُس بَن کی خاک سَر پہ اُڑانے لگے

حضرتِ سجادؑ نے دیکھ کر یہ ماجرا
بی بیوں کو ساتھ لے ، خوب سا ماتم کیا
سَر جو شہیدوں کے تھے ، بیچ میں اُن کو رکھا
سینہ ٔ و سَر پیٹ کر ، رو رو یہ نوحہ پڑھا
زہراؑ کے معصوم کا آج ہے چالیسواں
سیّدِؑ مظلوم کا آج ہے چالیسواں

وہ جو ہے ابنِ حسنؑ شاہ کا عالی نسَب
بیاہ کے دن ہائے ہائے ، قتل ہوا تشنہ لب
شادی کا جوڑا جو تھا مِل گیا مٹی میں سب
اُس کا بھی چہلم ہے آج ہائے ستم ہے غضب
اکبرؑ و اصغرؑ کا بھی آج ہے چالیسواں
شاہ کے لشکر کا بھی آج ہے چالیسواں

شام سے جب اہلبیتؑ باسرِ عُریاں چلے

بشکریہ بیگم اختیار امام رضوی و
خانوادۂ سوز خوانِ اہلبیتؑ سردار حسین ہاشمیؒ (دہلوی)

پہنچے اسیر، شام سے چُھٹ کر جو کربلا

پہنچے اسیر ، شام سے چُھٹ کر جو کربلا
تسخیر ہو چکا تھا ہر اک سخت مرحلہ
اُترا جو بار سَر سے تو یاد آئے اقربا
اک ایک مرنے والا نگاہوں میں پِھر گیا
دل میں گُھٹے ہوئے تھے جو ارماں اُبل پڑے
اشکوں کے ساتھ دل کے بھی ٹکڑے نکل پڑے

کوئی تڑپ کے بولی کہ اکبرؑ کہاں ہو تم
چِلّائی کوئی قاسمِؑ بے پَر کہاں ہو تم
اک ماں صدائیں دیتی ہے اصغرؑ کہاں ہو تم
زینبؑ پکاریں عابدِؑ مضطر کہاں ہو تم
بیٹا نہ دل پہ بَس ہے نہ قابو ہے صبر پر
لِلّٰہ لے چلو مجھے بھائی کی قبر پر

بولی لپٹ کے قبر سے بھیا میں آگئی
بھیا سُنا ، میں شام تلک بے رِدا گئی
بھیا سکینہؑ ہم سے نگاہیں پِھرا گئی
نکلی نہ قید خانے سے موت اُس کو کھا گئی
بچی تو رو چکی تھی بہت تھک کے سو گئی
لیکن وہ ماں کی گود جو ویران ہو گئی

بھیا ذرا ربابؑ کی حالت تو دیکھئے
کیسی اداس اداس ہے صورت تو دیکھئے
دل خوں ، زباں خموش ، یہ ہمت تو دیکھئے
ہر گام مرگِ تازہ قیامت تو دیکھئے
دُکھیا پہ کیسے کیسے مصائب گزر گئے
وارث بھی سَر سے اُٹھ گیا بچے بھی مر گئے

اِس وقت کچھ عجیب تھا عالم رباب پر
گردن جُھکائے بیٹھی تھی دنیا سے بے خبر
شانہ ہِلا کے بولی جو زینب بہ چشمِ تر
یک لخت جیسے چونک اُٹھی دیکھا اُٹھا کے سَر
بس اتنا کہہ سکی کہ بہت دن گزر گئے
آئے تھے ساتھ باپ کے اصغر کدھر گئے

اِس نالۂ رباب پہ محشر بپا ہُوا
عاشور کا سماں تھا نظر میں کھِنچا ہوا
ہر آنکھ میں تھا چہرۂ اصغر بسا ہوا
گودی میں جیسے باپ کا منہ دیکھتا ہوا
قبرِ حسینؑ کرب سے تھرا کے رہ گئی
پرچھائیں جیسے موت کی لہرا کے رہ گئی

جب چُھٹ کے قیدِ شام سے سجادؑ گھر چلے

جب چُھٹ کے قیدِ شام سے سجادؑ گھر چلے
رستے میں کربلا نے صدا دی کدھر چلے
دشتِ بَلا میں چھوڑ کے لاشِ پدر چلے
عابدؑ نہ چاہتے تھے کہ جائیں ، مگر چلے
پیہم دعا تھی طاقتِ ضبطِ فغاں رہے
صغراؑ ضرور پوچھے گی بابا کہاں رہے

رُک رُک کے سوچتے تھے اُسے کیا بتائیں گے
کیسے کہیں گے ، بی بی اب اکبرؑ نہ آئیں گے
تم بھی بھلادو ہم بھی اُنہیں بھول جائیں گے
وقت آئے گا تو خود تمہیں بابا بُلائیں گے
کہہ دیں ابھی ربابؑ سے آگے نہ آیئے
بچی مچل نہ جائے کہ اصغرؑ کو لایئے

اُمّ البنینؑ پوچھیں گی اپنے جری کا حال
کس شان سے لڑا سرِ میداں علیؑ کا لال
کہنا پڑے گا جنگ کا غازی کی کیا سوال
اُن کو تو صرف آب رسانی کا تھا خیال
اذنِ وَغا ملا ہی کہاں اُس دلیر کو
زنجیر سے امامؑ نے جکڑا تھا شیر کو

مِل جاتی اُس جری کو اگر جنگ کی رِضا
دَم بھر میں فیصلہ تھا کُل افواجِ شام کا
پانی گئے تھے لینے سو وہ بھی نہ مِل سکا
مشکیزہ واپس آیا تو رنگیں تھا جابجا
وعدہ تھا بھر کے لانے کا پورا بھی کر دیا
مشکیزۂ سکینہؑ میں خوں اپنا بھر دیا

دیکھا جو یہ سکینہؑ نے آئے نہیں چچا
مشکیزہ واپس آیا ہے اور وہ بھی خوں بھرا
یہ حادثہ کلیجے کا ناسور بن گیا
زنداں میں بھی چچا ہی کا دن رات ذکر تھا
سمجھایا ہر طرح ، نہ مگر بے کلی گئی
آخر چچا کے پاس بھتیجی چلی گئی

جب چُھٹ کے قیدِ شام سے سجادؑ گھر چلے / شاہدؔ نقوی

سہیلؔ شاہ

ہر گھڑی رہتے ہیں ہر رنج و بلا سے محفوظ
گھر میں مولاؑ کا عزا خانہ سجانے والے

چُھٹ کر جب آیا شام سے کنبہ رسولؐ کا

چُھٹ کر جب آیا شام سے کنبہ رسولؐ کا
یثرِب کے ذرّے ذرّے نے اک زخمِ نو دیا
آئے جو ابنِؑ جعفرؑ طیارِ باصفا
اک تِیر سا کلیجے میں عابدؑ کے گڑ گیا
زینبؑ تو دُور ہٹ گئیں منہ کو چُھپالیا
عابدؑ نے اپنے پاس چچا کو بٹھالیا

عابدؑ نے آہ بھر کے سُوئے خیمہ کی نظر
زینبؑ تڑپ کے جھینپ گئیں کانپے دل جگر
جعفرؑ کے شیر نے جو سنی آہِ پُر اثر
ہاتھ اپنا پیار سے رکھا عابدؑ کی پشت پر
فرمایا یوں تڑپ کے نہ آہ و فغاں کرو
بیٹا جو دُکھ اُٹھائے ہیں مجھ سے بیاں کرو

عابدؑ کا دل بھر آیا چچا سے لپٹ گئے X
پہنچی جو ٹھیس پشت کے سب زخم پھٹ گئے
بہنے لگا لہو تو جھجک کر سمٹ گئے
گھبرا کے ابنِؑ جعفرؑ طیار ہٹ گئے
بولے یہ زخم کیسے ہیں کیا ماجرا ہُوا
عابدؑ خدا کے واسطے بولو یہ کیا ہُوا

کیا بعدِ قتلِ شاہؑ بھی تم پر ہوئے ستم X
محفوظ تو رہے شہِؑ مظلوم کے حرم
یہ تو حمیت ، اہلِ عرب میں ہے کم سے کم
بچّوں کو ، عورتوں کو سمجھتے ہیں محترم
کیا لُٹ گیا تھا خیمہ بھی آلِؑ رسولؐ کا
بے پردہ تو ہُوا نہیں کنبہ بتولؑ کا

عابدؑ نے آہ بھر کے کہا کچھ نہ پوچھیے
جو سوچ بھی نہ سکتے تھے ایسے ستم ہوئے
بَرگشتہ اِس قدر تھا زمانہ حسینؑ سے
اوروں کا ذکر کیا علی اصغرؑ نہ بچ سکے
حقِ وفا ادا کیا بچوں نے آپ کے
دادا کا رعب داب تھا تیور تھے باپ کے

کس شان لڑے وہ دلاور نہ پوچھیے
کس طرح وار کرتے تھے جم کر نہ پوچھیے
مرعوب اُن سے کتنا تھا لشکر نہ پوچھیے
کیا کہہ رہے تھے قاسمؑ و اکبرؑ نہ پوچھیے
ہر ایک کی زباں پہ صدا مرحبا کی تھی
فرصت نہ دی اجل نے یہ مرضی خدا کی تھی

اُن پر ہی کیا اَجل تو بھرے گھر کر کھا گئی
قاسمؑ کو کھاگئی علی اکبرؑ کو کھا گئی
عباسؑ جیسے شیرِ دلاور کو کھا گئی
حد ہوگئی کہ سبطِ پیمبرؐ کو کھا گئی
سب قبر میں چلے گئے سونے کے واسطے
میں ہی بچا ہوں کنبہ کو رونے کے واسطے

چُھٹ کر جب آیا شام سے کنبہ رسولؐ کا♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦

کیسے کہوں چچا ، نہ رہے جب شہِؑ اُمم
بے وارثوں پہ توڑے گئے کس قدر ستم
بازار میں پھرائے گئے ننگے سَر حرم
دنیا اُڑا رہی تھی مذاق اور چپ تھے ہم
کیا حالِ درد منہ سے کہیں دیکھ لیجئے
دُرّوں کے زخم پشت پہ ہیں دیکھ لیجئے

دربار میں گئے تو قیامت گزر گئی
مجمع میں آلِ ؑ پاکِ نبیؐ ننگے سَر گئی
طعنے تھے ، مضحکے تھے جہاں تک نظر گئی
ہم ڈھونڈتے تھے موت نجانے کدھر گئی

قیدی تھے سَر جُھکائے خمیدہ کھڑے ہوئے
چھوٹے بڑے تھے ایک رسن میں بندھے ہوئے

چُھٹ کر جب آیا شام سے کنبہ رسولؐ کا/شاہدؔ نقوی

(بشکریہ سوز خواں اشرف حسین زیدی و ظہیر زیدی)

جب آفتوں کے گرفتار قید سے چھوٹے

جب آفتوں کے گرفتار قید سے چھوٹے
امامِ دیں کے عزادار قید سے چھوٹے
اسیر و مضطر و ناچار قید سے چھوٹے
جنابِ عابدؑ بیمار قید سے چھوٹے
بکا کا اِذن جو پایا تو دل کو چَین مِلا
حسینؑ تو نہ مِلے پَر سَرِ حسینؑ مِلا

قیامت آئی کہ شاہِؑ ہُدا کا سَر آیا
پچھاڑیں کھائیں پسر نے بہن نے غش کھایا
سلام کرکے مریضِ اَلم یہ چِلّایا
بہت دنوں میں اسیروں کو یاد فرمایا
فراقِ شاہؑ میں قیدی کڑی اُٹھاتے تھے
غذا کے بدلے فقط تازیانے کھاتے تھے

مریضِ ہجر نے کیا کیا نہ شور و شر دیکھا
حضور کے سرِ پُر خوں کو نیزے پر دیکھا
ہجومِ عام حرم کے اِدھر اُدھر دیکھا
اسیروں کو سرِ بازار ننگے سر دیکھا
خرابے میں یہ مصیبت گزر گئی بابا
تمہاری لاڈلی گھٹ گھٹ کے مر گئی بابا

حرم جو قبرِ سکینہؑ پہ نوحہ گر آئے
ہجومِ یاس میں زنداں سے چھوٹ کر آئے
سرِ حسینؑ کو لے کر وہ ننگے سر آئے
ندا یہ دی کہ سکینہؑ اُٹھو پدر آئے
امامِؑ پاک کے سر کی بلائیں لو بی بی
حسینؑ لینے کو خود آئے ہیں چلو بی بی

لحد پہ گرِ کے یہ چلّائی بانوئے ؑ نالاں
یہ بے نصیب بھی ملنے کو آئی ہے مِری جاں
چچا سے جو تمہیں کہنا ہو کہہ دو میں قرباں
کہ عمو جان سے ملنے کو جاتی ہے اَمّاں
سفر کا قصد ہے اصغرؑ کے غم میں مرتی ہوں
تمہاری قبر خدا کے سپرد کرتی ہوں

جب آفتوں کے گرفتار قید سے چھوٹے / نسیمؔ امروہویؒ

تجملؔ لکھنویؒ

تمؑ شفاعت جو کرو گے تو ملک پوچھیں گے
ہم بھی ہو جائیں کھڑے صف میں گنہگاروں کی؟

ثمرؔ ہوشنگ آبادیؒ

ہمیں کہہ آئے تھے یہ کاتبِ تقدیر سے ، پہلے
کوئی نعمت نہ لکھ دینا غمِ شبیرؑ سے پہلے

وطن میں جب حرمِ شاہِؑ نامدار آئے

وطن میں جب حرمِ شاہِؑ نامدار آئے
ملول و مضطر و بیتاب و بے قرار آئے
جنابِ عابدؑ بیمار اشکبار آئے
نبیؐ کی قبرِ مطہّر پہ سوگوار آئے
بکا سے روضۂ عالی وقار ہلنے لگا
فغاں وہ کی کہ نبیؐ کا مزار ہلنے لگا

کوئی پکاری کہ نانا فلک ستائی ہوں
میں شرم سے یہاں آنے میں تھرتھرائی ہوں
یہ نذر آپ کے روضے پہ لے کے آئی ہوں
کہ ابنِ شیرِ خدا کی سُنانی لائی ہوں
اخی کی لاش پہ میں کربلا میں رو آئی
تمہارے لال کو دشتِ بلا میں کھو آئی

کسی کا غل تھا کہ بازار میں گئی نانا
شُتر پہ بلوۂ کفار میں گئی نانا
غضب ہے مجلسِ مے خوار میں گئی نانا
یزیدِ نحس کے دربار میں گئی نانا
شقی کی بزم میں کیا کیا نہ شور و شر دیکھا
ہزار ناریوں نے مجھ کو ننگے سَر دیکھا

سفر میں قاسمؑ بے پَر بھی مرگئے صغراؑ
پھوپھی کے دونوں وہ دِلبر بھی مرگئے صغراؑ
مِرے جواں علی اکبرؑ بھی مرگئے صغراؑ
تمہارے ننھے برادر بھی مرگئے صغراؑ
نبیؐ کا لال بھی سب اقربا بھی قتل ہوئے
علیؑ کے شیر تمہارے چچا بھی قتل ہوئے

وطن میں جب حرمِ شاہِؑ نامدار آئے / نسیمؔ امروہویؒ

یثرِب سے کربلا کے مسافر قریب ہیں

یثرِب سے کربلا کے مسافر قریب ہیں
لُٹ کر پھرے وطن کو عجب غم نصیب ہیں
اِس حال سے حبیبؐ خدا کے حبیب ہیں
بے کس ہیں سوگوارِ امامؑ غریب ہیں
حضرتؑ کے بعد چین کی شکلیں بگڑ گئیں
شہزادیاں غضب کی تباہی میں پڑ گئیں

سب شہر میں عجیب تلاطم ہے جا بجا
صغراؑ کو فرطِ غم سے نہیں ہوشِ دست و پا
لیٹی ہوئی ہے صحن میں منہ پر لئے رِدا
سینے میں دل دھڑکنے لگا جب چلی ہوا
کہتی ہے خلق سے اِسی حسرت میں جائیں گے
کیوں دل کبھی ہمارے مسافر بھی آئیں گے

اُٹھی یہ کہہ کے عاشقِ سلطانِ نامدار
لیکن قدم قدم پہ گِری وہ نحیف و زار
بے اختیار ہنس کے یہ چِلّائی ایک بار
لو نانی میں تو جاتی ہوں تم گھر سے ہوشیار
سچ ہے سفر سے بادشہِ مشرقین آئے
لو تم پہ میں فدا مِرے بابا حسینؑ آئے

صغراؑ اِدھر سے پیٹتی پہنچی بچشمِ تَر ×
اُمّ البنینؑ بھی ہاتھوں سے تھامے ہوئے جگر
پوچھا کدھر ہیں خواہرِؑ سلطانِ بحر و بَر
فضہؓ نے بڑھ کے حضرتِ زینبؑ کو دی خبر
زوجہ رسولِؐ پاک کی تشریف لائی ہیں
اُمّ البنینؑ بھی آئی ہیں صغراؑ بھی آئی ہیں

ماتم کی صف کے پاس جو پہنچی وہ نیک نام
رونے لگیں پکار کے سیدانیاں تمام
کلثومؑ بڑھ گئیں پئے تعظیم چند گام
اُٹھیں اک آہ کھینچ کے زینبؑ پئے سلام
گرِنے لگیں تو بازوئے فضہؓ پکڑ لیا
صغراؑ کو دیکھتے ہی کلیجہ پکڑ لیا

صغراؑ کے منہ کو دیکھ کے روتے تھے سب کے سب
بیمار لے کے نامِ پدر پیٹتی تھی جب
کہتی تھی مَل کے ہاتھ غضب ہو گیا غضب
بیٹی بہت اُداس ہے بابا بُلاؤ اب
رِقت ہوئی نہ ضبط کنیزوں سے ہٹ گئیں
صغراؑ سے اُٹھ کے حضرتِ زینبؑ سے لِپٹ گئیں

یثرِب سے کربلا کے مسافر قریب ہیں

(بشکریہ سوز خواں حضور برادران و ظہور برادران)

لکھا ہے چُھوٹ کے یثرِب میں جب حَرم آئے

لکھا ہے چُھوٹ کے یثرِب میں جب حرم آئے
سَروں کو پیٹتے باصد غم و الم آئے
بپا تھا غل حرمِ سیّدِ اُمم آئے
بیان کرتے تھے سجادؑ رو کے ہم آئے
تمام کنبے کو مقتل میں کھو کے آئے ہیں
بجائے تحفہ بہتر کے داغ لائے ہیں

مدینے والو ، ہمیں کربلا نے لُوٹ لیا
یتیم میں ہُوا بابا ہوئے شہیدِ جفا
ہوئے اسیرِ ستم ، اہلبیتؑ واویلا
[redacted]

گئے رسولؐ کے روضے پہ جس گھڑی سجادؑ
لپٹ کے قبرِ مبارک سے تب یہ کی فریاد
خبر ہے آپ کو بھی ہم پہ کیا ہوئی بیداد
کہ دوپہر میں ہُوا سارا گھر کا گھر برباد
تمہاری آلؑ پہ رنج و الم کثیر ہوئے
حسینؑ قتل ہوئے اور حرم اسیر ہوئے

چلے مکان کو روتے امامِ جنّ و بشر
تمام قافلہ تھا ساتھ ساتھ نوحہ گر
وفورِ غم ہُوا دیکھا جو خانۂ سرورؑ
اُداسی چھائی ہے خاک اُڑ رہی ہے ڈیوڑھی پر
یہ غیر حال ہوا غم سے جان کھونے لگے
امامؑ دیکھ کے سنسان گھر کو رونے لگے

غرض اتر چکے ناقوں سے جبکہ اہلِ حرم
بچھائی ہی بیوں نے گھر میں تب صفِ ماتم
کہا یہ فاطمہ صغراؑ نے کیوں نہ ہو مجھے غم
ملی نہ آکے سکینہؑ بھی مجھ سے ہائے ستم
پکاری بانوؑ وہ جی سے گزر گئی صغراؑ
سکینہؑ شام کے زنداں میں مر گئی صغراؑ

خصوص حضرتِ زینبؑ کی تھی عجب حالت
کبھی نہ پیٹنے رونے سے ہوتی تھی فرصت
غذا بھی ترک ہوئی طاق ہوگئی طاقت
کسی سے ملتی نہ تھیں آپ غم کی تھی شدت
یہی تھا وردِ زباں تم کدھر گئے بھائی
میں آہ جیتی رہی اور مر گئے بھائی

لکھا ہے چھوٹ کے یثرب میں جب حرم آئے

مالکِ سلطنتِ کوفہ جو مختارؑ ہوئے

مالکِ سلطنتِ کوفہ جو مختارؑ ہوئے
انتقامِ شہدا لینے کو تیار ہوئے
جتنے قاتل تھے شہِؑ دیں کے گرفتار ہوئے
مومنوں سے جو لڑے کوفی وہ فِی النّار ہوئے
اُس نے چُن چُن کے ہر اک بانیٔ شر کو مارا
خولیٔ و شمر و سِناں اور عُمر کو مارا

ایک دن کوفے کے بازار میں یہ شور ہُوا
ہوگئی سیدِ سجادؑ کی مقبول دعا
حرملہ قید ہوا شکرِ خداوندِ عُلٰی
لائے مختارؑ کے آگے جو اُسے اہلِ وفا
پوچھا کیوں عرشِ معلّٰی کو ہِلایا ظالم
تیر معصوم کو کیوں تُو نے لگایا ظالم

جو ستم تو نے کیے اُن کا مجھے حال سُنا
ہاتھوں کو جوڑ کے یہ اُس ستم آراء نے کہا
تیر چھے تھے مِرے تَرکش میں وطن سے جو چلا
تین تیروں نے تو کی رَن میں نشانے سے خطا
ہوں مُقِر آلِ ؑ پیمبرؐ کو رُلایا میں نے
تین تیروں کو نشانے پہ لگایا میں نے

ایک تو مشک کو جب لے کے علمدار چلا
صورتِ شیر ، سُوئے سیدِؑ ابرار چلا
مشک کو دانتوں میں پکڑے ہوئے جرار چلا
کٹ گئے شانے جو تلوار کا اک وار چلا
میری بیداد سے بچوں نے نہ پایا پانی
تیر اک مار کے سب میں نے بہایا پانی

دوسرے تیر کا اب حال میں کرتا ہوں بیاں
لائے اصغرؑ کو جو میدان میں شاہِؑ دو جہاں
اِس قدر پیاس کی شدت تھی کہ اینٹھی تھی زباں
اُس کو ہاتھوں پہ اُٹھا کر یہ کیا شہؑ نے بیاں
تم کو خوفِ غضبِ خالقِ قہّار نہیں
میں خطاوار ہوں بچّہ تو خطاوار نہیں

گر یقین آئے گا اُن کو کہ ہو تم تشنہ دہاں
رحم شاید اُنہیں آجائے یہ ہے مجھ کو گماں
جس گھڑی رو کے یہ بچّے سے کیا شہؑ نے بیاں
سب نے دیکھا کہ نکالی علی اصغرؑ نے زباں
جتنے سَردار تھے منہ اشکوں سے سب دھونے لگے
فوج میں جتنے سپاہی تھے وہ سب رونے لگے

جب بنِ سعد نے لشکر میں تلاطم دیکھا
آیا گھبرایا ہُوا پاس مِرے اور یہ کہا
جلد کر کام تمام اِس کا ، نہ کر دیر ذرا
میں نے اک تیرِ سہ پہلو جو اُدھر کو پھینکا
میرے اک تیر نے دونوں کو برابر توڑا
بازوئے شاہؑ ، گلوئے علی اصغرؑ توڑا

جب گلوئے علی اصغرؑ پہ پڑا میرا تیر
گرِ پڑا شاہؑ کے ہاتھوں سے یہ تڑپا بے شیر
دیکھ کر چرخ کو کس یاس سے روئے شبیرؑ
اور رو کر کہا حضرت نے کہ اے ربِ قدیر
نوجوانوں کا تو فدیہ ہُوا اکبرؑ میرا
شیعوں کے بچّوں پہ قربان ہے اصغرؑ میرا

مالکِ سلطنتِ کوفہ جو مختارؑ ہوئے

حسینؑ ، سبطِ رسولِؐ زمن ، سلامُ علیک

حسینؑ ، سبطِ رسولِؐ زمن ، سلامُ علیک
حسینؑ ، دلبرِ خیبر شکنؑ ، سلامُ علیک
مِرے امام غریبُ الوطن ، سلامُ علیک
شہید و بے لحد و بے کفن ، سلامُ علیک
ادا یہ آخری خدمت کرو عزادارو
نبیؐ کے لال کو رخصت کرو عزادارو

حسینؑ آج تمہیں کائنات روتی ہے
تمہاری تشنہ لبی پر فُرات روتی ہے
سحَر کا چاک گریباں ہے رات روتی ہے
تمہاری موت پہ اب تک حیات روتی ہے
تمہارے غم میں زمانہ اداس ہے مولاؑ
ہر ایک تعزیہ خانہ اُداس ہے مولاؑ

حسینؑ تم ہو زمانے میں فاتحِ اعظم
تمہی نے دینِ پیمبرؐ کیا ہے مستحکم
تمہاری ذات ہوئی وجہِ خِلقتِ آدمؑ
نہ ہوتے تم تو نہ ہوتا کوئی خدا کی قسم
سلام تم پہ تمہارے وفا شِعاروں پر
سلام خون میں ڈوبے ہوئے ستاروں پر

سلام اُن پہ جو زورِ عمل دِکھا کے گئے
دلِ یزید کی سب حسرتیں مِٹا کے گئے
اجل کے سامنے مقتل میں مسکرا کے گئے
وہ خود تو سوگئے دنیا مگر جگا کے گئے
اندھیری رات میں سینوں کے داغ روشن تھے
پڑی تھیں خاک پہ لاشیں چراغ روشن تھے

لُٹی علیؑ کے چمن کی بہار مقتل میں
زمیں تھی خون سے سب لالہ زار مقتل میں
کسی کا دل تھا سِناں سے فگار مقتل میں
اَجل نے چھین لیا شِیر خوار مقتل میں
سلام کشتیٔ امت بچانے والوں پر
سلام سبطِ پیمبرؐ کے نونہالوں پر

سلام اُس پہ کہ جس کے تھے شیر کے تیور
زمانہ جس کو سمجھتا تھا ثانیٔ حیدرؑ
دِکھا دیا یہ سکینہؑ کی مشک کو بھر کر
کہ حشر تک مِرا قبضہ رہے گا دریا پر
حسینؑ آئے تو بھائی کی لاش کو دیکھا
قریبِ نہر ، تنِ پاش پاش کو دیکھا

یتیم و بے کس و قاسمؑ بنِ حسنؑ پہ سلام
لباسِ عَقد جو پہنا تھا اُس کفن پہ سلام
قریب ، لاش پہ روتی ہوئی دلہن پہ سلام
جہاں بُلند تھے نالے اُس انجمن پہ سلام
خزاں کے رنگ میں ڈوبی ہوئی بہاریں ہیں
کہ جس کے سہرے کی لڑیاں لہو کی دَھاریں ہیں

پسِ حسینؑ حرم اشک تک بہا نہ سکے
جو آگ خیموں میں بھڑکی تھی وہ بجھا نہ سکے
کِسی کو بہرِ مدد دشت میں بُلا نہ سکے
لُٹا کے گھر کو بھی اپنے وطن میں جا نہ سکے
سلام اُن پہ کہ چہروں پہ جن کے گیسو تھے
سلام اُن پہ کہ جن کے رَسن میں بازو تھے

حسینؑ ، سبطِ رسولِ زمن ، سلامُ علیک

وا حسرتا کہ شاہؑ کا ماتم ہُوا تمام

وا حسرتا کہ شاہؑ کا ماتم ہُوا تمام
آئی خزاں بہار کا موسم ہُوا تمام
جس کی خوشی دِلوں کو تھی وہ غم ہُوا تمام
سَر پیٹو مومنو کہ محرم ہُوا تمام
آئی اگر اَجل تو یہ ماتم یہ غم کہاں
یہ مجلسیں تو حشر تلک ہیں پہ ہم کہاں

کل ہوں گی مجلسیں نہ یہ شیون نہ یہ فغاں
سُنسان ہوں گے تعزیہ داری کے سب مکاں
عشرہ ہُوا تمام چلے شاہِؑ اِنس و جاں
رخصت طلب ہے تم سے تمہارا یہ میہماں
رخصت کرو عَلَم سے لپٹ کر حسینؑ کو
یاؤ گے کل نہ فاطمہؑ کے نورِ عین کو

اے بے دیار و بے سَر و سامان الوداع
اے شیعیانِ "پاک" کے مہمان الوداع
اے دو جہاں کے سیّد و سلطان الوداع
اے بنتِ مصطفیٰؐ کے دِل و جان الوداع
آہ و بکا سے ہم کبھی غافل نہ ہوئیں گے
جب تک جئیں گے آپ کی غُربت پہ روئیں گے

رو کر کہو کہ اے شہِؑ ذی جاہ الوداع
بے کس حسینؑ کُل کے شہنشاہ الوداع
دِیں کے چراغ ، فاطمہؑ کے ماہ الوداع
اے امتِ نبیؐ کے ہَوا خواہ الوداع
مولا اجل کے ہاتھ سے مہلت جو پائیں گے
پھر اگلے سال بزم میں رونے کو آئیں گے

اے نورِ چشمِ احمدِؐ مختار الوداع
اے یادگارِ حیدرِؑ کرار الوداع
اے سیّدہؑ بتول کے دِلدار الوداع
اے امتِ رسولؐ کے غمخوار الوداع

آدابِ تعزیت نہ ادا ہم سے ہو سکے
حسرت رہی کہ ہائے نہ جی بھر کے رو سکے

وا حسرتا کہ شاہؑ کا ماتم ہُوا تمام / میر وحیدؒ

(بشکریہ سوز خواں منظر زیدی و صاحبزادگان ، سہیل و نوید)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

جاویدؔ منظر

کربلا حق و صداقت کا صلہ دیتی ہے
جو بھٹکتے ہیں اُنہیں راہ دکھا دیتی ہے
ہم گدائے درِ اولادِ علیؑ ہیں منظرؔ
یہ گدائی ہمیں ہر دکھ کی دوا دیتی ہے

(بشکریہ سوز خوان وخطیب کاشف حسین زیدی واظہر رضا برادران)

ہاں دوستو کمی ہو نہ اب شور و شین میں

ہاں دوستو کمی ہو نہ اب شور و شین میں
زینبؑ بھی ہیں عزائے شہِؑ مشرقین میں
پھٹ جائیں دل وہ درد ہے دُکھیا کے بَین میں
لو فاطمہؑ بھی آگئیں بزمِ حسینؑ میں
چہرے پہ خاک ، بال پریشاں کئے ہوئے
گودی میں ایک ننھا سا لاشہ لئے ہوئے

گویا یہ کہہ رہی ہیں بتولِؑ فلک مقام
اے بے وطن کے تعزیہ دارو ، مِرا سلام
مطلب یہ ہے کہ آج مجالس ہوئیں تمام
رخصت طلب ہیں اہلِ عزا ، مادرِؑ امام
دل پَر ہجوم ہے غم و رنج و ملال کا
پُرسہ بتولِؑ پاک کو دو اُن کے لال کا

رو لو کہ اب یہ تذکرۂ غم بھی ختم ہے
فصلِ عزائے سَرورؑ عالَم بھی ختم ہے
ماتم کرو کہ آج یہ ماتم بھی ختم ہے
مجلس بھی ، مرثیہ بھی ، مَحرم بھی ختم ہے
حیدرؑ بھی سب کے ساتھ میں آنسو بہاتے ہیں
ہاں اب حسینؑ تعزیہ خانے سے جاتے ہیں

اے رونے والو ، آنکھوں سے دریائے خوں بہاؤ
ماتم کرو حسینؑ کا اور سَر پہ خاک اُڑاؤ
فرشِ عزا لپیٹ کے رکھو عَلَم بڑھاؤ
دس دن کا میہمان چلا تعزیئے اُٹھاؤ
اشکوں کو نذر دے کے امامِؑ اَنام کو
رخصت کرو حسین علیہ السلام کو

رو کر کہو کہ اے شہِؑ ابرار ، الوداع
اے کاروانِ درد کے سالار ، الوداع
اے امتِ رسولؐ کے غمخوار ، الوداع
کڑیل جواں پسر کے عزادار ، الوداع
کیا جانے اگلے سال جئیں گے ، مرَیں گے ہم
پَر قبر میں بھی تعزیہ داری کریں گے ہم

اے بے دیار و بے سرو سامان ، الوداع
اے امتِ رسولؐ کے مہمان ، الوداع
حیدرؑ کی روح ، فاطمہؑ کی جان ، الوداع
اے مصطفیٰؐ کی گود کے قرآن ، الوداع
عشرے کے ختم ہوتے ہی ہم سے بچھڑ گئے
مولاؑ تمہارے تعزیہ خانے اُجڑ گئے

ماں کا جو سایہ فاطمہؑ کے سَر سے اُٹھ گیا

ماں کا جو سایہ فاطمہؑ کے سَر سے اُٹھ گیا
آرام ، چین اُس کے مقدر سے اُٹھ گیا
ماحول جو خوشی کا تھا وہ گھر سے اُٹھ گیا
گویا قرار ، بیتِ پیمبرؐ سے اُٹھ گیا
ماں فاطمہؑ کو چاہنے والی جو مرگئی
صدمے اُٹھا اُٹھا کے خدیجہؑ گزر گئی

تھی عُمر فاطمہؑ کی بہت کم ،بہت ہی کم
سِن چار سال کا تھا کہ ٹُوٹا یہ کوہِ غم
کہتی تھی اپنے باپ سے رو کر یہ دَم بَدم
کہیئے بچھڑ کے اَمّاں سے کیسے جیئں گے ہم
صبر و قرار سے ہمیں محروم کر گئیں
زندہ رہیں گے کیسے کہ اماں تو مر گئیں

ہونے لگی نڈھال جو غم سے وہ دل ملول
ہاتھ اُس کے سر پہ پھیر کے کہنے لگے رسولؐ
منجانبِ خدا ہے یہ صدمہ کرو قبول
اِس غم پہ صبر کرنا بھی اِس غم کا ہے اُصول
ہر صدمۂ عظیم پہ آنسو بہانے ہیں
دنیا میں تم کو اور بہت غم اُٹھانے ہیں

تم کو خبر نہیں ہے کہ کمسن ہو تم ابھی
کیسے بغیر ماں کے گزرتی ہے زندگی
ہمدرد و غمگسار بھی ہوتا نہیں کوئی
ہر موڑ پر ستاتی ہے رہ رہ کے بے کسی
جب زندگی میں رنج و اَلم یاد آتے ہیں
ہر اک قدم پر ماں کے کرم یاد آتے ہیں

طے ہوچکا جو غسل و کفن کا بھی مرحلہ
تیار ہوگیا جو جنازہ خدیجہؑ کا
بیٹی نے ماں کا آخری دیدار کرلیا
زہراؑ کا غم ، رسولؐ سے دیکھا نہ جاسکا
فرطِ الم سے زہراؑ کی حالت بگڑ گئی
اِس کمسنی میں ماں سے یہ بچی بچھڑ گئی
ماں کا جو سایہ فاطمہؑ کے سر سے اُٹھ گیا / شاداںؔ دہلوی

علیؑ کی شمشیر / سیّد عارفؔ امام

واقفِ شانِ امامت ہے علیؑ کی شمشیر
کاشفِ سرِّ ہلاکت ہے علیؑ کی شمشیر
قاطعِ رسمِ جہالت ہے علیؑ کی شمشیر
بس عدالت ہی عدالت ہے علیؑ کی شمشیر
نسَب و نام کی گتھی کو یہ سلجھاتی ہے
صُلب میں اِس کی نظر دور تلک جاتی ہے

آیا بہت قریب نبیؐ کا دمِ وصال

آیا بہت قریب نبیؐ کا دَمِ وِصال
شدت سے تپ کی اب مرے مولاؑ کا ہے یہ حال
جلتا ہے جسم ضعف و نقاہت بھی ہے کمال
پیہم مرض کا ہے یہ اشارہ بصد ملال
رخصت ہیں اب جہان سے بابائے فاطمہؑ
ہم بھی شریکِ غم ہیں ترے ہائے فاطمہؑ

بیٹی کے تھے یہ بَین کہ بابا کدھر گئے
معراج کو سِدھارے کہ خالق کے گھر گئے
جنت بسائی اور مجھے برباد کرگئے
آؤ حسنؑ حسینؑ ، کہ نانا گزر گئے
گردش کا رُخ غضب ہے مری سَمت پھر پڑا
دوڑو مدینے والو فلک مجھ پہ گرِ پڑا

اے میرے فاقہ کش مِرے نادار بابا جاں
بیواؤں بے کسوں کے مددگار بابا جاں
ہے ہے اُجڑ گئی مِری سَرکار بابا جاں
بچے تڑپ رہے ہیں کرو پیار بابا جاں
بابا مِرے حسنؑ کو گلے سے لگایئے
بابا حسینؑ روتا ہے اُٹھ کر منایئے

کھا کر پچھاڑیں روتی تھیں بی بی جو زار زار
پیہم صدا یہ آتی تھی کانوں میں بار بار
زہراؑ مِرے کلیجے کے ٹکڑے ، تِرے نثار
نانا کے دونوں راج دُلاروں سے ہوشیار
میرے حسنؑ حسینؑ کی شادی رَچایئو
سہرے بندھیں تو میری بھی تربت پہ لایئو

آیا بہت قریب نبیؐ کا دمِ وصال / نسیم امروہویؒ

بیمار جب کہ احمدِ مختار ہوگئے

بیمار جب کہ احمدِ مختارؐ ہوگئے
دشمن زیادہ درپئے آزار ہوگئے
زہرِ ستم سے موت کے آثار ہوگئے
صدمے اُٹھا کے جینے سے بے زار ہوگئے
غُل تھا جہاں سے نائبِ داور کا کوچ ہے
افسوس سُوئے خُلد ، پیمبرؐ کا کوچ ہے

شفقت سے فاطمہؑ کو بُلایا رسولؐ نے
سمجھا کے اپنے پاس بٹھایا رسولؐ نے
جب دامنِ بتولؑ کو پایا رسولؐ نے
بستر کے بدلے اُس کو بچھایا رسولؐ نے
سَر رکھ کے اپنا زانوئے دختر پہ سوگئے
راوی کا ہے یہ قول کہ بے ہوش ہوگئے

ہوش آیا تو بُلایا حسنؑ اور حسینؑ کو
لِپٹایا اپنے سینے سے ہر نورِ عین کو
نانا کے غم میں کھویا نواسوں نے چین کو
رو رو کے یہ سُنایا شہِؐ مشرقین کو
افسوس آج داغِ جدائی دِکھاؤ گے
سنتے ہیں ہم یہ سب سے، ہمیں چھوڑ جاؤ گے

سَر پیٹ پیٹ رونے لگی ہائے فاطمہؑ
بولی کہ کس طرح نہ اَلم کھائے فاطمہؑ
جو حالِ دل ہے کس سے وہ دُہرائے فاطمہؑ
افسوس اپنے باپ سے چُھٹ جائے فاطمہؑ
اِس غم سے آس ٹوٹ گئی دل ملول کی
آفت میں مبتلا ہوئی بیٹی رسولؐ کی

بیمار جب کہ احمدِ مختار ہوگئے

رو رو حسنؑ حسینؑ یہ کہتے تھے بار بار
اب کون زانوؤں پہ بٹھا کر کرے گا پیار
نانا گلے لگاؤ نواسے ہیں بے قرار
رونے جنہیں نہ دیتے تھے اب ہیں وہ اشک بار
کیا کیا غم و ملال نہ گھر دل میں کر گئے
جو ناز اٹھانے والے ہمارے تھے ، مر گئے

رونے سے اہلبیتؑ کے تھا حشر آشکار
دل وا محمدؐا کی صدا سے ہوئے فگار
گھر میں تو سب عزیزِ پیمبرؐ تھے اشک بار
دروازے پر کھڑے ہوئے روتے تھے جاں نثار
سینے بھرے تھے رنج سے ، ماتم کو ہاتھ تھے
جبریلؑ اشک بار فرشتوں کے ساتھ تھے

محشر بپا کیا جو صغیر و کبیر نے
سمجھایا ضبط کرکے جنابِ امیرؑ نے
تدبیرِ غسلِ شاہِؑ اُمم کی ، وزیر نے
نہلایا اُن کو عاشقِ ربِ قدیر نے
گو حال غم سے غیر تھا زوجِؑ بتولؑ کا
کفنا کے خود جنازہ اُٹھایا رسولؐ کا

بیمار جب کہ احمدِؐ مختار ہوگئے

التماسِ فاتحہ برائے سیّد رضا زیدی (والدِ امتیاز رضا / بوترابؑ اسکاؤٹس)

اقبالؔ کاظمی

شبیرؑ کے عَلَم کو عباسؑ نے اُٹھایا
عباسؑ کے عَلَم کو دنیا اُٹھا رہی ہے

اعجازؔ اسلم

صدقِ دل سے آگیا جو بھی درِ شبیرؑ پر
ہم بھی اُس کے ہوگئے وہ بھی ہمارا ہوگیا

(بشکریہ سوز خواں پیر سیّد مظہر حسین شاہ جلالی قلندری)

اے اُمّتیو رؤو کہ یہ فصلِ عزا ہے

اے اُمّتیو روؤ کہ یہ فصلِ عزا ہے
اِس ماہِ صفر میں سفرِ خیرؑ ورا ہے
سادات میں فریاد ہے شیون ہے بکا ہے
عاشورِ محرم سے فزوں حشر بپا ہے
اک اور قیامت بھی اِسی روز ہوئی ہے
شبرؑ کی شہادت بھی اِسی روز ہوئی ہے

اِس چاند نے دو داغ دیئے آلِؑ عبا کو
شبرؑ کو کبھی روؤ کبھی خیرؑ ورا کو
سادات کو راحت ہے نہ اصحابِؓ صفا کو
زہراؑ کو نہ تسکین نہ ضرغامِ خدا کو
رُخ زرد ہے محبوبِ الٰہی کو یہ تپ ہے
خورشید کی حِدت ہے تو بجلی کی تڑپ ہے

وہ نزع کے آثار وہ کونین کا ہادیؐ
اِس دھیان میں بیتاب شہِؐ دیں کی خوزادی
بچّوں کا ابھی بیاہ نہ دیکھا ہے نہ شادی
ناگاہ کسی نے دَرِ دولت پہ ندا دی
یا ختمِ رُسلؐ آپ پہ تسلیمِ خدا ہو
مجرے کے لئے آؤں جو حضرتؐ کی رِضا ہو

زہراؑ نے کہا حیف ہے اے بندۂ غفار ✕
کیسا تُو بشر ہے کہ مُروّت نہیں زِنہار
حضرتؐ کا یہ عالم ہے ، تجھے عجلتِ دِیدار
تب یوں وہ پکارا کہ مکاں ہلِ گیا اک بار
بولا نہ گیا دخترؑ محبوبِؐ خدا سے
خود ختمِ رُسُلؐ چونک پڑے اُس کی صدا سے

بولے مِری دلدار ، خدا حافظ و ناصر
اے باپ کی غم خوار ، خدا حافظ و ناصر
اے دخترِ ناچار ، خدا حافظ و ناصر
رُخصت ہے یہ بیمار ، خدا حافظ و ناصر
کیا صابر و شاکر ہے خدا تجھ کو جزا دے
اے باپ کی شیدا اِسے آنے کی رِضا دے

پھر شہؑ نے کئی بار کہا شکر خدایا
آخر ملکُ الموت کو نزدیک بُلایا
قدسی نے جو گلدستۂ فردوس سنگھایا
پھر دخترِ ناشاد نے دَم تَن میں نہ پایا
سَر پیٹ کے چِلّائیں کہ فریاد خدا کی
میں لُٹ گئی لوگو مِرے بابا نے قضا کی
اے اُمّتیو رؤو کہ یہ فصلِ عزا ہے

(بشکریہ سلام و نوحہ و سوز خواں رضی رضوی)

تھا یاد میں نبیؐ کی جو زہراؑ کا غیر حال

تھا یاد میں نبیؐ کی جو زہراؑ کا غیر حال
آنکھوں میں اُٹھتے بیٹھتے آنسو تھے دل نڈھال
حیدرؑ شریکِ غم تھے اور اطفالِ خورد سال
اِن کے سِوا کسی کو نہ تھا اُن کا کچھ خیال
روتی تھیں سَر پٹک کے مزارِ رسولؐ پر
ٹوٹی تھی اک قیامتِ کبریٰ بتولؑ پر

نوحہ پڑھا جو یاد میں بابا کی صبح و شام
لائے علیؑ کے پاس شکایت یہ خاص و عام
روتی ہیں رات دن جو بتولِؑ فلک مقام
دِن بھر کے کام رات کی نیندیں ہوئیں حرام
کتنے ہی اِس سے بڑھ کے بھی مغموم ہوتے ہیں
مرَتے ہیں سب کے باپ کہیں یوں بھی روتے ہیں

سُن کر مدینے والوں کا یہ دل شکن پیام
تھے صابر و حلیم مگر رو دیے امامؑ
جاکر حرم سَرا میں سُنائے جو یہ کلام
اک آہ بھر کے رہ گئیں بنتِ شہِؑ انام
اتنا کہا حضورؑ کچھ اُن کے کبھی نہ تھے
میرے ہی باپ تھے وہ کسی کے نبیؐ نہ تھے

جاکر یہ اُن سے کہیے کہ زہراؑ ہے غم نصیب
رونے سے روکتے ہو، نہ روئے گی یہ غریب
وہ چل بسا جو تھا مِرے ہر درد کا طبیب
تم گھر نہ چھوڑو میری ہی رخصت ہے اب قریب
رونا ہے ناگوار تو ، نکل جاؤں گی کہیں
بچّوں کو لے کے شب میں نکل جاؤں گی کہیں

اِس گفتگو کے بعد یہ معمول ہو گیا
تا شام گھر میں رہنے لگیں بنتِ مصطفیٰؐ
روئیں یہاں ضرور مگر گھونٹ کر گلا
پڑھ کر عشا بقیعہ میں آئیں بصد بکا
ماتم بھی ساری رات کیا اور بَین بھی
سب روئے بیٹیاں بھی حسنؑ بھی حسینؑ بھی

واپس گئیں جو گھر تو ہوئیں صاحبِ فراش
اُبھرے تصورات و خیالاتِ دلخراش
رحلت کروں گی میں تو جب اُٹھے گی میری لاش
بچوں کے ننھے ننھے جگر ہوں گے پاش پاش
سب بیٹیاں بھی بیٹے بھی آنسو بہائیں گے
بکھرائیں گی وہ بال تو یہ خاک اُڑائیں گے

بعد از دعا جو خطِ وصیت رقم کیا
رُک رُک کے ہر مقام پہ بی بی نے کی بکا
طے کر کے پھر مصلّے پہ اُس خط کو رکھ دیا
یٰسین پڑھ کے لیٹ گئیں اور کی قضا

فضہؑ تڑپ کے روئی کہ بی بی گزر گئیں
بچّوں کو پالنے بھی نہ پائیں کہ مر گئیں

سب گھر میں آگئے یہ سُنا جبکہ شور و شین
تڑپیں زمیں پہ زینبؑ و کلثومؑ کر کے بَین
رو رو کے ماں کی لاش سے لپٹے حسنؑ حسینؑ
مسجد سے آئے بال بکھیرے شہِؑ حنین

غل پڑ گیا کہ ہائے مدینہ اُجڑ گیا
احمدؐ کے اہلِ بیت میں کہرام پڑ گیا

تھا یاد میں نبیؐ کی جو زہراؑ کا غیر حال / نسیمؔ امروہویؒ

بابا کو روتے روتے جو زہراؑ گزر گئی

بابا کو روتے روتے جو زہراؑ گزر گئی
غل پڑ گیا کہ بنتِ نبیؐ کوچ کر گئی
فاقوں کے رنج سہہ کے حضورِ پدر گئی
محبوبۂ کبریا کی عزادار مر گئی

اٹھارویں برس نے یہ آفت دِکھائی ہے
آلِ نبیؐ کو چرخ نے لوٹا دُہائی ہے

سبطینؑ گھر میں آئے جو بیتاب و بے قرار
اسماءؓ سے پوچھنے لگے اماں کا حالِ زار
وہ بولی نیند آگئی ہے شکرِ کردگار
کھانا تو جلد کھالو کہ بھوکے ہو ، میں نثار

بولے کہ چین دے گا زمانہ تو کھائینگے
اَمّاں ہمیں کھلائیں گی کھانا تو کھائینگے

یہ سُن کے بے قرار ہوئی وہ جگر فگار
چادر زمیں پہ پھینک کے چِلّائی بار بار
بچّے ہیں اِن کو صبر دے اے میرے کردگار
اب وہ کھلانے والی کہاں تم پہ میں نثار
پیارو تمہاری پالنے والی گزر گئی
کھاؤ گے کس کے ہاتھ سے اماں تو مر گئی

شیرِ خدا تھے مضطر و مغموم اک طرف
سَر پیٹتی تھیں زینبؑ و کلثومؑ اک طرف
پکڑے تھے دل کو سیدِ مَسمُوم اک طرف
بِسمل تھے خاک پر شہِ مظلوم اک طرف
حیدرؑ قریب آئے تو اک خط نظر پڑا
تڑپے کچھ اِس طرح کہ عمامہ اُتر پڑا

لکھا تھا یہ کہ آخری مجرا قبول ہو
یا شاہؑ ، تم وصیؑ جنابِ رسولؐ ہو
صدقہ حضور کا ، مِرا مقصد حصول ہو
منہ سے نہ کہہ سکی کہ حزین و ملول ہو
میری وصیتیں نہ فراموش کیجیو
اوّل یہ ہے کہ آپ مجھے غسل دیجیو

دوئم یہ ہے کہ شب میں جنازہ اُٹھائیو
مُردے کا سایہ بھی نہ کسی کو دِکھائیو
یاں تک کہ قبر بھی نہ کسی کو بتائیو
سَو سَو جگہ نشان لحد کا بنائیو
سوئم یہ ہے کہ پاس یتیموں کا کیجیو
شفقت سے بولیو کبھی گھُڑکی نہ دیجیو

تحریر کا یہ پاس کیا بوترابؑ نے
زہراؑ کو شب میں دفن کیا دل کباب نے
غیروں سے قبر کو بھی چھُپایا جناب نے
پَر کیا عوض لیا فلکِ بے حجاب نے

یوں زینبؑ حزیں سے جہاں کی نظر پھری
مادر تو شب کو دفن ہو ، وہ ننگے سَر ، پھری

بابا کو روتے روتے جو زہراؑ گزر گئی

☆☆☆☆☆

آصفؔ عابدی

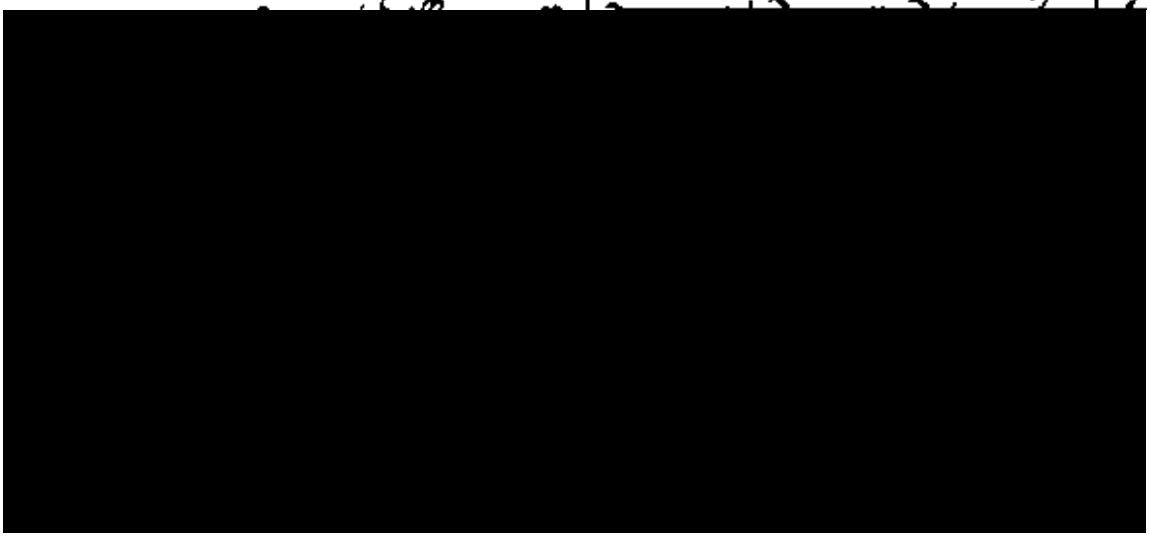

جب خَلق سے وقتِ سفرِ فاطمہؑ آیا

جب خَلق سے وقتِ سفرِ فاطمہؑ آیا
تب زینبؑ و شبیرؑ کو پاس اپنے بُلایا
روئیں بہت اور بیٹی کو سینے سے لگایا
زینبؑ کے دِیا ہاتھ میں ہاتھ اور یہ سُنایا
اے زینبِؑ بے کس مِری دولت سے خبردار
محبوبِؐ الٰہی کی امانت سے خبردار

بیٹی اِسے زہراؑ نے بڑے دُکھ سے ہے پالا
یہ روح مِرے جسم کی ہے گیسوؤں والا
سمجھی اِسے آنکھوں کی ضیا گھر کا اُجالا
حجرے سے کبھی گرم ہَوا میں نہ نکالا
سوئی ہوں تو پہلے اِسے سینے پہ سُلا کر
چکی بھی جو پیسی ہے تو گودی میں لِٹا کر

اے لاڈلی اِس لال کا دشمن ہے زمانہ
شبیرؑ کو میرے نظرِ بد سے بچانا
تکلیف بھی سہہ لیجیو ایذا بھی اُٹھانا
صدقے گئی مادر کی وصیت نہ بُھلانا
ہر رنج میں اِس بھائی کے کام آئیو زینبؑ
جائے یہ جدھر ساتھ چلی جائیو زینبؑ

جب خَلق سے وقتِ سفرِ فاطمہؑ آیا

پھر روئیں بہت مل کے گلے بیٹوں سے زہراؑ
فرمایا تمہیں دولہا بنے آہ نہ دیکھا
فضہؓ سے کہا قبرِ نبیؐ پر اِنہیں لے جا
روئیں نہ مِرے سامنے یہ اِن کو تُو بہلا
اے فضہؓ کبھی رنج اِنہیں ہونے نہ دینا
پیاروں کو مِری لاش پہ بھی رونے نہ دینا

یہ کہہ کے کیا بند دَرِ حجرۂ اطہر
سب خورد و کلاں رونے لگے آن کے باہر
آواز سنی کلمۂ طیّب کی مکرر
پھر کچھ نہ صدا آئی کہا سب نے یہ رو کر
لو اُٹھ گئی دنیا سے نشانی بھی نبیؐ کی
رحلت ہوئی پھر آج رسولِؐ مدَنی کی

جب خَلق سے وقتِ سفرِ فاطمہؑ آیا/میر انیسؒ

(بشکریہ سوز خواں سیّد وجاہت حسین/کوئٹہ)

سیّد تہورؔ علی جعفری امروہویؒ

بنیادِ لا اِلٰہ بنی ہستیٔ امامؑ
ذاتِ حسینؑ پاک ہے اک مرجعِ انام
اسلام کی بقا کے لئے زندہ ہیں حسینؑ
دیتے رہیں گے تا بہ ابد امن کا پیام

(بشکریہ ڈاکٹر جعفری و شہنشاہ جعفری ایڈووکیٹ)

راوی بیان کرتا ہے زہراؑ کا ماجرا

راوی بیان کرتا ہے زہراؑ کا ماجرا
جب رفتہ رفتہ سیّدہؑ کا عارضہ بڑھا
پھر صاحبِ فراش ہوئی وا مصیبتا
طاقت رہی نہ جسمِ مبارک میں مطلقا
ایسا مرَض بڑھا کہ اَجَل سَر پہ آ گئی
اک روز مُردَنی رُخِ زہراؑ پہ چھا گئی

زینبؑ سرہانے بیٹھ کے کرنے لگی بکا
ہے ہے میں کیا کروں مِری اَمّاں کو کیا ہُوا
جُھک جُھک کے اضطراب سے دیتی تھی یہ صدا
لی مجھ سے نزع میں بھی نہ خدمت یہ کیا کیا
کیا جانے روح جسم سے کیوں کر نکل گئی
اماں تمہارے چہرے کی رنگت بدل گئی

اُٹھیئے بہنوں کو پاس بُلا کر بٹھایئے
کیا نوش کیجئے گا ، میں لاؤں بتایئے
بھائی گئے ہیں دیر سے اُن کو بُلایئے
رونے کو قبرِ احمدِؐ مرسَل پہ جایئے
ایسی بھی نیند ہوتی ہے بیدار ہویئے
گھر ہے اداس بیٹھیئے ہشیار ہویئے

شہزادے آئے اتنے میں با حالِ دردناک
دل ہوگیا حسینؑ کا صدمے سے چاک چاک
دوڑے حسنؑ ملے ہوئے اپنی جبیں پہ خاک
بولے علیؑ سے ہوگئے ، ہم جیتے جی ہلاک
جو قہر ہوگیا وہ کہیں کِس زبان سے
بابا چلو کہ اُٹھ گئیں اَمّاں جہان سے

راوی بیان کرتا ہے زہراؑ کا ماجرا

دنیا سے جب گزر گئیں زہراؑ جگر فگار

دنیا سے جب گزر گئیں زہراؑ جگر فگار
چلّائی سر کو پیٹ کے زینبؑ کہ میں نثار
بِن آپ کے ملے گا ہمیں کس طرح قرار
اب کون ہے ہمارا بجز شاہِؑ ذوالفقار
رنج و الم میں غم کی گھٹا دل پہ چھائی ہے
ہم لُٹ گئے رسولِؐ خدا کی دُہائی ہے

اتنے میں آئے پیٹتے سر کو حسنؑ حسینؑ
ماں سے لپٹ کے کہتے تھے دونوں بہ شور و شین
اَمّاں اُٹھاؤ سر کو کہ آئے ہیں نورِ عین
اے اَمّاں جان ہم کو نہیں ایک پَل بھی چَین
پہلے ہی ہم دُکھی ہیں نہ ہم کو رُلایئے
نانا کی طرح ہم کو نہ یوں چھوڑے جایئے

ماں سے لپٹ کے کرتے تھے حسنینؑ جب یہ بَین
ناگاہ آئے روتے ہُوئے شاہِؑ مشرقین
دیکھا کہ غش ہیں فاطمہؑ زہرا کے نورِ عین
دے کر دِلاسہ بچّوں کو بولے شہِؑ حُنین
پیارو نہ روؤ جان مِری نکلی جاتی ہے
سُن لو صدا بتولؑ کے رونے کی آتی ہے

زہراؑ کو غسل دے چکیں جب زینبِؑ حزیں
آکر کفن پہنانے لگے بادشاہِؑ دِیں
آئے حسنؑ حسینؑ بھی روتے ہُوئے قریں
ماں کے گلے لپٹ گئے دونوں وہ نازنیں
اعجاز سے بتولؑ نے دل کو سنبھال کر
لے لیں بلائیں ہاتھ کفن سے نکال کر
دنیا سے جب گزر گئیں زہراؑ جگر فگار

دنیا سے آج رحلتِ بنتِ رسولؐ ہے

دنیا سے آج رحلتِ بنتِ رسولؐ ہے
دستِ اَجل میں عصمتِ کبریٰ کا پھول ہے
قبرِ نبیؐ لرزتی ہے یثرِب ملول ہے
حسنینؑ و مرتضیٰؑ سے وداعِ بتولؑ ہے
پَٹّی سے لگ کے زینبؑ و کلثومؑ روتی ہیں
اِس کم سنی میں بچّیاں بے ماں کی ہوتی ہیں

زینبؑ کا حال یہ ہے کہ آنسو تو ہیں رواں
کلثومؑ کو بھی دیتی ہیں پیہم تسلیاں
فرما رہی ہیں چھوٹی بہن سے کہ میری جاں
رہتی نہیں جہاں میں ہمیشہ کسی کی ماں
بے بس تھیں ہم کو چھوڑ کے گریاں چلی گئیں
اللہ نے بُلا لیا اَمّاں چلی گئیں

زینبؑ کی بھولی باتوں پہ مضطر تھے مرتضیٰؑ
اسماؓ نے بچّیوں کو گلے سے لگالیا
چپکے کھڑے تھے لاش کی بالیں پہ مجتبیٰؑ
اور سَر رکھا تھا قدموں پہ ماں کے حسینؑ کا
سب رو رہے تھے دیکھ کے میّت بتولؑ کی
دنیا سے اُٹھ رہی تھی نشانی رسولؐ کی

میّت کے پاس بیٹھ کے بولے یہ مرتضیٰؑ
بچّو سنبھالو دل کو کہ یہ صبر کی ہے جا
اب اہتمام کرنا ہے میّت کے غسل کا
اسماؓ کے ساتھ صحن میں جاؤ پدر فدا
تعمیل ہو وصیتِ بنتِ رسولؐ کی
انجامِ دیں ہم آخری خدمت بتولؑ کی

اللہ کتنے ظلم ہوئے ہیں بتولؑ پر
تھرا رہا ہے کرب سے تاریخ کا جگر
روتے تڑپتے گزری ہے بی بی کی عمر بھر
محشر ہر ایک شب تھی قیامت ہر اک سحر
شہزادی کیسے زخموں کی تیرے دوا کروں
آنسو بہا رہے ہیں غلام آور کیا کروں

دنیا سے آج رحلتِ بنتِؑ رسولؐ ہے

اسیرؔ فیض آبادی

اسیرؔ پیروئ فخرِ مصطفیٰؐ ہے یہی
چراغِ علم جلاتے رہو علیؑ کی طرح

☆☆☆☆☆☆☆☆

مجلسِ غم میں کھڑی دیکھ رہی ہیں زہراؑ
کون آتا ہے مرے لال کو رونے کے لئے

زخمی ہوئے جو حیدرؑ صفدر نماز میں

زخمی ہوئے جو حیدرؑ صفدر نماز میں
شمشیرِ ظلم چل گئی سَر پر نماز میں
گُلگوں ہوئی جبینِ منور نماز میں
سَر تا قدم لہو سے ہوئے تَر نماز میں
صدمہ ہُوا یہ سُن کے صغیر و کبیر کو
زخمی کیا نماز میں کُل کے امیر کو

لو مومنو امامؑ کی رحلت قریب ہے
ہنگامِ حشر وقتِ قیامت قریب ہے
آقا کی ہم غلاموں سے رخصت قریب ہے
باغِ جہاں بعید ہے جنت قریب ہے
صدمے سے جنّ و انس و ملک جاں کھوئیں گے
آقا ہمارے مرگئے یہ کہہ کے روئیں گے

اُنیسویں سے آپ کا ماتم ہے یا علیؑ

اُنیسویں سے آپ کا ماتم ہے یا علیؑ
خوں ہوگئے دِلوں کا یہ عالَم ہے یا علیؑ
دفتر جہاں کا دَرہم و برہم ہے یا علیؑ
ماہِ صِیام ماہِ محرم ہے یا علیؑ
مولاؑ کی نذر کو گہرِ اشک لائے ہیں
یہ روزہ دار آپ کے پُرسے کو آئے ہیں

گھر میں خدا کے قتل ہُوا روزہ دار ، ہائے
ہے ہے امام ہائے شہِ ذوالفقار ، ہائے
اے رازدارِ حق ، شہِؑ طاعت گزار ، ہائے
مَولَد حرم میں ہے تو نجف میں مزار ، ہائے
یہ بندگی نثار جنابِ امیرؑ کے
نکلے تو مرَ کے گھر سے خدائے قدیر کے

لایا تھا زہر میں جو جفا جُو بجھا کے تیغ
مولاؑ گرے زمین پہ مسجد میں کھا کے تیغ
غل پڑگیا کہ سَر پہ لگی مرتضیٰؑ کے تیغ
کھائی خدا کے شیر نے گھر میں خدا کے تیغ

گہرا ہے زخم فرقِ امامِؑ حجاز پر
سَر سے ٹپک رہا ہے لہو جا نماز پر

شیرِ خدا جو ہاتھوں سے تھامے تھے اپنا سَر
خوں دونوں کہنیوں سے ٹپکتا تھا خاک پَر
بھاگا جو ابنِ ملجمِ بدخو ٔ و بد گُہر
پکڑا اُسے علیؑ کے محبّوں نے دوڑ کر

لائے جو ہاتھ باندھ کے مولاؑ کے سامنے
قاتل پہ مسکرا کے نظر کی امامؑ نے

فرمایا میں نے کونسی کی تھی تری خطا
پاداش نیکیوں کی جہاں میں یہی ہے کیا
کیا میں بُرا امام تھا اے بانیٔ جفا
رویا وہ سَر جُھکا کے تو مولاؑ نے یہ کہا
اِس درد میں بھی سب کے مرض کی دَوا ہوں میں
باندھو نہ اِس کے ہاتھ کہ مشکل کشا ہوں میں

لائے پسر جو گھر میں تو غش تھے امامِ پاک
کرتے تھے آہ آہ با آوازِ درد ناک
چہرہ لہو میں تَر تھا بھنوؤں تک جبینِ پاک
زہراؑ کی بیٹیوں نے اُڑائی سَروں پہ خاک
دیکھا جو سَر کا زخم جگر تھرتھرا گیا
عباسِؑ نامدار کی ماں کو غش آگیا
زخمی ہوئے جو حیدرِؑ صفدر نماز میں
اُنّیسویں سے آپ کا ماتم ہے یا علیؑ

اکیسویں کی رات قیامت کی رات تھی

اکیسویں کی رات قیامت کی رات تھی
سادات پر بلا کی مصیبت کی رات تھی
محشر کی صبح تھی کہ شہادت کی رات تھی
بیٹوں سے بو ترابؑ کی رخصت کی رات تھی
کہتے تھے دل دو نیم ہے ایسا خطر ہے آج
بے زادِ راہِ خلق سے اپنا سفر ہے آج

شبرؑ مرے یتیموں کو شفقت سے پالیو
تم اپنے نانا جان کے گھر کو سنبھالیو
شبیرؑ پر بلا کوئی آئے تو ٹالیو
دیکھو کڑی نگاہ بھی اِس پر نہ ڈالیو
اس کا لحاظ چاہئے تم کو کہ خورد ہے
بیٹا مرا حسینؑ تمہارے سپرد ہے

اے میرے جانشیں مِرے دلدار الوداع
اے نورِ عینِ احمدِؐ مختار الوداع
سونپی تمہیں رسولؐ کی سرکار الوداع
اے نورِ عینِ احمدِؐ مختار الوداع

شبرؑ جو میرے دوست ہیں اُن سب سے ہوشیار
مظلومِ کربلا مِری زینبؑ سے ہوشیار

یہ کہہ کے غم سے حال جو ہونے لگا تغیّر
بستر پہ اُٹھ کے بیٹھ گئے شاہِ دستگیر
بولے حسینؑ سے یہ امامِ فلک سَریر
بیٹا بڑا اَلم ہے کہ عباسؑ ہے صغیر

اب آپ کے سپرد مِرا لالۂ فام ہے
بھائی نہ جانیو یہ تمہارا غلام ہے

غُل پڑ گیا کہ سیّدِ ابرار مرگئے
لو جانشینِ احمدِ مختار مرگئے
دینِ رسولِ پاک کے سَردار مرگئے
ماتم کرو کہ حیدرِ کرار مرگئے
روئیں جو بی بیاں تو پسر پیٹنے لگے
عباسؑ ننھے ہاتھوں سے سَر پیٹنے لگے

کیوں کر بیان کیجئے وہ حشر کا سماں
بیٹے اِدھر تڑپتے تھے اُس سمت بیٹیاں
ہر سو کہیں بکا کہیں شیون کہیں فُغاں
بکھرا کے بال زینبِؑ مضطر کا یہ بیاں
بابا اخیر شب میں تہیہ کدھر کیا
ہے ہے مہِ صیام میں عزمِ سفر کیا

بیٹی کو پھر گلے سے لگا لو تو جائیو
زین العبا کے طوق بڑھا لو تو جائیو
صحت تو ہو چلی ہے نہا لو تو جائیو
بابا نمازِ عید پڑھا لو تو جائیو

کیوں چُپ ہو اے امامِ حجازی جواب دو
دَر پَر پکارتے ہیں نمازی جواب دو

اکیسویں کی رات قیامت کی رات تھی / نسیمؔ امروہویؒ

اے روزہ دارو آہ و بکا کے یہ روز ہیں

اے روزہ دارو آہ و بکا کے یہ روز ہیں
سادات پَر نزولِ بلا کے یہ روز ہیں
سَر تاجِ اوصیاؑ کی عزا کے یہ روز ہیں
تم سے وداعِ شیرِ خدا کے یہ روز ہیں
زخمی ہُوا امامؑ تمہارا نماز میں
ظالم نے روزہ دار کو مارا نماز میں

ماہِ مبارکِ رَمضاں اور خدا کا گھر
تڑکا وہ نور کا ، وہ شبِ قدر کی سَحَر
پیشِ خدا وہ سجدے میں شیرِ خدا کا سَر
اور ہائے تیغِ ظلم کی ضربت وہ فرق پَر
فوارے خوں کے زخمِ جبیں سے بہا کیے
سجدے میں آپ ربی الاعلیٰ کہا کیے

دوڑے یہ کہہ کے جانبِ مسجد وہ نیک ذات
ڈوبی ہوئی لہو میں ملی کشتیٔ نجات
ماتھے پہ خون باپ کا مَل کر کہی یہ بات
ہے ہے اُٹھایا قبلہ و کعبہ پہ کس نے ہاتھ
رُلوایا نانا جان کو دارُالسّلام میں
بِن باپ کا کیا ہمیں ماہِ صِیام میں
اے روزہ دارو آہ و بکا کے یہ روز ہیں
باندھا حسنؑ نے زخمِ سَرِ شاہِ ذُوالجلال
بولے علیؑ کہ اور کسو درد ہے کمال
شبرؑ نے جب کَسا تو کیا پھِر وہی مَقال
پھِر چُست باندھ کر یہ پکارا وہ خوش خصال
اب درد کیسا اے اسد ذُوالجلال ہے
ہاتھوں سے سَر پکڑ کے کہا وہ ہی حال ہے

پہنچا جو لاشۂ شہِؑ مرداں قریبِ دَر
بے ساختہ نکل پڑی زینبؑ برہنہ سَر
بعد اِس کے یونہی آئی تھی اکبرؑ کی لاش پَر
یہ واقعہ تھا باپ کا وہ رحلتِ پسر
رکھ رکھ کے ہاتھ آنکھوں پہ سب خَلق ہٹ گئی
پھیلا کے ہاتھ لاش سے زینبؑ لپٹ گئی
اے روزہ دار و آہ و بکا کے یہ روز ہیں

امامِ شافعیؒ

عَلِیٌ ؑ حُبُّهُ الجنّه قسیمُ النّارِ وَالجنّه
وَصیُّ المُصطفیٰ ؐ حَقّا امامُ الانسِ والجِنّه

حضرتِ خواجہ نظامؒ الدین اولیاءؒ

وصیت کردہ با امت محمدؐ در غدیرِ خُم
علیؑ ابنِ ابی طالبؑ خلافت را سزا باشد

(بشکریہ محقق و دانشور سیّد اشتیاق حسین تقوی)

بحوالہ صحیفۂ معرفت

کیا سبطِؑ مصطفیؐ کی شہادت کی رات تھی

کیا سبطِؑ مصطفیٰؐ کی شہادت کی رات تھی
آفت کی رات تھی وہ مصیبت کی رات تھی
عالَم کے بادشاہ کی رحلت کی رات تھی
زہراؑ و مرتضیٰؑ پہ قیامت کی رات تھی
گزری قلَق میں فاطمہؑ کے نورِ عین کو
ہجرِ حسنؑ میں نیند نہ آئی حسینؑ کو

تکیے لگا دیئے تھے حرم نے اِدھر اُدھر
بازو کو کوئی تھامتا تھا اور کوئی سَر
فرمایا طشت لاؤ ہُوا زہر کارگر
رہ رہ کے کاٹتا ہے کوئی تیغ سے جگر
سینے سے منہ میں ٹکڑے کلیجے کے آتے ہیں
ناناؐ بُلا رہے ہیں سو دنیا سے جاتے ہیں

فضہؑ نے جا کے دی شہِؑ ذیجاہ کو خبر
دارِ فنا سے آپکے بھائی کا ہے سفر
دوڑے حسینؑ چاک گریباں ، برہنہ سَر
دیکھا تڑپ رہے ہیں شہنشاہِؑ بحر و بر
گرنے لگے زمیں پہ جگر غم سے پھَٹ گیا
پھیلا کے ہاتھ بھائی سے بھائی لپٹ گیا

دِکھلا کے طشت بنتِ علیؑ نے کیا مَقال
قربان جاؤں دیکھو یہ ہے مجتبیٰؑ کا حال
امید اب نہیں کہ بچے فاطمہؑ کا لال
فریاد ہے تباہ ہوئی مصطفیٰؐ کی آلؑ
اک آن درد سے نہیں بھائی سنبھلتے ہیں
رہ رہ کے اب کلیجے کے ٹکڑے نکلتے ہیں

بھائی کا حال دیکھ کے اُٹھا جگر میں درد
لوٹے زمیں پہ گر کے بھری گیسوؤں میں گرد
تر تھا بدن پسینے میں اور ہاتھ پاؤں سرد
اُن کا تو رنگ سبز تھا اور اِن کا رنگ زرد
رعشہ تھا تن میں آنکھوں سے آنسو نکلتے تھے
جُھک جُھک کے منہ کو بھائی کے قدموں سے ملتے تھے

ہر دَم لپٹ کے بھائی سے با چشمِ اشکبار
چلّاتے تھے کہ آپکی غربت کے میں نثار
شبّرؑ گلے کو چوم کے کہتے تھے بار بار
میں تم پہ صدقے اے مِرے ناناؐ کی نادگار
مجھ سے زیادہ ظلم و ستم تم پہ ہوئیں گے
ہم قبر میں تمہاری مصیبت پہ روئیں گے

کیا سبطِ مصطفیٰؐ کی شہادت کی رات تھی / نسیمؔ امروہویؒ

(بشکریہ سوز خواں وقار حیدر زیدی و امیر ہادی)

شربتِ تلخ سے شبرؑ نے وہ کُلفت پائی

شربتِ تلخ سے شبرؑ نے وہ کُلفت پائی
جیسے دل پر شہِؑ مَسموم نے برچھی کھائی
خانۂ بنتِ نبیؐ میں یہ قیامت آئی
بھائی کے سامنے دَم توڑ رہا تھا بھائی
روح ، زہراؑ کی تڑپتی تھی نبیؐ روتے تھے
عرش ہِلتا تھا حسینؑ ابنِ علیؑ روتے تھے

رو کے شبیرؑ پکارے مِرے پیارے بھائی
نہ تو نانا ہیں نہ بابا ہیں ہمارے بھائی
اب اگر آپ بھی دنیا سے سدھارے بھائی
پھر جیئے گا یہ حزیں ، کس کے سہارے بھائی
دشمنِ جاں ہے جہاں ، منہ کو نہ موڑے جاؤ
اِس بُرے وقت میں تنہا تو نہ چھوڑے جاؤ

رو کے بولے یہ حسنؑ جانِ پدر میں قرباں
دل تڑپتا ہے کہ تم بیکس و تنہا ہو یہاں
ہے مگر موت سے مجبور جہاں میں انساں
خواب میں آئی تھیں جنت سے ابھی تو اَمّاں
آؤ بھائی سے ملو زینبؑ مغموم بہن
لو خدا حافظ و ناصر مِری کلثومؑ بہن

کہتے کہتے یہ سخن ، رُخ پہ جو زردی چھائی
نگہ یاس نے بہنوں پہ قیامت ڈھائی
ہاتھ پھیلا کے بڑھیں کہہ کے جو ہے ہے بھائی
ابھی مِلنے بھی نہ پائی تھیں کہ ہچکی آئی
طشت کی سمت جو منہ اُٹھ کے جھکایا افسوس
ٹکڑے ہو ہو کے کلیجہ نکل آیا افسوس

شربتِ تلخ سے شبرؑ نے وہ کُلفت پائی

لختِ دل منہ سے اُگلنے لگے پیہم جو حسنؑ
پیٹ کر رونے لگی یہ بھی بہن وہ بھی بہن
سَر جھکائے ہوئے روتے تھے شہِ تشنہ دہن
بھر گیا چھوٹے بڑے کتنے ہی ٹکڑوں سے لگن
دلِ صد پاش کے گِنتا کوئی کیونکر ٹکڑے
آئی آواز جگر کے ہیں بہتّر ٹکڑے

گھر سے مسموم کا تابوت جو باہر نکلا
مجمعِ اہلِ تولا بھی کُھلے سَر نکلا
رُخ کیے یہ جو سُوئے قبرِ پیمبرؐ نکلا
تاک میں اُن کی وہاں فتنۂ محشر نکلا
مچ گیا شور کہ سوئیں گے نہ سونے دیں گے
قبرِ احمدؐ کے قریں دفن نہ ہونے دیں گے

لے چلے گھر کو جو واپس وہ جنازہ ناشاد
قبرِ احمدؐ پہ سنی سب نے کسی کی فریاد
یا نبیؐ ، امتِ مرحوم کی دیکھو بیداد
کیا مِرا لال حسنؑ تھا ، نہ تمہاری اولاد
دل میں زہراؑ کے کئی گھاؤ پڑے ہیں بابا
تیر سب میرے کلیجے میں گڑے ہیں بابا

لے کے تابوت کو کنبہ جو پلٹ کر آیا
پیٹ کر زینبؑ و کلثومؑ گریں ، غش کھایا
کس کو گردوں نے بجز آلؑ یہ دن دکھلایا
عرش تھرانے لگا روحِ امیں چلّایا
آؤ اے اُمتیو ، اک غمِ تازہ دیکھو
گھر میں آیا ہے جو واپس وہ جنازہ دیکھو

شربتِ تلخ سے شبرؑ نے وہ کُلفت پائی

جس دَم حسنؑ کا زہر سے ٹکڑے جگر ہُوا

جس دَم حسنؑ کا زہر سے ٹکڑے جگر ہُوا
سیپارہ دل کا آہوں سے زیر و زَبر ہُوا
سَم کا جو روحِ پاک پہ ظاہر اثر ہُوا
حال اُس امامِ پاک کا اک دَم دِگر ہُوا
راحت میں فرق اَور شکم میں خلل پڑا
کٹ کر کلیجہ طشت کے اندر نکل پڑا

فرماتے تھے حسنؑ کہ بُلاؤ حسینؑ کو
تھا دَم بہ دَم یہ حکم کہ لاؤ حسینؑ کو
بھائی کا حالِ زار سُناؤ حسینؑ کو
ٹکڑے مِرے جگر کے دِکھاؤ حسینؑ کو
کہہ دو کہ جلد آیئے رحلت کا وقت ہے
سُن جایئے کچھ آ کے وصیت کا وقت ہے

آئے حسینؑ اتنے میں با چشمِ اشک بار
چلّاتے تھے کہ آپ کی غربت کے میں نثار
شبرؑ گلے کو چوم کے کہتے تھے بار بار
میں تم پہ صدقے اے مِرے نانا کی یادگار
مجھ سے زیادہ ظلم و ستم تم پہ ہوئیں گے
ہم قبر میں تمہاری مصیبت پہ روئیں گے

بھیا تمہاری گود میں نکلے گا میرا دَم
تم دو گے ہم کو غسل و کفن جب مریں گے ہم
ہوگا تمہارے پاس نہ کوئی بجز اَلم
قاتل سرہانے ہوئے گا یا خنجرِ ستم
شبرؑ تو بعدِ مرگ بھی راحت سے سوئے گا
لاشہ تمہارا گھوڑوں سے پامال ہوئے گا

بَرپا تھا اہلِ بیتِ پیمبرؐ میں شور و شین
بہنیں پچھاڑیں خاک پہ کھاتی تھیں کر کے بَین
سینے پہ ہاتھ مار کے چِلّاتے تھے حسینؑ
اب اُٹھ گیا زمانے سے ہم بے کسوں کا چَین
بازو ہمارا ٹوٹ گیا وا مصیبتا
باپ آج ہم سے چُھوٹ گیا وا مصیبتا
جس دَم حسنؑ کا زہر سے ٹکڑے جگر ہُوا

(بشکریہ سوز خواں جواد حسین و محمد علی و حیدر علی زیدی)

قیصرؔ بارھویں

احساس غم و درد میں ڈھل جاتا ہے
ماضی کا ورق روح کو تڑپاتا ہے
جب کہتا ہے غربت کی کہانی کوئی
مسلمؑ کے یتیموں کا خیال آتا ہے

(بشکریہ سوز خواں مرزا اطہر حسین و سیّد حسن عسکری)

زہرِ دَغا سے غیر جو حالِ حسنؑ ہوا

زہرِ دَغا سے غیر جو حالِ حسنؑ ہوا
خنجر جگر پہ زینبِؑ مضطر کے چل گیا
کلثومؑ رو کے کہنے لگیں وا محمداؐ
عباسؑ نے بھی چاک گریبان کرلیا
تعبیرِ خواب سوچ کے بے تاب ہوتے ہیں
شبرؑ کا حال دیکھ کے شبیرؑ روتے ہیں

دردِ جگر بڑھا تو پکارے شہِؑ زمن
قے ہوگی تم لگن تو اُٹھا لاؤ اے بہن
زینبؑ نے لاکے سامنے جس دَم رکھا لگن
تھامے ہوئے کلیجے کو اُس پر جھکے حسنؑ
کٹ کٹ کے قلبِ سیّدِ والا نکل پڑا
یاقوت بَن کے منہ سے کلیجہ نکل پڑا

زینبؑ کے بَین سُن کے مخاطب ہوئے امامؑ
دارِ فنا میں زیست کی مدت ہوئی تمام
جانا ہے مجھ کو نانا کی خدمت میں لا کلام
رونا لکھا ہے تیرے مقدر میں صبح و شام
بی بی نہ رو کہ پھٹتا ہے دِل تیرے بَین سے
تجھ کو ابھی بچھڑنا ہے بھائی حسینؑ سے

پیشِ نظر ہے معرکۂ دشتِ کربلا
کام آئیں گے حسینؑ کے جب خویش و اقربا
دیکھے گی تو حسینؑ کا کٹتا ہُوا گلا
خیمے جلیں گے اور چِھنے گی تِری رِدا
تو سَر برہنہ جائے گی بازارِ شام میں
بُلوائے گا شقی تجھے دربارِ عام میں
زہرِ دغا سے غیر جو حالِ حسنؑ ہوا

یہ بات سُن کے رو دیئے مظلومِ کربلا
شبیرؑ کو حسنؑ نے گلے سے لگا لیا
تسکین دے کے پھر یہ پکارے شہِ ہُدا
روؤ نہ تم کہ ہے یہی معبود کی رِضا
بھائی تمہاری طرح میرا بخت تو نہیں
عاشور سے حسنؑ کا یہ دن سخت تو نہیں

اک بات تم سے کہتا ہوں اے میرے سوگوار
حسرت یہ ہے کہ نانا کے پہلو میں ہو مزار
لیکن اگر ہو اُمتِ احمدؐ کو ناگوار
تم کو ہے میرے حق کی قسم شاہِؑ نامدار
لڑنا نہ تم کسی سے کہ تصویرِ صبر ہو
منظور ہے کہ پہلوئے مادر میں قبر ہو

ناگاہ اہلِ بیتؑ میں ماتم بپا ہُوا
زہراؑ کا لال راہیٔ مَلکِ بقا ہُوا
غُل پڑ گیا حسینؑ ، حسنؑ سے جُدا ہُوا
زینبؑ تڑپ کے کہتی تھیں لوگو یہ کیا ہُوا
میت کے گِرد مضطر و دلگیر روتے تھے
قاسمؑ کو لے کے گود میں شبیرؑ روتے تھے

جس دَم حسنؑ کو رو چکے ناموسِ مصطفیٰؐ
غسل و کفن سے ہوگئے فارغ شہِؑ ہُدا
لے کر جنازۂ خَلَفِ شیرِ کبریا
قبرِ نبیؐ کی سَمت چلے خویش و اقربا
عورت اک آئی لشکرِ آفت نشاں لئے
ہر لشکری تھا ہاتھ میں تیر و کماں لئے

اے مومنو! آثر کو بتاؤ پئے خدا ✗

گھر سے نکل کے کوئی جنازہ بھی ہے پھرا

لیکن حسنؑ کے ساتھ مدینے میں جو ہُوا

راوی نے اِس طرح سے ہے تاریخ میں لکھا

پیوستہ اِس قدر تھے بدن میں حسنؑ کے تیر

بھائی بہن نکال رہے تھے بدن کے تیر

زہرِ دغا سے غیر جو حالِ حسنؑ ہوا

(بشکریہ سوزخواں مسعود حسین رضوی و جاوید برادران)

کفن پنہا کے جو شبرؑ کو لے چلے شبیرؑ

کفن پِنہا کے جو شبرؑ کو لے چلے شبیرؑ
رواں تھے ساتھ بَنی ہاشم اور امیر و فقیر
ہر ایک نوحہ کُناں سب کا حالِ دل تغیّر
ہزاروں اہلِ وِلا ، نالہ کش ، حزیں ، دل گیر
سَر اپنا پیٹتا ہر ایک نوحہ گر ہمراہ
جگر کے ٹکڑے لئے طشت میں پسر ہمراہ

ارادہ تھا کہ ہو قبرِ نبیؐ کے پاس مزار
ہزار حیف نہ راضی ہوئے مگر اَشرار
لگائے تیر حسنؑ کے جنازے پَر اک بار
کئی خُدنگ دَر آئے کفن میں آخر کار
بَلا کے دشت میں اک روز آئیں گے ناوک
وہاں حسینؑ کی میّت اُٹھائیں گے ناوک

کسی طرح سے نہ باز آئے جب جفا پَرور
کیا بقیع میں مدفون لاشۂ شبرؑ
ہے اب یہ عرض مسلمانوں سے سُنیں یکسر
ہے آرزو کہ شفاعت کریں گے پیغمبرؐ
طرح طرح کا ستم آلؑ پَر کیا تم نے
یہی تھا اجرِ رسالتؐ جو کچھ دیا تم نے

نبیؐ کی بیٹی کو رکھا خفا یہ اجر دیا
علیؑ کو سجدے میں زخمی کیا یہ اجر دیا
حسنؑ کو زہرِ ہلاہلِ دیا یہ اجر دیا
حسینؑ ذِبح ہوئے بے خطا ، یہ اجر دیا
نبیؐ کا حشر کے دن جب کہ سامنا ہوگا
جُھکاؤ سَر کو گریباں میں دیکھو کیا ہوگا
کفن پنہا کے جو شبرؑ کو لے چلے شبیرؑ/خبیرؔ لکھنویؒ

ہاں دوستو یہ وقت ہے اندوہ و محن کا

ہاں دوستو یہ وقت ہے اندوہ و محن کا
ماتم ہے جگر بندِ شہؑ قلعہ شکن کا
زہراؑ نے کیا چاک گریبان ، کفن کا
سَر کھول دو اب اُٹھتا ہے تابوت ، حسنؑ کا
حیدرؑ بھی بکا کرتے ہیں زہراؑ و نبیؐ بھی
عباسؑ بھی روتے ہیں حسینؑ ابنِ علیؑ بھی

ہمشیر نے سَر پیٹ کے یہ شور مچایا
میں کیا کروں لوگو مجھے قسمت نے سَتایا
بے رحموں نے بھیا کو مِرے زہر پِلایا
کس طرح بچے گا اسدُ اللہ کا جایا
بس ہوگیا معلوم کہ ساماں ہیں سفر کے
دیکھو تو لگن بھر گیا ٹکڑوں سے جگر کے

شبیرؑ تڑپنے لگے دستار پٹک کر
نزدیک تھا دَم تَن سے نکل جائے پھڑک کر
بہنیں جو برادر کے لئے روئیں بِلک کر
نالے تھے کہ سینوں پہ گری برق کڑک کر
زینبؑ کا یہ نوحہ تھا کہ یہ کیا ہُوا لوگو
ماں جایا مِرا بیکس و تنہا ہُوا لوگو

قاسمؑ کا بھی ننھا سا گریبان پھٹا ہے
حیدرؑ کے محبّوں میں بھی اک حشر بپا ہے
دشمن بھی تڑپتے ہیں وہ فریاد و بکا ہے
تابوتِ حسنؑ روضۂ احمدؐ کو چلا ہے
ماتم میں نہیں ہوش بجا اب تو کسی کے
عمّامہ نہیں سَر پہ حسینؑ ابنِ علیؑ کے

ہمراہ ہیں انصارؓ و مہاجرؓ بھی کھلے سَر
زینبؑ بھی ہیں کلثومؑ بھی اوڑھے ہوئے چادر
ناگاہ پکاری کوئی ہی ہی یہ تڑپ کر
اے اقیو ، رحم کرو میرے پسر پر
میت پہ سُنے ہیں یہ ستم چرخِ کہن کے
اب تیر برستے ہیں جنازے پہ حسنؑ کے

ہاں دوستو یہ وقت ہے اندوہ و محن کا / نسیمؔ امروہوی

شاہدؔ جعفر

توؑ نفسِ خدا ہے کہ نصیریؔ کا خدا ہے
اِس رمز کو سمجھا نہ کسی نے بھی ابھی تک

دشمن معاویہ ہُوا شاہِ حسنؑ کا جب

دشمن معاویہ ہُوا شاہِ حسنؑ کا جب
ساکت وہ چند روز رہا پھر کیا غضب
مَروان تھا مدینے کا حاکم ، عَدوئے رب
بھجوایا اُس کو زہر ، لکھے واقعات سب
تاکید کی کہ بُغض ہے شبرؑ کی ذات سے
کھلوادے زہر ، دخترِ اَشعَث کے ہاتھ سے

اِس قہر کا وہ زہر تھا ، آفت کا تھا اثر
دَم بھر میں ٹکڑے ٹکڑے ہُوا شاہؑ کا جگر
غل پڑ گیا حسنؑ کا زمانے سے ہے سفر
حیدرؑ کا سبز پوش تڑپتا ہے فرش پر
زہراؑ کی بیٹیوں پہ مصیبت پھر آئی ہے
گھر لُٹ رہا ہے عازمِ فردوس بھائی ہے

چلّاتے تھے حسینؑ کہ ہے ہے ہُوا یہ کیا
زینبؑ پکارتی تھی ارے کس نے کی دَغا
ناگاہ طشت ، سبطِ نبیؐ نے طلب کیا
تے ہوگئی شروع اذیت ہوئی سِوا
افسوس یہ سلوک ، شہِؑ نیک خُو کے ساتھ
گرِنے لگے کلیجے کے ٹکڑے لہو کے ساتھ

غش میں حسنؑ تھے ہوگئے ہُشیار ناگہاں
پھیلائے ہاتھ آنکھوں سے آنسو ہوئے رَواں
شبیرؑ لپٹے سینے سے کرَتے ہُوئے فُغاں
یوں دونوں مل کے روئے کہ محشر ہُوا عیاں
بیتاب سب کے دل ہوئے دردِ جُدائی سے
شبرؑ نے رازِ دل جو کہا چھوٹے بھائی سے

بعد اُس کے کلمہ پڑھنے لگے شاہِؑ نیک نام
دیکھا رُخِ حسینؑ کو اور ہوگئے تمام
سَر بی بیوں نے کھول دیئے کہہ کے یا امامؑ
میّت کے گرِد ، اہلِ حرم کا تھا اِژدِہام
یثرِب نے خاک اُڑائی کہ بستی اُجڑ گئی
قاسمؑ کے رُخ پہ گَرد ، یتیمی کی پَڑ گئی

سامانِ دفن پانچویں معصومؑ نے کیا
غسل و کفن برادرِ مَسموم کو دِیا
کپڑے نئے پہن چکا جب نورِ کبریا
[redacted]

چاہا نبیؐ کے روضے میں ہو مرقدِ حسنؑ
روکا مخالفوں نے ہوئے بڑھ کے طعنہ زن
شبرؑ کا جانشیں جو ہُوا اُن سے ہم سخن
برسائے تیر ظالموں نے اُس پہ دفعتاً
تابوتِ مجتبیٰؑ سے وہ ناوک گزر گئے
غیظ آگیا حسینؑ کو لیکن ٹھہر گئے

یاد آگئی وصیتِ مقتولِ بے گناہ
واں سے جنازہ لے کے بقیعہ میں آئے شاہؑ
پڑھ کر نماز رونے لگے فدیۂ الٰہ
کھودی گئی لحد تو کیا سب نے شورِ آہ
پیوست تھے جنازۂ شاہِؑ زمن میں تیر
ہاتھوں پہ لاش اُٹھائی تو نکلے کفن میں تیر

ڈوبا زمیں میں چاند پیمبرؐ کا ناگہاں
روحِ رسولؐ کرنے لگی نالہ ٴ و فغاں
بیٹے پہ صدقے ہونے کو نکلی لحد سے ماں
پہنچے نجف سے حیدرِؑ کرار نوحہ خواں
تربت میں والدین سے عزلت گزیں مِلا
دلبندِ بوترابؑ کو فرشِ زمیں مِلا
دشمن معاویہ ہُوا شاہِ حسنؑ کا جب

پڑا ہے غش میں حسینؑ غریب کا جانی

پڑا ہے غش میں حسینؑ غریب کا جانی
مَنا رہے ہیں خوشی ظلم و جَور کے بانی
دمِ نماز جو چونکا یہ حیدرِؑ ثانی
وُضو کے واسطے اُٹھ کر طلب کیا پانی
جو پانی آیا تو منہ آنسوؤں سے دھونے لگے
پھری نگاہوں میں بابا کی پیاس ، رونے لگے

تڑپ کے دل نے کہا ہائے سیدِ خوشخو
یہی تو ہے نہ مِلا تین دن جو بہرِ وُضو
اِسی کی چاہ میں کوثر کو چل بسے مہرو
اِسی کی واسطے عمو کے کٹ گئے بازو
یہی تو وہ ہے جو بے شِیر نے نہ پایا تھا
اِسی کو مانگ کے گردن پہ تِیر کھایا تھا

غرض کہ آئے مصلّے پہ اور پڑھی وہ نماز
کہ جس کے بعد تھی حدِّ وصالِ ناز و نیاز
ہر ایک ذکر طویل اور ہر اک سجود دراز
پکارتی تھی یہ روحِ حسینؑ سجدہ نواز
مجھے بھی ناز ہے جس پر یہی وہ طاعت ہے
یہ آخری مرے سجادؑ کی عبادت ہے

ہوئی تمام جو آخر نمازِ جانِ رسولؐ
دعاٴ و حمد کے لب چومتا تھا حُسنِ قبول
دیا جو شکر کے سجدے کو حق کی یاد میں طول
تو ایک عصر کا یاد آیا سجدۂ مقبول
اُٹھے جو روتے ہوئے کُوچ کرگئے سجادؑ
کہا حسینؑ حسینؑ اور مرگئے سجادؑ

پڑا ہے غش میں حسینؑ غریب کا جانی

اُٹھائی دوڑ کے باقرؑ نے لاش رو رو کر
تمام بی بیاں ماتم میں پیٹنے لگیں سَر
محلّۂ بنی ہاشم میں غل مچا گھر گھر
اُٹھا جہاں سے عزادارِ سبطِ پیغمبرؐ
چُھٹا وہ آلؑ سے جو آسرا تھا غربت کا
بجھا چراغ ، شہِؑ کربلا کی تربت کا

نبیؐ و حیدرؑ و زہراؑ کی روح ہے ناشاد
حسینؑ کا ہے یہ نوحہ کہ ہائے اے سجادؑ
بتولؑ کہتی ہیں رو رو کے ، یا خدا فریاد
سہے گی دہر میں کیا کیا ستم مِری اولاد
جفا سے قتل کیا جبر و قہر سے مارا
مِرے مریض کو ظالم نے زہر سے مارا
پڑا ہے غش میں حسینِؑ غریب کا جانی / نسیمؔ امروہویؒ

جب عابدؑ بے کس کو پیامِ اَجل آیا

جب عابدؑ بے کس کو پیامِ اَجل آیا
دنیائے دغا باز کی نیّت میں بَل آیا
وہ زہر دیا جس سے سکوں میں خلل آیا
مانندِ حسنؑ کٹ کے کلیجہ نکل آیا
ظالم نے مریضِ شہِؑ دلگیر کو مارا
شبرؑ کی طرح دلبرِ شبیرؑ کو مارا

اولادِ پیمبرؐ پہ مصیبت کا یہ دن ہے
پیاسے کے عزادار کی رحلت کا یہ دن ہے
مظلوم کے دِلبر کی شہادت کا یہ دن ہے
عاشور کے بعد اور مصیبت کا یہ دن ہے
اِس غم سے جگر چاک ہے زہراؑ و نبیؐ کا
اُٹھتا ہے عزادار حسینؑ ابنِ علیؑ کا

وہ زہر سے دَم عابدؑ بیکس کا اُکھڑنا
سجادِ دل افگار کا باقرؑ سے بچھڑنا
بگڑی ہوئی تقدیر غریبوں کی بگڑنا
اُجڑا ہوا گھر فاطمہؑ زہرا کا اُجڑنا
ویراں ہُوا دربار ولی ابنِ ولی کا
بجھتا ہے چراغ آج حسینؑ ابنِ علیؑ کا

القصہ وضو کرکے مصلّے پہ جب آئے
دہشت سے بدن کانپ گیا اشک بہائے
سجّادے پہ سجادؑ پسینے میں نہائے
ہلِ ہلِ گیا گردوں جو لبِ پاک ہِلائے
آواز یہ آتی تھی شہِؑ کرب و بلا کی
یہ طاعتِ آخر ہے مِرے زینِ عبا کی

وہ نصف شب اور راضیٔ تقدیر کا سجدہ
نورِ نظرِ کُشتۂ شمشیر کا سجدہ
پیغامِ اَجل تھا کہ وہ دلگیر کا سجدہ
جس طرح کہ عاشور کو شبیرؑ کا سجدہ
اُٹھے جو مصلّے سے تو غش کر گئے سجادؑ
ہے ہے مِرے بلیا کہا اور مر گئے سجادؑ

جب عابدؑ بے کس کو پیامِ اَجل آیا/نسیمؔ امروہوی

زاہدؔ نقوی

زاہدؔ میں یہاں نادِ علیؑ پڑھتا ہوں دل میں
آواز پہنچ جاتی ہے عباسِؑ علیؑ تک

بال بکھرا دیں غلامانِ رسولِ دو جہاں

بال بکھرا دیں غلامانِ رسولؐ دو جہاں
باقرِ علم کی رحلت کا سُناتا ہوں بیاں
تھا جو زید ابنِ حسن مسندِ جدّ کا خواہاں
مل گیا جا کے خلیفہ سے شقیؔ دوراں
شام سے خوب یہ سوغات وہ پُر فن لایا
نذر کو زہر بھرے زِین کا توسَن لایا

جیسے ہی رخش پہ اَسوار ہوئے شاہؑ زَمن
اثرِ زہر سے مُرجھانے لگا گُل سا بدن
بولی قسمت کہ نواسے کو مِلا اِرثِ حسنؑ
دفعتاً کانپ گیا بنتِ نبیؐ کا مدفن
آئی آواز کہ پھر خستہ جگر کو لُوٹا
چرخ نے پھر مِرے شبیرؑ کے گھر کو لُوٹا

زِلنِ پُر زہر سے اُترے تو چڑھا تَن پہ وَرم
بولے جعفرؑ سے کہ بچنے کے نہیں ہیں اب ہم
سُن کے یہ گھر میں مچا حشر ، ہُوا وہ ماتم
صورتِ زینبؑ و کلثومؑ تڑپتے تھے حرم
شور تھا خَلق سے مولائے زَمن جاتے ہیں
آج پھر فاطمہؑ کے گھر سے حسنؑ جاتے ہیں

X تیسرے دن جو کیا زہر نے حد درجہ نڈھال
بولے یہ جعفرِؑ صادق سے کہ اے وارثِ آلؑ
عازمِ خُلد ہے یہ عبدِ خدائے مُتعال
اب مِرا جامۂ احرام نکالو مِرے لال
اِسی چادر کا کفن مجھ کو پہنانا بیٹا
پاس بابا کے مِری قبر بنانا بیٹا

حشر برپا ہے مدینے میں قیامت ہے قریب
باقرِ علمِ نبیؐ کا دَمِ رحلت ہے قریب
فاطمہؑ پیٹتی ہیں سَر کو وہ آفت ہے قریب
روحِ شبیرؑ تڑپتی ہے شہادت ہے قریب
کنبہ رونے کے لئے آلؑ کے گھر آ پہنچا
اثرِ زہرِ دَغا تا بہ جگر آ پہنچا

لو یہ کون آئے کہ رویت کو دَم آنکھوں میں رُکا ×
کس کی تسلیم کو یہ ہاتھ اُٹھا باقرؑ کا
کون یہ بی بی ہیں کرتی ہوئی آئیں جو بکا
گھر میں سب رونے لگے آلؑ میں کہرام مچا
شبرؑ و حیدرؑ و زہراؑ و نبیؐ روتے ہیں
اپنے پوتے کو حسینؑ ابنِ علیؑ روتے ہیں

غُل مدینے میں ہُوا ہائے سِدھارے باقرؑ
اُٹھ گئے گلشنِ ہستی سے ہمارے باقرؑ
بستۂ طوق و سَلاسِل کے دُلارے باقرؑ
روحِ شبرؑ کا ہے نوحہ مرے پیارے باقرؑ
زہر کس چال سے غدار نے بھیجا افسوس
کَٹ گیا میری طرح تیرا کلیجہ افسوس

مادرِ جعفرؑ صادق تھیں بکھیرے ہوئے بال
بَین کرتے تھے تڑپ کر حرمِ نیک خصال
بی بیاں دیتی تھیں پُرسہ جو بصد رنج و ملال
روتے تھے وہ جنہیں عاشور کا معلوم تھا حال
پُرسہ جو دیتے وہ مقتل میں پڑے سوتے تھے
طفل تک سَیلیوں کے ڈر سے نہیں روتے تھے

بال بکھرا دیں غلامانِ رسولِؐ دوجہاں / شمیمؔ امروہویؒ

حشر برپا ہے مدینے میں قیامت ہے قریب

حشر برپا ہے مدینے میں قیامت ہے قریب
باقرؑ علمِ نبیؐ کا دمِ رحلت ہے قریب
فاطمہؑ پیٹتی ہیں سر کو وہ آفت ہے قریب
روحِ شبیرؑ تڑپتی ہے شہادت ہے قریب
کنبہ رونے کے لئے آلؑ کے گھر آپہنچا
اثرِ زہرِ دغا تا بہ جگر آپہنچا

لو یہ کون آئے کہ رویت کو دم آنکھوں میں رُکا
کس کی تسلیم کو یہ ہاتھ اُٹھا باقرؑ کا
کون یہ بی بی ہیں کرتی ہوئی آئیں جو بکا
گھر میں سب رونے لگے آلؑ میں کہرام مچا
شبرؑ و حیدرؑ و زہراؑ و نبیؐ روتے ہیں
اپنے پوتے کو حسینؑ ابنِ علیؑ روتے ہیں

غل مدینے میں ہُوا ہائے سدھارے باقرؑ
اُٹھ گئے گلشنِ ہستی سے ہمارے باقرؑ
بستۂ طوق و سلاسِل کے دُلارے باقرؑ
روحِ شبرؑ کا ہے نوحہ مِرے پیارے باقرؑ
زہر کس چال سے غدار نے بھیجا افسوس
کٹ گیا میری طرح تیرا کلیجہ افسوس

مادرِ جعفرؑ صادق تھیں بکھیرے ہوئے بال
بَین کرتے تھے تڑپ کر حرمِ نیک خصال
بی بیاں دیتی تھیں پُرسہ جو دَمِ رنج و ملال
روتے تھے وہ جنہیں عاشور کا معلوم تھا حال
پُرسہ جو دیتے وہ مقتل میں پڑے سوتے تھے
طفل تک سیلیوں کے ڈر سے نہیں روتے تھے

دفن کر کے جو بقیع سے پھرے اہلِ عزا
مرقدِ حضرتِ باقرؑ سے اُٹھا شورِ بکا
روئے یہ کہہ کے گلے مِل کے شہِؑ کرب و بلا
میرے اصغرؑ کے بھتیجے تِری گردن کے فدا

اثرِ ظلم گلے سے یہ عیاں ہے اب تک
رَسَنِ ظلم سے چھلنے کا نشاں ہے اب تک

حشر برپا ہے مدینے میں قیامت ہے قریب / نسیمؔ امروہویؒ

علمدار حسین اسلمؔ

کون تھا بعدِ شہِؑ دیں جو بجھاتا آکر
آگ دامانِ سکینہؑ کی بھڑکتی ہی رہی
بوند پانی کو ترستی رہی اولادِ رسولؐ
اور کربل کی زمیں آگ اُگلتی ہی رہی

قولِ صادق ہے سُنیں دل سے غلامانِ حسینؑ

قولِ صادق ہے سنیں دل سے غلامانِ حسینؑ
جو بھی غم میں مرے دادا کے کرے شیون و شین
یا رُلانے کو پڑھے حالِ امامِ کونین
یا ہو صورت سے یہ اظہار کہ دل ہے بے چین
اجرِ عرفانِ امامت بہ یقیں بخشیں گے
میرے ناناؐ اُسے فردوسِ بریں بخشیں گے

اِس روایت کا محبّوں میں ہُوا جب چرچا
جا بجا ہونے لگی مجلسِ شبیرؑ بپا
اپنی کفشوں کو جہاں چھوڑتے تھے اہلِ عزا
بیٹھ جاتے تھے وہاں چپکے سے آکر مولاؑ
بارہا دیکھے گئے بزم میں غم خواروں کی
صاف کرتے ہوئے نعلین ، عزاداروں کی

اِن مجالس کے جو منصور کو پہنچے اخبار
جذبۂ قتلِ شہؑ پاک ہُوا پھر بیدار
جلوہ گَر آپ تھے اک حجرے میں اور چند انصار
آگ لگوادی وہاں چاروں طرف سے اک بار
پڑ گیا غُل پسرِ صاحبِ معراج جلا
ہائے گھر فاطمہؑ کا تیسری بار آج جلا

آگ بجھ جانے کی حاکم نے خبر جبکہ سنی
مشتعل آتشِ بَغض اَور ہوئی اَور ہوئی
شہؑ کو انگورِ سَم آلود کی ڈالی بھیجی
چند دانے جو کئے نوش قیامت آئی
خون کے ساتھ رَگوں میں صفتِ سَیل گیا
کُل بدن میں اثرِ زہرِ دَغا پھیل گیا

سب عزیزوں کو کیا بہرِ وصیت جو طلب
نزع کا وقت تھا منہ دیکھ کے رونے لگے سب
شہؑ نے فرمایا کہ ہم خلق سے جانے کو ہیں اب
تم کو ملحوظ رہے طاعتِ خالق کا ادب
بس یہی سب کی معاون سرِ محشر ہوگی
یہ قضا کی تو شفاعت نہ میسر ہوگی

دوسرے یہ کہ رہے یاد مرے جد کی عزا
غمِ شبیرؑ میں جی کھول کے روتے رہنا
دیکھ کر موسیٰ کاظمؑ کی طرف پھر یہ کہا
اَلفراق اے مرے دِلدار ، خدا کو سونپا
لو بتولؑ آئیں رسولؐ الثقلین آ پہنچے
وہ علیؑ آئے وہ شبرؑ وہ حسینؑ آ پہنچے

اَلسّلام اے مِرے ناناؐ مِرے داداؑ میں فدا
اَلسّلام اے مِری دادی جگرِ خیرِؐ ورا
اَلسّلام اے ہدفِ غم ، حسنؑ سبز قبا
اَلسّلام اے شہِؑ مظلوم ، غریبُ الغربا
کہہ کے یہ اُٹھ گئے دنیا سے ہمارے جعفرؑ
ہائے شبیرؑ کہا اور سدھارے جعفرؑ

فاطمہؑ رو کے پکاریں مِرے پیارے بیٹے
بات بھی کرنے نہ پائے کہ سدھارے بیٹے
تھا مِرے لال کا غم ، دَم سے تمہارے بیٹے
مجلسیں ہوں گی بپا کس کے سہارے بیٹے
لو غش آتا ہے سنبھالو مجھے سونے والے
الوداع اے مِرے مظلوم کے رونے والے

قتلِ کاظمؑ کا دیا حکم جو عباسی نے

قتلِ کاظمؑ کا دیا حکم جو عباسی نے
سَر کھلے روضۂ اقدس سے پیمبرؐ نکلے
مرتضٰیؑ آئے تڑپ کر نجفِ اشرف سے
بال بکھرائے خلیفہ کے محل میں پہنچے
خواب میں اُس نے شہِؑ عُقدہ کشا کو دیکھا
اَور روتے ہوئے محبوبِؐ خدا کو دیکھا

نیم خوابی میں محمدؐ کی سنی یہ فریاد
کیا یہی میری رِسالت کا صلہ ہے جلّاد
ہوچکا ظلم سے اُمت کے مِرا گھر برباد
کب تک آخر یہ ستم جھیلے گی میری اولاد
راحتیں سارے زمانے کی ، زمانے کے لئے
رہ گئی آل مِری ٹھوکریں کھانے کے لئے

ظلم کیا کیا مِری زہراؑ پہ ہُوا ، صبر کیا
سَر پہ حیدرؑ کے چلی تیغِ جفا ، صبر کیا
میرے شبرؑ کو دیا زہرِ دغا ، صبر کیا
میرے شبیرؑ کا سَر کاٹ لیا ، صبر کیا
کیا اِسی اَجر کے قابل تھی ہدایت میری
سَرِ بازار پِھرائی گئی عترت میری

تنگ و تاریک وہ حُجرہ وہ محمدؐ کا قمر
روشنی کا نہ جہاں دَخل ، ہَوا کا نہ گُزر
کبھی ہوتی تھی نہ شام اَور نہ آتی تھی سحر
کُلفتیں شام کے زندانِ جفا سے بڑھ کر
واں ستم چند گرفتاروں پہ بَٹ جاتے تھے
یہاں سب ایک ہی قیدی پہ ستم ڈھاتے تھے

بے کسی اُن کی رقم کرتے ہیں یوں ابنِ حجَر
زہرِ بیداد سے مارا گیا جانِ شبرؑ
تین دن فرش پہ تڑپا یہ محمدؐ کا جگر
بیڑیاں پہنے ہوئے قید سے نکلا مر کر
کلمہ گو بیٹھے رہے دفن کو حَمال آئے
پُلِ بغداد پہ لاشے کو یوں ہی ڈال آئے

آور بھی حکمِ ستم گار سے ڈھایا یہ غضب
ایک تختے پہ رکھا لاشۂ سلطانِؑ عرب
کھینچتے پھرتے رہے کوچہ بہ کوچہ اُسے جب
فاطمہؑ رو کے پکاریں یہ بصد رنج و تَعب
ہائے تاریک ہے اب سارا جہاں نظروں میں
پھر گیا لاشۂ مسلمؑ کا سماں نظروں میں

قتلِ کاظمؑ کا دیا حکم جو عباسی نے

شورِ غُل سُن کے سلیمانؒ محل سے نکلا
حال تب موسیٰ کاظمؑ کی شہادت کا سُنا
اپنے بیٹوں کو ندا دی کہ ارے تکتے ہو کیا
چھین لو لاشۂ مولائےؑ غریبُ الغربا
جان پَر کھیل کے تب اُس کے جگر بَندوں نے
لے لیا کاندھوں پہ تابوت کو فرزندوں نے

شیر جو ٹوٹ پڑے بھاگ گئے دشمنِ رب
کی سلیمانؒ نے مُنادی کہ غُیورانِ عرب
ہائے مارا گیا وہ شاہؑ بصد رنج و تَعب
جس کے نانا ہیں نبیؐ موسیٰ کاظمؑ ہے لقب
سُن کے یہ آہوں کے نعرے جِگَروں سے نکلے
سَر کُھلے شہؑ کے عزادار گھروں سے نکلے

غسلِ میّت کو جو تختے پہ اُتارے گئے شاہؑ
زیرِ ملبوس تھی زندان کی سختی ہمراہ
ہائے وہ طوقِ گراں اور وہ زنجیریں آہ
جسمِ مردہ کے یہ زیور ہیں شقاوت کے گواہ
لوگ کہتے تھے مسلماں وہ شقی کیسا ہے
جس نے زنجیروں میں لاشے کو جکڑ رکھا ہے

لاش ، تُربت میں اُتاری تو بصد شَیون و شَین
کسی بی بی نے کہا ہائے مِرے نورُ العین
اُس کو دیکھا نہ کسی نے بھی سُنے سب نے یہ بَین
اے مِرے کاظمِ مظلوم ، عزادارِ حسینؑ
یاد میں پیاسوں کی منہ اشکوں سے دھونے والے
الوداع اے مِرے شبیرؑ کے رونے والے
قتلِ کاظمؑ کا دیا حکم جو عباسی نے / شمیمؔ امروہوی

وارثِ صابر و شاکر تھے جو راضی بہ رِضا

وارثِ صابر و شاکر تھے جو راضی بہ رِضا
موت سے تھے نہ ہراساں نہ غمِ زہرِ جفا
پھر بھی احساس کا غربت کے عجب عالَم تھا
یاد آتا تھا غریبُ الوطنی میں کیا کیا
کبھی شبیرؑ کے روضے پہ نظر جاتی تھی
کان میں ہائے حسینا کی صدا آتی تھی

کبھی دادا کے نجف میں تھا کلیجہ پامال
کبھی دادی کے بقیع کی جُدائی میں نڈھال
کبھی بغداد میں بابا کی لحد پر بے حال
کبھی روضے سے پیمبرؐ کے بچھڑنے کا مَلال
در و دیوارِ مدینہ کبھی یاد آتے ہیں
ہائے نانا کا وطن کہہ کے تڑپ جاتے ہیں

شکل دیکھی تھی نہ پردیس میں جس بیٹے کی
اُس کی تصویر بھی رہ رہ کے جگر مَلتی تھی
دل میں ارماں تھے نگاہوں میں غمِ مایوسی
موت شہ رگ کے قریب آور بہت دور تقیؑ
یادِ فرزند ، دلِ زار کو بَرماتی تھی
جیسے صغراؑ شہِؑ مظلوم کو یاد آتی تھی

دھیان آتا تھا کبھی کرب میں اُس خواہر کا
صورتِ زینبؑ کبریٰ تھی جو بھائی پہ فدا
سوچتے تھے کہ وہ ہوتیں تو یہ اُن سے کہتا
ابھی کمسن ہے بھتیجا اِسے تم کو سونپا
سرپرست اِس کی تمہی میری جگہ پَر اب ہو
یہ سمجھنا کہ یہ سجادؑ ہے تم زینبؑ ہو

اِن خیالاتِ غم انگیز میں پیہم جو گھرے
اشک آنکھوں سے بہے رِیشِ مبارک پہ گرے
کوفہ و شام کے بازار نگاہوں میں پھرے
موت نے تھام لیئے تارِ رگِ جاں کے سرے
چل بسے گلشنِ ہستی سے ہمارے مولا
شہؑ کو روتے ہوئے دنیا سے سدھارے مولا

یاں ہُوا فاطمہؑ کا لال عجم میں مسموم
اور وہاں کب سے مدینے میں بہن تھی مغموم
گو عزیزوں میں ہو ظاہر کا تعلق معدوم
دل کو ہو جاتا ہے سب حال کہیں سے معلوم
مضطرب تھی غمِ فرقت کے سفینے میں بہن
طُوس میں بھائی تڑپتا تھا مدینے میں بہن

وارثِ صابر و شاکر تھے جو راضی بہ رضا / نسیمؔ امروہوی

تھا وہی عالَمِ غربت میں رِضاؑ کا عالَم

تھا وہی عالَمِ غربت میں رِضاؑ کا عالَم
کربلا میں جو شہِؑ کرب و بَلا کا عالَم
وہی تسلیم وہی صبر و رِضا کا عالَم
وہی تسبیح وہی ذکرِ خدا کا عالَم
نقشِ توحید کو اِس طرح مِٹایا جائے
زہر اور ساقیٔ کوثر کو پِلایا جائے

گو بہت دُور وطن سے تھے حسینؑ ابنِ علیؑ
تھا نہ غم خوار بھی اُن کا دَمِ آخر کوئی
رونے والے تو مگر اُن کے تھے موجود کئی
سَر کھلے ہی سہی مقتل میں بہن تھی تو سہی
تھا یقیں غم میں مِرے جان کو کھوئے گی بہن
فاطمہؑ لاش پَہ اور ناقے پہ روئے گی بہن

کشتۂ زہر زمانے میں حسنؑ بھی تھے مگر
نزع میں زانوئے شبیرؑ پہ تھا اُن کا سَر
بہنیں تسکین کو موجود ، تسلی کو پسر
اپنے سب اہلِ وطن ، اپنے عزیز ، اپنا گھر
یاں وطن دُور ، بہن ہے نہ کوئی بھائی ہے
نزع کا وقت ہے اور عالَمِ تنہائی ہے

اِن خیالاتِ غم انگیز میں پیہم جو گھرے
اشک آنکھوں سے بہے ریشِ مبارک پہ گرے
کوفہ و شام کے بازار نگاہوں میں پھِرے
موت نے تھام لئے تارِ رگِ جاں کے سِرے
چَل بسے گلشنِ ہستی سے ہمارے مولاؑ
شہؑ کو روتے ہوئے دنیا سے سِدھارے مولاؑ

تھا وہی عالَمِ غربت میں رِضاؑ کا عالَم

قید میں مولا تقیؑ شام و سحر روتے تھے

قید میں مولا تقیؑ شام و سحَر روتے تھے
روکتے بھی تھے نگہبان مگر روتے تھے
یادِ شبیرؑ میں جب پیٹ کے سَر روتے تھے
در و دیوار کا پھٹتا تھا جگر روتے تھے
مرَتے مرَتے بھی زباں پر شہِؑ صفدر ہی رہے
مدتِ قید میں عابدؑ کے برابر ہی رہے

اِن کے رونے سے ہزاروں کا جگر نرم ہُوا
معتصم پہلے ہی جلتا تھا ، پَر اب آوَر جلا
مِل کے دربان سے آخر وہ اُنہیں زہر دیا
جس کے پیتے ہی کلیجے میں گڑا تیرِ قضا
کچھ وصیت کے بھی لکھنے کی نہ مہلت پائی
قید میں وارثِ کاظمؑ نے شہادت پائی

کون زندان میں اپنا تھا جو اُن کو روتا
بے کسی لاشۂ مظلوم پہ کرتی تھی بکا
نو بزرگ آپ کے فردوس میں کرتے تھے عزا
ایک بی بی کی یہاں آئی یہ پُر درد صدا
لاش پر رونے کو بیٹا ، نہ کوئی بھائی ہے
ہائے بچّے تجھے غربت میں اَجل آئی ہے

یاں نہ مادر ہے ، نہ بی بی ہے ، نہ بیٹی ، نہ بہن
لاش کو ڈھانکنے والا ، نہ کوئی مرد ، نہ زن
اب یہ زنداں کے نگہباں کا ہے دل دوز سخن
تھا وہ طفلِ مدَنی جس نے دِیا غسل و کفن
سب نے دیکھا کہ وہ یوں پیٹ کے سَر روتا ہے
جس طرح باپ کے ماتم میں پسر روتا ہے

کون زندان میں اپنا تھا جو اُن کو روتا
بے کسی لاشۂ مظلوم پہ کرتی تھی بکا
نو بزرگ آپ کے فردوس میں کرتے تھے عزا
ایک بی بی کی یہاں آئی یہ پُر درد صدا
لاش پر رونے کو بیٹا ، نہ کوئی بھائی ہے
ہائے بچّے تجھے غربت میں اَجل آئی ہے

یاں نہ مادر ہے ، نہ بی بی ہے ، نہ بیٹی ، نہ بہن
لاش کو ڈھانکنے والا ، نہ کوئی مرد ، نہ زن
اب یہ زنداں کے نگہباں کا ہے دل دوز سخن
تھا وہ طفلِ مدَنی جس نے دِیا غسل و کفن
سب نے دیکھا کہ وہ یوں پیٹ کے سَر روتا ہے
جس طرح باپ کے ماتم میں پسر روتا ہے

قبرِ اطہر میں اُتاری گئی جب نعشِ امامؑ
نور سے ہوگئی روشن لحدِ پاک ، تمام
پھر کیا رو کے کہیں سے اُسی بی بی نے کلام
رونے والے مِرے شبیرؑ کے تجھ پر ہو سلام
خُلد سے سارے بزرگوں کو یہاں لائی ہے
دفن کرنے تِری میت کو بتولؑ آئی ہے

قید میں مولا تقیؑ شام و سحر روتے تھے / نسیمؔ

(بشکریہ نعت و سلام خواں سیّد ارشاد علی)

برقؔ زیدی

تقسیم کی گئی ہے زکوٰۃ اُسؑ کے نور کی
سیارگانِ چرخ کے بھی خاندان میں

میر رضی میرؔ

اب اِس سے بڑھ کے شرف آدمی کا کیا ہوگا
رُکی ہوئی ہے قیامت " اک آدمیؑ " کے لئے

قید ہو کے جو چلے شہرِ مدینہ سے تقیؑ

قید ہو کر جو چلے شہرِ مدینہ سے تقیؑ
ظالموں کو تھا یہ ڈر راہ میں روکے نہ کوئی
لے چلے باندھ کے زنجیروں میں جلدی جلدی
جَد کے روضے پہ یہ کہنے کی بھی فرصت نہ ملی
دشمنِ جاں ہوئی ، بے وجہ خدائی نانا
ظلم تو دیکھئے اُمّت کی دُہائی نانا

بِضعۂ قلبِ پیمبرؐ کی لحد سے گزرے
یاس سے دیکھتے شبرؑ کی لحد سے گزرے
رو دیئے عابدِؑ مضطر کی لحد سے گزرے
آہ کی باقرؑ و جعفرؑ کی لحد سے گزرے
آخری بار زیارت کی اجازت نہ ملی
اِن مزاروں سے بھی رخصت کی اجازت نہ ملی

تھا وہ ذِی الحج کا مہینہ کہ ہُوا جب یہ ستم
غم یہ تھا اب کی محرم میں کہاں ہوں گے ہم
قید میں بزم بپا کر کے منائیں گے جو غم
طوق گردن میں ہے کس طرح کریں گے ماتم
یہ شقی لاکھ ہمیں رونے پہ ایذا دیں گے
اپنے دادی کو تو ہر حال میں پُرسا دیں گے

راہ میں تھے کہ محرم کا پڑا چاند نظر ×
دل پہ وہ چوٹ لگی شمر کا جیسے خنجر
آ گیا یاد وہ مظلوم ، وہ کنبہ ، وہ سفر
دیکھ کر چاند وہ صابر کی دعا رو رو کر
راہ میں اپنی یہ توفیق عطا کر یارب
تجھ پہ قربان ہو پہلے مِرا اکبرؑ یارب

روتے روتے کبھی بندھتی تھی جو اُن کی ہچکی ×
جاگ اُٹھتے تھے غم انگیز صدا سُن کے شقی
ظلم ڈھاتے تھے کچھ ایسا کہ تڑپتے تھے تقیؑ
تازیانوں سے کبھی اور سِنانوں سے کبھی
صبر سے ظلم یہ سب کشتۂ غم سہتا تھا
آنکھ سے اَشک ، تو پہلو سے لہو بہتا تھا

راستے بھر یوں ہی کرتے ہوئے مظلوم کو یاد
تھی محرم کی نویں جبکہ یہ پہنچے بغداد
تنگ زنداں میں ہوئے قید ، مثالِ سجادؑ
آئی زہراؑ کی صدا میرے تقیؑ جوادؑ
میں تیرے ساتھ ہوں کل شام کو پھِر آؤں گی
کربلا میں کبھی بغداد میں رہ جاؤں گی

شبِ عاشور تھی وہ فرض تھی شب بیداری
رات بھر اشک رہے دیدۂ تَر سے جاری
تھا کبھی پیاسوں کا ماتم کبھی ذکرِ باری
یادِ مظلوم میں وہ رات بسر کی ساری
صبح جب سوئے فلک آنکھ اُٹھا کے دیکھا
تیں کُشتوں کو مصلّے پہ تڑپتے دیکھا

اِس قدر روئے کہ اشکوں سے مصلّیٰ ہُوا تَر
کربلا ہی کے خیال آتے رہے پھِر دن بھر
العطش کہتی ہے وہ چار برس کی دُختر
جاں بلب پیاس سے جُھولے میں ہے ننھا سا پسر
یادِ اصغرؑ میں جو کھا کھا کے پچھاڑیں روئے
رو دیئے غیر بھی جب مار کے دھاڑیں روئے

کون زندان میں اپنا تھا جو اِن کو روتا
بے کسی لاشۂ مظلوم پہ کرتی تھی بکا
آٹھ معصوم تو فردوس میں تھے محوِ عزا
ایک بی بی کی یہاں آتی تھی پُر درد صدا

لاش پَر رونے کو بیٹا نہ کوئی بھائی ہے
ہائے بچے تجھے غربت میں اَجل آئی ہے

قید ہو کے جو چلے شہرِ مدینہ سے تقیؑ

مرزا اسد اللہ خاں غالبؔ

یہ اجتہاد عجب ہے کہ ایک دشمنِ دِیں
علیؑ سے آکے لڑے اور خطا کہیں اُس کو؟!

حکیم مومن خاں مومنؔ

مصداق ہُوا آیۂ "تبت" کا یزید
فرزندِ یدُاللہ سے بیعت مانگی؟!

کون سا ظلم تھا جو مولا نقیؑ نے نہ سہا

کون سا ظلم تھا جو مولا نقیؑ نے نہ سہا
بد دعا دِل میں مچلتی رہی ہونٹوں کو سیا
ایک دل سنگ خلیفہ نے مگر قہر کیا
ہائے مظلوم کو پانی نہ دیا ، زہر دیا
پاس اُس دَم کوئی ہمدرد نہ شیدائی تھا
کسمپُرسی میں عجب عالمِ تنہائی تھا

عسکریؑ روتے تھے زانو پہ رَکھے باپ کا سَر
بہرِ اِمداد برادر تھا نہ کوئی خواہر
کربلا ایسے میں آجاتی تھی جب پیشِ نظر
دل سے آتی تھی یہ آواز وہ جنگل تھا ، یہ گھر
گود میں فرقِ مطہّر ہے یہاں بابا کا
تھا وہاں جلتی ہوئی ریت پہ سَر دادا کا

یاں ابھی میں نے پِلایا تھا پدر کو پانی
تین دن سے وہاں پیاسا تھا نبیؐ کا جانی
یاں میسر ہے کفن ، دَفن میں ہے آسانی
ہائے بے گور و کفن لاش کی واں عریانی
پارۂ دل ہے یہاں اشک بہانے کے لیے
واں تھا بیمار پسر قید میں جانے کے لیے

اِن مناظر کے تصور میں یہ تھے محوِ بکا
ناگہاں بولے یہ گھبرا کے ہمارے مولاؑ
بہرِ تعظیم اُٹھاؤ مجھے اے ماہ لقا
خُلد سے لائے ہیں تشریف ، رسولِؐ دوسَرا
ساتھ زہراؑ کے شہِؑ بدر و حنین آئے ہیں
میرے لینے کو حسنؑ اور حسینؑ آئے ہیں

پھر اُٹھا کر سرِ پُرنور پکارے یہ امامؑ
میرے نانا مِرے دادا مِری دادی کو سلام
کہہ کے یہ گرِ گئے تکیئے پہ جو مولائے انام
عسکریؑ روئے تڑپنے لگیں ارواحِ کرام
پُرسہ دیتا تھا نہ کوئی ، نہ گلے ملتا تھا
پنجتنؑ روتے تھے اور عرشِ خدا ہِلتا تھا

فاطمہؑ کرتی تھیں یہ بَین تڑپ کر ہر بار
میرے شبیرؑ کے پوتے تِری غربت کے نثار
مثلِ شبرؑ کے جو نیلا ہے تنِ زار و نزار
وقتِ رحلت تجھے پانی بھی ملا گُل رُخسار
کب گھرانا کہیں ایسا کوئی مظلوم ہُوا
ساتواں تو مِرا پوتا ہے جو مَسموم ہُوا

کون سا ظلم تھا جو مولا نقیؑ نے نہ سہا

جب زہر سے شہید ہوئے گیارھویں امامؑ

جب زہر سے شہید ہوئے گیارھویں امامؑ
سامَرّہ والے خاک اُڑانے لگے تمام
بازار بند کر دیئے چھوڑے سب اپنے کام
ماتم میں عسکریؑ کے ہوئے محو خاص و عام
دروازۂ امامؑ پہ ایسی فُغاں ہوئی
سامَرّہ میں قیامتِ صغریٰ عیاں ہوئی

جس گھر میں تھی بَنی ہوئی قبرِ علی نقیؑ
اُس میں ہی دفن لاشِ حسن عسکریؑ ہوئی
گھر گھر سے تھی بُلند صدا آہ آہ کی
انتیس سال بھی نہ ہوئی عمرِ عسکریؑ
مدفون خوب عسکریؑ بے وطن ہُوا
پیاسے حسینؑ کو نہ میسر کفن ہُوا

اب اِس قلق سے ہوتے ہیں ٹکڑے دل و جگر
ظلم اہلبیتؑ پر کیئے اعدا نے اِس قدر
سجادؑ جیسے روئے نہ لاشِ حسینؑ پَر
یونہی نہ رویا عسکریؑ کی لاش پَر پسر
دُرّے اُٹھائے گرِد وہاں نابکار تھے
آمادہ قتل پَر یہاں بدعت شِعار تھے

مولاؑ امامِ عصر ہوئے آپ تو نہاں
بچتے تو کیسے عابدؑ بیمار و ناتواں
دینا تھا اُن کو صبر و تحمل کا امتحاں
وہ کوفہ ٔ و دمشق گئے پہنے بیڑیاں
اسلام کا تھا بار مجاہد کی پشت پَر
دُرّے برستے رہتے تھے عابدؑ کی پشت پَر

مولاؑ بہت بلند ہے حضرتؑ کا مرتبہ
لیکن ہے بے مثال یہ عابدؑ کا حوصلہ
لے کر چلے جو ساتھ اسیروں کا قافلہ
دُشوار سارے مرحلوں سے تھا یہ مرحلہ
دن بَن گیا تھا رات نگاہِ امام میں
ماں بہنیں پُھپیاں ساتھ تھیں بازارِ شام میں

سجادِؑ ناتواں گئے دربارِ عام میں
ایذا رَساں تھے جمع سب اِس اِژدِھام میں
اِس درجہ تابِ ضبط تھی چوتھے امامؑ میں
دفنایا خود سکینہؑ کو زندانِ شام میں
ظلم اِس قدر ہوئے تھے محمدؐ کی آلؑ پَر
رویا یزید خود بھی اسیروں کے حَال پَر

جب زہر سے شہید ہوئے گیارھویں امامؑ / ظہورؔ جارچوی

معتمد کا تھا زمانہ کہ ہُوا ظلم یہ آہ

معتمد کا تھا زمانہ کہ ہُوا ظلم یہ آہ
عسکریؑ زہر سے مارے گئے بے جرم و گناہ
چند لمحے بھی نہ گزرے کہ تڑپنے لگے شاہؑ
آئی زہراؑ کی یہ آواز کہ اِنا لِلّٰہ

جاں بلب ہے مِرا فرزند دُہائی بابا
مرَ کے اب قید سے کیا ہوگی رِہائی بابا

کسی پہلو مِرے بچّے کو نہیں ہے آرام
کروٹیں لیتا ہے بستر پہ تڑپ کر گلفام
آکے بالینِ حسنؑ پھِر یہ کیا رو کے کلام
رونے والے مِرے شبیرؑ کے تجھ پر ہو سلام

نزع کا وقت ہے اور عالَمِ تنہائی ہے
سَر ترا گود میں لینے کو بتولؑ آئی ہے

گھر میں اپنے تھے نظر بند جو مولائےؑ انام
دو ہی مونس تھے یہاں ایک کنیز ایک غلام
اک نگاہوں سے نہاں پانچ برس کا گلفام
اُس کو لپٹائے ہوئے سینے سے کہتے تھے امامؑ
تم کو گھر بار تمہیں عُقدہ کُشا کو سونپا
باپ رُخصت ہے مِرے لال خدا کو سونپا

آج ہے آٹھویں تاریخِ ربیعُ الاوّل
غرقِ اشکِ غمِ شبیرؑ ہیں آنکھوں کے کنول
میرے مرنے سے پڑے ماتمِ شہؑ میں نہ خلل
ہو جو غَیبت بھی تو جاری رہے یہ طرزِ عمل
جانِ زہراؑ کے لئے اشک بہانا بیٹا
ہر جگہ مجلسِ شبیرؑ میں جانا بیٹا

ناگہاں پیاس لگی پینے کو پانی مانگا
دوڑ کر آبِ خُنَک لائی کنیزِ مولاؑ
جام کو دیکھ کے یاد آگیا جو خشک گلا
ہائے شبیرؑ کہا اور وہیں دَم توڑا
گرِ گئے تکیئے پہ تیورا کے بس اک بار ، حسنؑ
چَل بسے پیاسے ہی ، پیاسے کے عزادار ، حسنؑ

دوستو حسبِ تمنائے امامِؑ کونین
مجلسِ غم میں ہیں مہدیؑ بھی ہمارے مابَین
دل سے آتی ہے یہ آواز بہ صد شیون و شین
السلام اے شہِؑ دیں ، منتقمِ خونِ حسینؑ
اشکِ غم نذرِ امامِ دوسَرا کرتے ہیں
تعزیت آپؑ کے بابؑا کی ادا کرتے ہیں

معتمد کا تھا زمانہ کہ ہُوا ظلم یہ آہ

چُھٹ کر پَدر سے بے کَس و تنہا تھے عسکریؑ

چُھٹ کر پَدر سے بیکس و تنہا تھے عسکریؑ
پابندِ حکمِ خالقِ یکتا تھے عسکریؑ
حق کے وَلی تھے خَلق کے مولا تھے عسکریؑ
احساں تھا جس کا جوش وہ دریا تھے عسکریؑ
ابرِ کرم تھے بحرِ سخا تھے زمانے میں
ویسے ہی جیسے ہوتے رہے اِس گھرانے میں

بے مثل تھے جو عالمِ دِیں حُجّتِ اِلٰہ
کیا قدر جاہلوں میں ہوئی اُس کی آہ آہ
دَم بھر نہ دستِ ظلمِ عَدُو سے ملی پناہ
پردیس میں غریبِ مدینہ ہُوا تباہ
صدمے طرح طرح کے رہے ایک جان پر
آیا کسی طرح کا نہ شکوہ زبان پر

زندانِ شام سا تو نہیں ہے کوئی مکاں
مخصوص ہے مصیبتِ سجادؑ ناتواں
اِس طرح کی زمیں ہے کہاں زیرِ آسماں
مسکن بَلا کا گھر تھا کہ آفت کا الاماں
پیدا ہوئے تھے عقرب و مار اُس کی خاک سے
پوچھے کوئی یہ رنج و مِحَن آلِؑ پاک سے

تھا کون اِس خرابے میں غم خوارِ اہلبیتؑ
کس گھر میں تھی لُٹی ہوئی سَرکارِ اہلبیتؑ
دَم توڑتا تھا قافلہ سالارِ اہلبیتؑ
مجبور تھا پڑا ہُوا مختارِ اہلبیتؑ
بستر زمینِ سخت کا ، تکیہ تھا خِشت کا
ویرانے میں اسیر تھا مالک ، بہشت کا

موقع ملا تو زہر دیا شہؑ کو بے گناہ
لختِ دلِ رسولؐ کی حالت ہوئی تباہ
بیمار ہو کے اُٹھ نہ سکا حُجّتِ اِلٰہ
مکّار معتمد سا نہ ہوگا خدا گواہ
بھیجے طبیب اُس نے دوا کرنے کیلئے
پوشیدہ اپنا حالِ جفا کرنے کیلئے

شدت وہ تپ کی زہر کا وہ صدمۂ گراں
ایسا تھا ضعف کانپتا تھا جسمِ ناتواں
کمسن ابھی تھے حُجّتِ حق صاحبُ الزماں
تھا دوسرا برس ، کوئی کہتا ہے پانچواں
جانِ نبیؐ نے بارِ امامت اُٹھالیا
اِس کم سنی میں کوہِ مصیبت اُٹھالیا

چُھٹ کر پدر سے بے کس و تنہا تھے عسکریؑ

اے صاحبُ الزماںؑ یہ زمانہ الم کا ہے

اے صاحبُ الزماںؑ یہ زمانہ اَلم کا ہے
اعدا کو رنج شاہِؑ شہیداں کے غم کا ہے
دشوار ذِکر، کُشتۂ درد و اَلم کا ہے
ہم کو سہارا آپ ہی کے ایک دَم کا ہے
وردِ زباں دعا ہے ظہورِ امامؑ کی
آئے وہ دن کہ راہ کھلے انتقام کی

پہلے بتولؑ آئیں گی محشر میں بے قرار
آہوں سے کانپ اُٹھے گا جبھی عرشِ کردگار
پَر آمدِ حسینؑ ہے تصویرِ انتشار
سب قافلہ بھی ساتھ مع طفلِ شیر خوار
وہ ایک تازہ حشر وہ معصوم کا بیاں
عادل کی بارگاہ میں مظلوم کا بیاں

نوحہ کریں گے عرصۂ محشر میں خاص و عام
حال اپنا جب کریں گے بیاں شاہِؑ تشنہ کام
اے مومنو یہ غور و تامّل کا ہے مقام
کیا کیا کہیں گے داد رسِ خَلق سے امامؑ
کعبہ میں آنا اہلِ حرم کو لئے ہوئے
جانا بَلا کے دشت میں بے حج کئے ہوئے

شورش وہ فوجِ شام کی وہ سَر زمیں اداس
شہزادیاں مدینے کی جنگل میں بے حواس
مہمانوں کی وہ دل شکنی وہ ہجومِ یاس
بچّوں کا ساتھ اور کئی دن کی بھوک پیاس
عاشور کو حسینؑ کا دل چاک ہو گیا
لاشوں کا ایک ڈھیر سَرِ خاک ہو گیا

روئے ہر ایک ناصر و یاور کی لاش پَر
قاسمؑ یتیمِ حضرتِ شبرؑ کی لاش پَر
لاشوں پہ بھانجوں کے برادر کی لاش پَر
بِن بیاہے نوجواں علی اکبرؑ کی لاش پَر
وہ تیرِ ظلم ، حرملۂ نابکار کا
حضرتؑ کی گود اور لہو شِیر خوار کا

اللہ سے کہے گا وہ مظلوم اپنا حال
وہ زخم کھا کے گھوڑے سے گرِنا دَمِ زوال
سینے کا درد ، شمر کی سختی ، زمین لال
پانی کا سنگ دل سے دَمِ واپسیں سوال
بے آب تیغ ، خشک گلا ، وا مصیبتا
وہ بعدِ قتل ، رنج و بَلا ، وا مصیبتا

سجادؑ جب دوبارہ اسیرِ جفا ہوئے

سجادؑ جب دوبارہ اسیرِ جفا ہوئے
زنجیر اور طوق میں پھر مبتلا ہوئے
روحِ رسولِؐ پاک کو صدمے سِوا ہوئے
درد و الم بتولؑ کو لا انتہا ہوئے
غُل تھا کہ پھر مدینے کی بستی اُجڑتی ہے
گردن میں طوق ، پاؤں میں زنجیر پڑتی ہے

القصہ جس گھڑی کہ نمایاں ہوئی سحَر
لشکر ہُوا یزید کا آمادۂ سفر
اُٹھیں وضو کو خواہرِ سلطانِ بحر و بر
فضہؑ نے جانماز بچھائی بچشمِ تر
اک دَم ملول حد سے سِوا ہوتی جاتی تھیں
زینبؑ نماز پڑھتی تھیں اور روتی جاتی تھیں

فارغ ہوئیں دعا سے جو زینبؑ بچشمِ تر
فضہؑ کو تب بُلا کے یہ بولی وہ نوحہ گر
یاں سے بہت قریب ہے سنتی ہوں وہ شجر
خولی نے جس درخت میں باندھا تھا شہؑ کا سَر
لے چَل وہاں پہ فاطمہؑ زہرا کی جائی کو
روؤں گی اُس درخت کے نیچے میں بھائی کو

روئیں بیان کرکے جو زینبؑ محالِ زار
مابینِ دشت ، ہائے حُسینا کی تھی پکار
اک باغ تھا وہاں کہ ہر اک گُل تھا جس کا خار
تھا مُہتَمِم وہاں کا تمیمِ ستم شِعار
ظلمت عیاں تھی کفر کی اُس بد خصال سے
رکھتا تھا بُغض دل میں محمدؐ کی آلؑ سے

پوچھا یہ اُس نے آکے قریبِ سپاہِ شَر
عورت یہ کون سی ہے جو روتی ہے اِس قدر
بولا کوئی شقی کہ تجھے کیا نہیں خبر
زینبؑ یہی ہے عاشقِ سلطانِ بحر و بَر
مدت سے سوگوارِ شہِؑ تشنہ کام ہے
یہ خواہرِ حسین علیہ السّلام ہے

سننا تھا یہ کہ غیظ میں آیا وہ بد زباں
پہنچا قریبِ دخترِ خاتونِ اِنس و جاں
تھا آہنی جو ہاتھ میں اک بیلچہ گراں
مارا شقی نے فرق پہ زینبؑ کے ناگہاں
غش آ گیا زمین پہ تھرا کے گرِ پڑیں
سَر پَر لگی وہ ضرب کہ تیورا کے گرِ پڑیں

مُہلِک مَرض میں جب یہ قیامت ہوئی بپا
صدمے سے سَرد ہوگئے زینبؑ کے دست و پا
صحرا میں جنّ و انس کے رونے کی تھی صدا
پہنچیں جِناں میں خواہرِ سلطانِ کربلا
آنے لگی بکا کی صدا آسمان سے
غُل پڑ گیا کہ اُٹھ گئیں زینبؑ جہان سے

دوڑی یہ حال دیکھ کے فضہؑ بصد اَلم
دیکھا کہ جسمِ پاک میں باقی نہیں ہے دَم
دوڑی وہاں سے پیٹتی سَر وہ اسیرِ غم
عابدؑ کے پاس آ کے پکاری بچشمِ نم
جنت میں سوگوارِ شہِ بحر و بَر گئیں
جلد آیئے کہ زینبِؑ دل گیر مرَ گئیں

اے سَرگروہِ آلِؑ عبا وا مصیبتا
سَر پَر اُڑاؤ خاکِ عزا وا مصیبتا
تازہ ستم یہ آور ہُوا وا مصیبتا
زینبؑ نے کی جہاں سے قضا وا مصیبتا
سامانِ غسلِ زینبِؑ دل گیر کیجئے
جلدی پھوپھی کے دفن کی تدبیر کیجئے

سجادؑ جب دوبارہ اسیرِ جفا ہوئے

حضرتِ امام شافعیؒ

كَفٰى فِى فضلِ مولانا عليِّ
وُقُوعُ الشَكِّ فِيهِ اَنَّهٗ اللّٰه
وَماتَ الشّافَعى وَ ليسَ يَدرِى
علىٌ رَبّه اَم ربّهٗ اللّٰه

(ماخوذ از صحیفۂ معرفت / سیّد اشتیاقؒ حسین تقوی)
مدیر ماہنامہ الامیر کراچی

جب کربلا سے لُٹ کے وطن کو حرم پھرے

جب کربلا سے لُٹ کے وطن کو حرم پِھرے
گرِیاں سیاہ پوش بصد رنج و غم پھرے
اک دوسرے سے کہتے ہوئے یہ بہم پھرے
یوں لَوٹ کر نہ آئے کوئی جیسے ہم پھرے

حُجروں میں سب تواشکوں سے دامن بھگوتی ہیں
لیکن رباب ؑ صحن ہی میں بیٹھی روتی ہیں

جب بیٹھے بیٹھے دھوپ میں عرصہ گزر گیا
حالت خراب ہوگئی چہرے کا رنگ اُڑا
زینب ؑ نے اِک دن آکے بڑے درد سے کہا
حُجرے میں چلیے بھابی یہ ہے حکم امام کا

سائے میں اب محال کچھ اوسان کیجئے
یوں دھوپ میں نہ جان کو ہلکان کیجئے

جب سب بضد ہوئے تو یہ کہنے لگیں ربابؑ
وعدہ کیا ہے روبروئے ابنِ بوترابؑ
سائے میں اب نہ بیٹھوں گی اے آسماں جناب
کس دل سے لاؤں وعدہ خلافی کی اب میں تاب
کیا یہ سُنوں میں فاطمہؑ کے نورِ عین سے
وعدہ وفا نہ کرسکی باتوؑ حسینؑ سے

جب دھوپ سے اُٹھی نہ ربابِؑ جگر فگار
سمجھا کے لے چلے اُنھیں سجادِؑ نامدار
رُخ کرکے کربلا کی طرف روئیں زار زار
بولیں کہ وعدہ آپ سے تھا ہُوں میں شرمسار
مجبور کردیا مجھے حکم امامؑ نے
رکھ لیجے آبرو مِری اِن سب کے سامنے

یہ کہتے کہتے ہچکی لگی دَم نکل گیا
سجادؑ بولے اماں نے وعدہ وفا کیا
زینبؑ نے روکے سبطِ پیمبرؐ کو دی صدا
آسان کر دو میری بھی مشکل پئے خدا
میرے بُلانے میں بھی نہ تاخیر اب کرو
اکبرؑ کا واسطہ مجھے جلدی طلب کرو

زینبؑ کی اِس فغاں پہ قیامت کا تھا سماں
تھیں ہی بیاں رُبابؑ کی قسمت پہ نوحہ خواں
اور سَر جُھکائے بیٹھے تھے سجادِؑ ناتواں
آئی صدائے سیّدہؑ کانوں میں ناگہاں
مرقد میں اپنی آج یہ سوئے گی چَین سے
میں صدقے اِس نے خوب نباہی حسینؑ سے

جب کربلا سے لُٹ کے وطن کو حرم پھرے / امیر چھولسی

(بشکریہ سوز خواں عاشق علی / رہتاس ضلع جہلم)

مختارؑ قیدِ کوفہ سے جب ہو گئے رِہا

مختارؑ قیدِ کوفہ سے جب ہو گئے رِہا
اور اختیار تختِ حکومت پہ مِل گیا
مارا اُسے جو قاتلِ آلِ نبیؐ مِلا
فی النّار جب کہ ابنِ زیادِ لعیں ہُوا
خوش ہو کے شکرِ خالقِ کون و مکاں کیا
اک نامہ بَر کو جانبِ یثرِب رواں کیا

عرضی لکھی یہ عابدِؑ عالی مقام کو
مارا ہے قاتلانِ شہِؑ تشنہ کام کو
مولا یہ آرزو ہے اِس ادنیٰ غلام کو
حضرت اُتاریں رَختِ عزائے امامؑ کو
سیدانیوں سے کہیے نہ آہ و بکا کریں
کھائیں پئیں غلام کے حق میں دُعا کریں

پائی ہے میں نے یہ بھی خبر یا امامؑ دِیں
بیٹھی ہیں صحن خانہ میں بی بی کوئی حزیں
ڈر ہے مجھے ہلاک نہ ہو جائیں وہ کہیں
فِی النّار ہو چکا ہے بنِ کاہلِ لعیں
دل کو سنبھالیں اب علی اصغرؑ کا واسطہ
سایہ میں بیٹھیں ، سبطِ پیمبرؐ کا واسطہ

نامہ امامِؑ عصر نے مختارؑ کا پڑھا
بیتُ الشرف میں جا کے یہ مخدومہ سے کہا
یہ دُھوپ اور اوس کی تکلیف تا کجا
اماں ہمیں یہ خط میں ہے مختارؑ نے لکھا
ہوگی اُسے خوشی اگر آرام پائیں آپ
میں بھی یہ چاہتا ہوں کہ سائے میں آئیں آپ

مخدومہ نے سُنا جو یہ فرمان امام کا
رو کر کہا اُٹھاؤ اگر ہے یہی رِضا
دیکھا اک آہ بھر کے سُوئے دشتِ کربلا
ہاتھوں کو جوڑ کر بصد اندوہ یہ کہا
میں جیتے جی نہ اُٹھتی کبھی اِس مقام سے
مولاؑ چلی ہوں سائے میں حکم امامؑ سے

یہ کہہ کے اُٹھنا چاہا نہ اُٹھا گیا مگر
سب مل بیاں لپٹ گئیں جلدی سے دوڑ کر
اُٹھی نہ تھیں کہ سُوئے جِناں کر گئیں سفر
رو کر پکارے سیّدِ سجادؑ نامور
لے کر چلی ہو مل بیو کس خوش سَرِشت کو
اماں روانہ ہوگئیں باغِ بہشت کو

مختارؑ قیدِ کوفہ سے جب ہوگئے رِہا/ظہورؔ جارچوی

نوحہ / بَین

نمبر شمار	مصرعۂ اولیٰ	Page
1	اے چاند کربلا کے تو نے تو دیکھے ہوں گے	736
2	لاچار حُسینؑا بے یار حُسینا	738
3	جویائے برادر شیدائے برادر	739
4	سقائے سکینہؑ شیدائے سکینہ	740
5	پروان چڑھالوں ارمان نکالوں	741
6	لاچار کھڑی ہے بے یار کھڑی ہے	742
7	پیاسوں سے زیادہ دور نہ تھا بہتے ہوئے دریا کا پانی	743
8	ہلتی ہے زمیں روتا ہے فلک اندھیاری چھانے والی ہے	744
9	بنتِ زہراؑ یہ کہتی تھی رو رو میرے بھائی کا لاشہ بتادو	744
10	ابنِ ملجم نے حیدرؑ کو مارا، روزہ دار و قیامت کے دن ہیں	745
11	سواری ہے شہیدِ کربلا کی	746
12	صُبَّت عَلَیَّ مَصَائِبٌ لَو اَنَّھَا	749
13	اب آئے ہو بابا	750
14	اونچا رہے اپنا علم	752
15	کربلا کی فضاؤں میں اب تک ایک دکھیاری ماں کی صدا ہے	754
16	دَم بدم اُن کا دَم بھرے جاؤ	755
17	غمِ حسینؑ منانا بہت ضروری ہے	756

نمبر شمار	مصرعہ اولیٰ	Page
18	میرے غریب اَلوِداع، میرے شہید اَلوِداع	758
19	میرے بابا میرے بابا	759
20	حسنؑ کا سہرا	761
21	عباسؑ کہاں ہو	762
22	رو رو کے پوچھتی ہیں بانوئے شہِ زمن سے	763
23	کون آلِ پیمبرؐ کا اب پوچھنے والا ہے	764
24	شہؑ نے درِ خیمے سے زینبؑ کو پکارا ہے	769
25	گھبرائے گی زینبؑ مر جائے گی زینبؑ	773
26	سلامِ آخر / سلام خاک نشینوں پہ سوگواروں کا	774
27	بے پردہ حرم ہیں ساتھ ترے پردیسی دیس پرایا ہے	776
28	پردیسی کنبے والوں کی یاد جو تیر چبھوتی ہے	777
29	نشانِ فوجِ پیمبرؐ سجایا جاتا ہے	778
30	جنسلیوں والے مرے	779
31	ہائے اکبرؑ جواں ہائے اکبرؑ جواں	781
32	قمرِ اصغرؑ پہ کہتی تھی مادر گھر چلو شام ہوتی ہے اصغرؑ	782
33	اب کس کا انتظار ہے اُٹھو سکینہؑ گھر چلو	783
34	اے سکینہؑ اب نہ بابا آئیں گے	785
35	مارا گیا حسینؑ جو مہمانِ کربلا	786
36	معصومہؑ کو تربت میں بھی ظالم نے ستایا، فریاد خدایا	787

نمبر شمار	مصرعہ اولیٰ	Page
37	ہائے ظالم نے کیا ظلم ڈھایا، اہلبیتِ نبیؐ کو ستایا	787 788
38	اے کربلا بتا ، علی اصغرؑ کہاں گیا	789
39	بعدِ حسینؑ کس نے کہا میں یتیم ہوں	791
40	نُرکیڈارو	792
41	جب کبھی غیرتِ انساں کا سوال آتا ہے	795
42	بانوؑ کا یہ ارماں تھا آباد مکاں ہوگا	796
43	کربلا سے جو کبھی ہو کے ہوا آتی ہے	797
44	کیا کیا ستم حسینؑ کے دل پر گزر گئے	798
45	یاد آئی نہ تمہیں فاطمہ صغراؑ، بابا	799
46	لوٹا گیا ہے سبطِ پیمبرؐ، وطن سے دور	800
47	بیوہ شبیرؑ کی رو کر پکاری میرے بچے کی آتی ہے منہدی	802
48	سیّدِ ابرار نے ترکِ وطن کر دیا	803
49	**مختصر زیارات**	804

بستہ / حضرتِ شادانؔ دہلوی

جہاں کہیں نِگہِ فن شناس ملتی ہے
وہاں پہ دادِ ہنر بے قیاس ملتی ہے
جو سوز خواں کا ہو ذکرِ حسینؑ پر تکیہ
بیاض و بستہ ٔ و بازو کی آس ملتی ہے

اے چاند کربلا کے / سید سبط جعفر

اے چاند کربلا کے تو نے تو دیکھے ہوں گے
اُترے تھے اِس زمیں پر عرشِ بریں کے تارے
اے چاند جلوہ گر ہے ہاشم کا چاند یاں پر
خیرات روشنی کی لے لیجیو یہاں سے
اے چاند اِس زمیں پر رکھیو ہمیشہ ٹھنڈک
سوتے جو ہیں یہاں پر زہراؑ کے ہیں یہ پیارے
تسنیم و سلسبیل و کوثر کے ہیں یہ مالک
مارے گئے جو پیاسے اِس نہر کے کنارے
حُرؑ اور حبیبؑ جیسے جانباز اور احباؑ
مارے گئے یہیں پر انصارؓ شاہِ دیں کے
مارے گئے یہیں پر بیدردی و ستم سے
مسلمؑ کے دونوں پیارے زینبؑ کے دونوں بیٹے
پامال ہو رہی تھی قاسمؑ کی لاش رن میں
عباسؑ اور سرورؑ چنتے تھے انکے ٹکڑے
بازو کٹے یہیں پر عباسؑ باوفا کے
اِذنِ وَغا نہ پایا پانی بھی لا نہ پائے

اِس سَر زمیں پہ گزرا سَرور پہ یہ بھی صدمہ
سینے پہ کھائی برچھی ہمشکلِ مصطفیٰ ؐ نے
پانی پلانے لائے اک مہ لقا کو سَرورؑ
کیا ذبح حرملہ نے تیر ستم لگا کے
گردن چھدی پسر کی بازو چھدا پدر کا
دونوں تڑپ تڑپ کر پیاسے جہاں سے گزرے
اِس بَن میں ایک بچی بابا کو ڈھونڈتی تھی
بکھرے ہوئے پڑے تھے جب سَر بُریدہ لاشے
پھر یہ بھی تو نے دیکھا وہ غم رسیدہ بچی
سینے پہ سو رہی تھی بے سَر پدر سے لپٹے
بازو بندھے یہیں پر پہلے پہل حرم کے
اِس سَر زمیں سے نکلے سجادؑ سَر جُھکائے
شہزادۂ جِناں ہی مالک ہے کربلا کا
کس کی مجال آئے جب تک نہ وہؑ بلائے
پہنچا ہے کربلا میں ناچیز سبطِ جعفر
اے کاش پھر مقدر ہم کو یہ دن دِکھائے

☆☆☆☆☆

(ورودِ کربلا کے موقع پر چمکتے چاند کو دیکھ کر فی البدیہ کہے گئے اشعار)

لاچار حُسینا ؑ / متین ؒ

لاچار حُسینا ؑ بے یار حُسینا
اے بیکسوں کے قافلہ سالار حسینا

وہ خنجرِ بے پیر کجا ہائے مقدر
اور بوسہ گہِ احمدِ مختار حسینا

قربان گئی دیکھو تو کیا پشت بہن کی
نوکوں سے سنانوں کی ہے افگار حسینا

ماں بیٹھنے دے مکھی نہ جس جسم کے اوپر
اُس جسم پہ یوں تیروں کی بوچھار حسینا

بَل کھائے نہ کیوں دل مِرا جب نوکِ سناں پر
بندھ جائیں ترے گیسوئے خم دار حسینا

دَرّانہ عَدو بے ادبانہ ہوئے داخل
گھر فاطمہؑ کا ہوگیا بازار حسینا

ماں بہنوں کے اونٹوں کا بنا کون شتربان
عابدؑ کے سِوا صاحبِ آزار حسینا

سَر ننگے بہن کو تِری اعدا نے پھِرایا
یوں لوٹی گئی ہے تِری سرکار حسینا

بیمار کو زنجیروں میں اعدا نے جکڑ کر
پہنایا ہے اک طوقِ گراں بار حسینا
بچوں کو طمانچے ستم ایجادوں نے مارے
کچھ کہہ نہ سکی زینبؑ ناچار حسینا
آدمؑ صفیُ اللہ سے تا عیسیٰؑ دوراں
ایسی نہ لٹی تھی کوئی سرکار حسینا

(بشکریہ سوز خواں محمد احمد جعفری)

جویائے برادر / متینؒ

جویائے برادر شیدائے برادر
عباسؑ کہاں سے تمہیں لے آئے برادر
لُوٹا گیا شبیرؑ دوہائی ہے خدا کی
اب بندِ کمر ٹوٹ گیا ہائے برادر
اے گود کے پالے یہ تاسف کا محل ہے
میں زندہ ہوں اور برچھیاں تُو کھائے برادر
اب کوئی نہ باقی رہا ایسا کہ پس از مرگ
لاشہ مِرا مقتل سے اٹھا لائے برادر

پانی نہ پیا سوچ کے یہ پیاسا ہے بھائی
قربان وفا کی تری ہوجائے برادر

(بشکریہ الحاج فائق حسین رضوی برادران و پسران)

سقائے سکینہؑ / متینؒ

سقائے سکینہؑ شیدائے سکینہ

عباسؑ چچا صدقہ ہو مرجائے سکینہؑ
کیوں عمّو یہی مرضی ہے جو شمر کے ہاتھوں
دن رات پڑی سیلیاں یوں کھائے سکینہؑ
اب کاہے کو یہ ہوگا کہ تم ڈیوڑھی پر آؤ
اور دور سے لینے کے لئے آئے سکینہؑ
گُلرنگ ہے کُرتا مِرا کانوں کے لہو سے
کس چاہنے والے سے یہ دُھلوائے سکینہؑ
چہ کوئی بے آبی سے ایسا نہ ہو بیتاب
جس طرح تڑپتی ہے پڑی ہائے سکینہؑ

(بشکریہ سوز خواں حاجی سیّد کفایت حسین مرحوم)

پروان چڑھالوں / متین ؔ

پروان چڑھالوں ارمان نکالوں

ٹھہرو علی اکبرؑ تمہیں دولھا تو بنالوں

پھل برچھی کا کھائے ہوئے سوتے ہو زمیں پر

اے لال میں کس طرح کلیجے کو سنبھالوں

شاید یونہی تھم جائے لہو زخمِ جگر کا

اُٹھو علی اکبرؑ میں کلیجے سے لگا لوں

اے لال ترے بیاہ کی زینبؑ کو تھی حسرت

اِن خون بھرے ہاتھوں میں مہندی تو لگالوں

یوں گھر سے مرے لال کو لے جائیں نہ حضرت

سایہ کریں آنچل کا میں بہنوں کو بُلا لوں

پہنا کے ذرا دیکھ لوں پوشاک شہانی

تابوت پہ میں پھولوں کا سہرا تو چڑھالوں

ٹھہراؤ جنازے کو نہ حسرت مجھے رہ جائے

ارمان بھرے لال کا ارمان نکالوں

(بشکریہ سوز خواں رضا زیدی / لاہور)

التماسِ فاتحہ برائے سوز خواں داروغہ علی ناصر جعفری

لاچار کھڑی ہے / متینؔ

لاچار کھڑی ہے بے یار کھڑی ہے
بھیا تیری بہنا سر دربار کھڑی ہے

سَر ننگے مجھے دیکھ کے منہ موڑ لیا کیوں
بھیا یہ بہن طالبِ دیدار کھڑی ہے

مانگا ہے سکینہؑ کو کنیزی میں تمہاری
سہمی ہوئی وہ بھی پسِ دیوار کھڑی ہے

سب کرسیوں پہ بیٹھے ہیں اور پیشِ نظر ہم
رسی میں بندھی عترتِ اطہارؑ کھڑی ہے

میں دوڑ کے لے لیتی بلائیں ترے سَر کی
نرغہ کئے سب فوجِ جفا کار کھڑی ہے

(بشکریہ سوز خواں حسن عابد جعفری مرحوم)

احمد ندیم قاسمی

پورے قد سے جو کھڑا ہوں تو ہے یہ تیرا کرم
مجھ کو جھکنے نہیں دیتا ہے سہارا تیرا

نثار صاحب

پیاسوں سے زیادہ دور نہ تھا بہتے ہوئے دریا کا پانی
ناکامیٔ قسمت کیا کہئے پایا نہ مگر قطرہ پانی
عباسؑ کے ہونٹوں کے چھالے کہتے تھے امامِ بیکس سے
قبضے میں تھا غازی کے دریا لیکن نہ پیا قطرہ پانی
اصغرؑ نے کہاں مانگا تم سے اے اہلِ ستم ٹھنڈا پانی
بچے کو ذرا سا دے دیتے کھولا ہوا دریا کا پانی
کچھ اس سے زیادہ ہو نہ سکا مجبور تھا دریا کیا کرتا
پانی کیلئے تڑپے اصغرؑ ، اصغرؑ کیلئے تڑپا پانی

(بشکریہ سلام و نوحہ خواں ماسٹر غلام عباس)

زائرؔ حسین زیدی / امریکہ (از مولائےؑ کائنات)

علیؑ جیسا بساطِ دہر پر گوہر نہیں دیکھا
کئی صدیاں ہوئیں پر ایسا قد آور نہیں دیکھا
وہ واحد شخص ہے جس نے کہ اپنی عمر بھر زائرؔ
زمانہ موڑ کر دیکھا ، کبھی مڑ کر نہیں دیکھا

(بشکریہ براڈ کاسٹر شاعر و نوحہ خواں باقر حسین زیدی رضیؔ)

نوحہ

ہلتی ہے زمیں روتا ہے فلک اندھیاری چھانے والی ہے
سب قتل ہوئے اٹھو اکبرؑ ماں قید میں جانے والی ہے
خیمے سے صدا دی بانوؑ نے اصغرؑ کو چھپا لیجے مولا
پانی کے عوض فوجِ اعدا اب تیر چلانے والی ہے
وہ تیرا ہمکنا جھولے میں وہ بال جھڈولے لال ترے
مادر کیلئے ہر بات تری اصغرؑ تڑپانے والی ہے
بچوں کیلئے عباسِؑ جری اب پانی لینے آئے ہیں
بیتابی سے مشکیزے میں ہر موج سمانے والی ہے
گھوڑے سے گرے جب شاہِؑ ہُدا آئی درِ خیمہ سے یہ صدا
گھر لوٹ کے نانا کی امت اب آگ لگانے والی ہے

(بشکریہ شاعر و سوز خواں قائم حسین زیدی موانوی میرٹھی)

نوحہ

بنتِ زہراؑ یہ کہتی تھی رو رو میرے بھائی کا لاشہ بتادو
ہم مصیبت زدوں کی دعا لو میرے بھائی کا لاشہ بتادو

باپ ماں مر گئے گھر سے چھوٹی آ کے غربت میں آفت یہ ٹوٹی
چُھٹ گئے ہم سے سلطانِ خوش خو میرے بھائی کا لاشہ بتادو
آگ خیموں میں تم نے لگائی میرے ناناؐ کی مَسند جلائی
اب زیادہ نہ ہم کو ستاؤ میرے بھائی کا لاشہ بتادو
کیسی آفت میں ہم سب پڑے ہیں کس مصیبت میں چھوٹے بڑے ہیں
میرے ناناؐ کی امت ہو تم تو میرے بھائی کا لاشہ بتادو

(بشکریہ سیّد طفیل عباس رضوی۔ اسٹیل ٹاؤن کراچی)

روزہ دار و قیامت کے دن ہیں

ابنِ ملجم نے حیدرؑ کو مارا ، روزہ دار و قیامت کے دن ہیں
تم سے چُھٹتا ہے مولا تمہارا ، روزہ دار و قیامت کے دن ہیں
سُونی قبرِ رسولِؐ خدا ہے ، گھر میں زہراؑ کے آہ و بکا ہے
خاک اُڑاتا ہے حیدرؑ کا کنبہ ، روزہ دار و قیامت کے دن ہیں
آلِ احمدؐ پر آفت ہے آئی ، بے کسوں پر قیامت ہے چھائی
اُٹھ گیا سَر سے حیدرؑ کا سایہ ، روزہ دار و قیامت کے دن ہیں
دِل ہِلاتے ہیں زینبؑ کے نالے ، خاک اُڑاتے ہیں سب کنبہ والے
گھر میں خالق کے حیدرؑ کو مارا ، روزہ دار و قیامت کے دن ہیں

سواری

سواری ہے شہیدِ کربلا کی
اٹھی ہے لاش دیں کے بادشاہ کی
بڑھے جاؤ ادب اور قاعدے سے
سواری ہے یہ جانِ مصطفیٰ ؐ کی
کہ جس کی شمر نے گردن جدا کی

علی ؑ کے جانشیں فرزندِ زہرا ؑ کی سواری ہے
حسینِ ؑ بیکس و مظلوم و تنہا کی سواری ہے
تہِ خنجر طلب کرتا رہا جو شمر سے پانی
اُسی پیاسے شہیدِ تیغِ اعدا کی سواری ہے

کلامُ اللہِ ناطق ، ابنِ زہرا ؑ کی سواری ہے
رسولؐ اللہ کی امت کے شیدا کی سواری ہے
فرشتے ننگے سَر جسکے جلو میں روتے جاتے ہیں
یہ اُس مظلوم شاہِ دین و دنیا کی سواری ہے

علی اصغرؑ کے غم میں رونے والے کی سواری ہے
رسولؐ اللہ کی اُمت کے شیدا کی سواری ہے
رَسن بستہ دیارِ شام میں جس کے حرم آئے
اُس آوارہ وطن مظلوم آقا کی سواری ہے

بھرے ہوں اشک آنکھوں میں کلیجہ غم سے ٹکڑے ہو
چلو روتے ہوئے مظلوم مولا کی سواری ہے

سواری (بشکریہ مولانا سیّد تقی ہادی و امتیاز رضا زیدی)

رخصت ہے قتیلِ ستم و غم کی سواری
ہے رو بہ سفر صبرِ مجسم کی سواری
اے قوم چلی مصلحِ اعظم کی سواری
جاتی ہے شہنشاہِ دو عالم کی سواری

ہشیار ذرا ولولہؑ دستِ طلب سے
آقا کی سواری ہے قرینے سے ادب سے

اِس شان کا مرنا کہیں دیکھو گے نہ جینا
ڈوبا ہُوا اک خون کے دریا میں سفینہ
اسلام کا مفہوم ہے اِس گھر کا قرینہ

اِس در پہ مہ و مہر کو آتا ہے پسینہ

ہشیار ذرا..... / آقا کی سواری ہے .....

کچھ دور نہیں جانِ دو عالم ہو جِلَو میں
غَیبت کے حجابات کا محرَم ہو جِلو میں
وارث غمِ سَرورؑ کا بصد غم ہو جِلو میں
خود حجتِ حق صاحبِ ماتم ہو جِلو میں

ہشیار ذرا..... / آقا کی سواری ہے .....

ہمراہ ہوں تھامے ہُوئے دل شافعِ محشر
ہوں خاک بسر ، تیغ بکف حیدرِ صفدر
کہتے ہوئے آتے ہوں حسنؑ ہائے برادر
محمل میں ہوں کھولے ہوئے سَر جانِ پیمبرؐ

ہشیار ذرا..... / آقا کی سواری ہے .....

ملت کا دُلارا ہے سواری ہے یہ جس کی
اسلام کا پیارا ہے سواری ہے یہ جس کی
مطلوب ہمارا ہے سواری ہے یہ جس کی
پیاسا اُسے مارا ہے سواری ہے یہ جس کی

ہشیار ذرا..... / آقا کی سواری ہے .....

بَین / قطعات (س ج)

صُبَّت عَلَیَّ مَصَائِبُ لَو اَنَّھَا — صُبَّت عَلَی الاَ یَّامِ صِرنَ لِیَالِیَا

آپؑ کے بعد ہی باباؑ میرے — اتنے مصائب مجھ پہ پڑے

پڑتے اگر روزِ روشن پر — ہوتے شبِ تیرہ کی طرح سے

کم تو نہیں تھی آپؐ کی فرقت — در پئے ایذا آپؐ کی امت

اُمّ لبھا آپؐ کی بھعت — پہلو شکستہ درد کی شدّت

باباؑ ہمارا باغ بھی چھینا — مجھ کو سرِ دربار بلایا

حسنینؑ و حیدرؑ کو بلاکر — اُن کی گواہی کو جھٹلایا

پسلیاں توڑیں باباؑ میری — رسّی گلوئے علیؑ میں باندھی

ہوگئے دشمن اُن میں سے اکثر — کل تک جو تھے آپؐ کے ساتھی

عزاداروں سے خطاب

رکھنا ہے ہمیں کام فقط شہؑ کی عزا سے
شکوہ ہے عبث اب تو جفا کار و جفا سے
افسوس کہ "اِس دور کے مومن" کی ہے کوشش
مجلس کا تعلق نہ رہے "آلِ عباؑ" سے

(سیّد اعتزاز حسین زیدی شہزادؔ سہارنپوری)

اب آئے ہو بابا / حضرتِ شاہد نقوی

وہ کربلا وہ شامِ غریباں وہ تیرگی ، وہ زینبؑ حزیں وہ حفاظت خیام کی
آیا وہ اک سوار قریبِ خیامِ شاہؑ ، بیٹی علیؑ کی غیظ میں سوئے فرس بڑھی
اُلٹی نقاب چہرے سے اپنے سوار نے ، پیشِ نگاہِ زینبؑ مظلوم تھے علیؑ
ہر چند صابرہ تھیں بہت بنتِ فاطمہؑ ، بے ساختہ زبان پہ فریاد آگئی

زینبؑ نے کہا باپ کے قدموں سے لپٹ کر ، اب آئے ہو بابا
جب لُٹ گیا پردیس میں اماں کا بھرا گھر ، اب آئے ہو بابا
بابا اگر آنا ہی تھا خالق کی رِضا سے ، اُس وقت نہ آئے
جب خاک پہ دَم توڑ رہا تھا مِرا اکبرؑ ، اب آئے ہو بابا
کٹ کٹ کے گرے نہر پہ جب بازوئے عباسؑ اور کوئی نہ تھا پاس
اُس وقت صدا آپ کو دیتا تھا دِلاور ، اَب آئے ہو بابا
جب فرشِ زمیں بامِ فلک لرزہ بجاں تھے ، اُس وقت کہاں تھے
جب باپ کے چُلو میں تھا خونِ علی اصغرؑ ، اب آئے ہو بابا
جب بھائی کا سر کٹتا تھا میں دیکھ رہی تھی حضرتؑ کو صدا دی
سر کھولے ہوئے روتی تھی میں خیمے کے در پر ، اب آئے ہو بابا

جب لوگ اُچالے گئے لاشے شہدا کے ، حق اَپنا جتا کے
بس اک تنِ شبیرؑ تھا پامالی کی زَد پر ، اَب آئے ہو بابا
جب بالی سکینہؑ کے گہر چھینے گئے تھے ، لگتے تھے طمانچے
حسرت سے مجھے دیکھی تھیں بانوئے مضطرؑ ، اب آئے ہو بابا
کیا آپ نے فردوس سے یہ دیکھا نہ ہوگا ، کیا حشر بپا تھا
جب پُشت سے بیمار کی کھینچا گیا بستر، اب آئے ہو بابا
جب شام کے قزاق ہمیں لُوٹ رہے تھے ، خیموں کو جلا کے
آپؑ آگئے ہوتے تو نہ چھنتی مِری چادر ، اب آئے ہو بابا
اِک رات کے مہمان ہیں پھر قیدِ سلاسِل ، اب آنے سے حاصل!
بازار میں ہم صبح کو جائیں گے کھلے سر ، اب آئے ہو بابا
شاہدِ رُخِ حیدرؑ پہ بکھر جاتے تھے آنسو ، جب کھول کے گیسو
چِلّاتی تھیں زینبؑ مِرے بابا مِری چادر ، اَب آئے ہو بابا

(بشکریہ نوحہ خواں استد آغا و مولانا نسیم آغا)

انیسؔ پہرسری مرحوم

بات آئے گی پردے کی تو یاد آئے گی زینبؑ
تاریخِ غم و درد کو دُہرائے گی زینبؑ

اونچا رہے اپنا عَلَم / علی محمد رضوی (سچے بھائی)

اے اہلِ ماتم اہلِ غم ، اونچا رہے اپنا علم
جب تک ہے دورِ آسماں، سُن لے یہ ہر پیر و جواں
آواز پر شبیرؑ کی ، بڑھتا رہے یہ کارواں
رُکنے نہ پائیں یہ قدم ، اونچا رہے اپنا عَلَم
ہر قلب پر چھاتے چلو ، دُنیا کو بتلاتے چلو
اک اک محاذِ ظلم کی تصویر دِکھلاتے چلو
ہر دل میں بھر دو شہؑ کا غم ، اونچا رہے اپنا علم
کب تک نہ مانے گا کوئی ، وہ وقت آئے گا کبھی
ہر قلب پر چھا جائے گا ، اَپنا حسین ابنِ علیؑ
اِس دَر پَر ہر سَر ہوگا خم ، اونچا رہے اپنا علم
جب بھی کوئی مشکل پڑی ، دنیا اِسی دَر پَر جھکی
سینوں سے بَل کھا کر اِدھر ، اُٹھی صدائے یا علیؑ
نکلا اُدھر باطل کا دَم ، اونچا رہے اپنا علم
یہ پَرچمِ عباسؑ ہے ، ٹوٹے دلوں کی آس ہے
اَب تک اِسی پرچم تلے ، زندہ کسی کی پیاس ہے
جس نے سہے لاکھوں ستم ، اونچا رہے اپنا علم

وہ تیرِ بائی جفا ، معصوم کا ننھا گلا
اِسلام زندہ کر گئی ، اصغرؑ کے مَرنے کی ادا
ہنس کر سہا تیرِ ستم ، اونچا رہے اپنا علم

زندہ ہے ھَل مِن کی صدا، مِٹتا نہیں خوں کا لکھا
شبیرؑ کا حق کی قَسم ، اک معجزہ ہے کربلا
یہ سلسلہ ہوگا نہ کم ، اونچا رہے اپنا علم

جب کربلا یاد آئے گی ، انسانیت شرمائے گی
مظلوم کی آواز ہے ، دلِ میں اُترتی جائے گی
پلٹیں گے پھر پہلے قدم ، اونچا رہے اپنا علم

زندہ یہ بیداری رہے ، یہ سلسلہ جاری رہے
ہم ہوں نہ ہوں اِس بزم میں قائم عزاداری رہے
نکلے اِسی چوکھٹ پہ دَم ، اونچا رہے اپنا علم

اے نوجوانانِ عزا ، تم ہو کسی دل کی دُعا
تاحشر اُٹھتی ہی رہے ، سینوں سے ماتم کی صدَا
قائم رہے اکبرؑ کا غم ، اونچا رہے اپنا علم

(بشکریہ سَید آلِ حیدر / صادق عباس و ریاض مرزا)

کربلا کی فضاؤں میں اب تک / (حُسینؑ بھائی نظر)

کربلا کی فضاؤں میں اب تک ایک دکھیاری ماں کی صدا ہے
کربلا تیرے اِس ہُو کے بن میں لال میرا کہیں کھو گیا ہے
کس کو میں لال کہہ کر بُلاؤں کس کو سینہ سے اپنے لگاؤں
لوریاں دے کے کس کو سُلاؤں ہائے اصغر مِرا کھوگیا ہے
تو اگر روٹھ جائے گا جانی ، ہوگی کیسے بسر زندگانی
پاس کوئی نہیں ہے نشانی تیرا جھولا بھی اَب جل چکا ہے
ایسے دل ہو نہ ٹکڑے کسی کا ، یوں نصیبہ نہ بگڑے کسی کا
اس طرح گھر نہ اُجڑے کسی کا جیسے تاراج یہ گھر ہوا ہے
ہیں نہ قاسمؑ نہ عباسؑ و اکبرؑ ، لوٹ کر تو بھی آیا نہ اصغرؑ
ہوچکے حق پہ قربان سرورؑ ہائے جینے کا اب کیا مزا ہے
بیڑیاں پہنے عابدؑ کھڑے ہیں ، سب رَسن بستہ چھوٹے بڑے ہیں
یوں شہیدوں کے لاشے پڑے ہیں جیسے قرآن بکھرا پڑا ہے
مجھ سے جس دم یہ پوچھے گی صغراؑ ، کیوں دِکھائی نہیں دیتا بھیاّ
کہہ سکوں گی میں کس طرح بیٹا ، تو بھی حق پر فدا ہوچکا ہے
دل نشیں ہے مدینہ کی عظمت ، ہے نگاہوں میں کعبہ کی حرمت
ہے عیاں عرشِ اعلےٰ کی رفعت کربلا پھر نظرؔ کربلا ہے

اُن کا دم بھرے جاؤ/ساحر فیض آبادی

دَم بدم اُن کا دَم بھرے جاؤ
یا علیؑ یا علیؑ کہے جاؤ

حُسنِ کعبہ جو دیکھنا چاہو
حاجیو کربلا چلے جاؤ

جلنے والو علیؑ سے جلتے رہو
اپنا انجام دیکھتے جاؤ

تم کو جینا ہے جب اُنہی کیلئے
جب تلک وہ کہیں جیئے جاؤ

زندگی کا بھرم ہے ذکرِ حسینؑ
زیست کا حق ادا کئے جاؤ

قبر کی روشنی ہیں اشکِ عزا
اِن چراغوں کو بھی لئے جاؤ

فتح ، مظلومیت کی ہوتی ہے
ہر جفا ہر ستم سہے جاؤ

رونے والو حسینؑ کے غم میں
فاطمہ ؑ کی دعا لئے جاؤ

غمِ حسینؑ منانا بہت ضروری ہے / عروجؔ بجنوری

رہِ نجات میں خورشیدِ زندگی کے لئے
بقا کے واسطے ، خالق کی بندگی کے لئے
جہالتوں کے اندھیروں میں روشنی کے لئے
حسینی شمع جلانا بہت ضروری ہے

وہ جس میں اصغرؑ معصوم کا تبسم ہے
وہ جس میں اشکوں کا سیلاب ہے تلاطم ہے
وہ جس میں آخری شبیرؑ کی صدا گم ہے
وہ داستان سنانا بہت ضرودی ہے

یہ وہ حسینؑ ہے جو فخرِ ابنِ آدم ہے
کہ جس کے زیرِ قدم رفعتِ دُو عالم ہے
اُسی حسینؑ کے غم میں یہ شورِ ماتم ہے
یہ بات سب کو بتانا بہت ضروری ہے

وہ جس نے دِین بچایا ہے کربلا آ کر
وہ جس نے آخری سجدہ کیا تہہِ خنجر
وہ جس کے در پہ فرشتے جھکا رہے ہیں سر
سر اُس کے دَر پہ جُھکانا بہت ضروری ہے

وہ بھوک پیاس وہ برچھی ، وہ سینۂ اکبرؑ
وہ مشک اور وہ بازو کٹے جو دریا پر
وہ شہؑ کا آخری سجدہ ، وہ شمر کا خنجر
ہر اک کو یاد دِلانا بہت ضروری ہے

خموش آلِ محمدؐ کا آج ڈیرا ہے
بلا کا شامِ غریباں میں گھپ اندھیرا ہے
رسولؐ زادیاں اور خاک پر بسیرا ہے
عزا کا فرش بچھانا ضروری ہے

وہ چھ مہینے کے اصغرؑ جنھیں نہ پانی ملا
وہ نوجواں علیؑ اکبر جنھیں نہ پانی ملا
وہ کربلا کے بہتر جنھیں نہ پانی ملا
سبیل اُن کی لگانا بہت ضروری ہے

حسینؑ ہی تو سہارا ہے آدمی کے لئے
حسینؑ ہی کی ضرورت ہے زندگی کے لئے
عروجؔ عزمِ حسینیؑ کو برتری کے لئے
نشانِ راہ بنانا بہت ضروری ہے

(بشکریہ ناظم حسین / لئیق حیدر / رئیس حیدر)

الوِدَاع / صہبا لکھنوی

میرے غریب اَلوِدَاع ، میرے شہید اَلوِدَاع
جَل چکا جنگل میں گھر لُٹ چکا سب مال وزَر
شہروں میں ہم دربدر پھر چکے اَب ننگے سر
میرے غریب اَلوِدَاع ، میرے شہید اَلوِدَاع
بازوؤں کی اَب رَسن ، کُھل چکی شاہِؑ زَمن
سَہہ چکی رَنج و محن ، کھا چکی دُرّے بہن
میرے غریب اَلوِدَاع ، میرے شہید اَلوِدَاع
سب سے جُدا ہوچکی ، آپؑ کو بھی کھو چکی
رُونا تھا اَور روچکی ، اشکوں سے مُنھ دھو چکی
میرے غریب اَلوِدَاع ، میرے شہید اَلوِدَاع
شاہِؑ غریبُ الدیار ، آپ پہ زینبؑ نثار
چُھٹتا ہے مجھ سے مزار ، کیا کروں مَیں سوگوار
میرے غریب اَلوِدَاع ، میرے شہید اَلوِدَاع
روؤں گی میں صبح و شام ، آپ کا لے لے کے نام
یا شہِؑ عالی مقام ، لیجئے میرا سلام
میرے غریب اَلوِدَاع ، میرے شہید اَلوِدَاع

میرے بابا / مشتاق حسن شبرؔ (نقوی الہ آبادی)

دشتِ پُر ہول میں جلتے ہوئے خیموں کے قریب
تھرتھراتے ہوئے سہمے ہوئے بچوں کے قریب
دیکھ کر شب ہے لٹیرے ہیں یہ تنہائی ہے
سَر پہ اک اور مصیبت لئے رات آئی ہے
کوئی وارث نہ تھا دل تھام کے اُٹھی زینبؑ
کرکے دم نادِ علیؑ دشت میں نکلی زینبؑ
ناگہاں دیکھا وہ منظر کہ ہُوا دل بے تاب
ایک سوار آیا اُدھر ڈال کے چہرے پہ نقاب
بڑھ کہ زینبؑ نے بصد جاہ و حشم ٹوک دیا
باگ پہ ڈال کے ہاتھ اُس کو وہیں روک دیا
بولی اب لُوٹنے والے ، یہاں کیا پائیں گے
دیکھ یہ بچے مِرے ، خوف سے مر جائیں گے
یک بہ یک نور کے ہالے میں جو چہرہ دیکھا
غم و اندوہ بڑھا ضبط کا یارا نہ رہا
چیخ ایک مار کے وہ باپ کے قدموں پہ گری
ہوش جب آیا تو رو رو کے بیاں کرنے لگی

میرے بابا.....میرے بابا .....

بھائی جب مارا گیا آپ کہاں تھے بابا
تیر اصغرؑ کے لگا آپ کہاں تھے بابا
قتل عباسؑ ہُوا آپ کہاں تھے بابا
میرے بابا میرے بابا
سب یہ کہتے ہیں کہ ہے نعمتِ داور پانی
بند کرتا ہے کہاں کون کسی پر پانی
یہ ستم ہم پہ ہُوا آپ کہاں تھے بابا
میرے بابا میرے بابا
پیاسے بچوں کیلئے جنگ جو عباسؑ نے کی
ایسی یلغار ہوئی مشکِ سکینہؑ نہ بچی
ایک اِک بازو کٹا آپ کہاں تھے بابا
میرے بابا میرے بابا
آیا اصغرؑ سرِ میداں تو ہوا اور ستم
سُوکھے ہونٹوں پہ زباں اسنے پھرائی جسدم
تیر جب اُس کے لگا آپ کہاں تھے بابا
میرے بابا میرے بابا
میرا دلبندِ حسنؑ جب نہیں ہارا بابا
اسطرح مل کے سبھوں نے اُسے مارا بابا
لاشہ پامال کیا آپ کہاں تھے بابا
میرے بابا میرے بابا
بعدِ شبیرؑ ہمارا کوئی وارث نہ رہا
اشقیاء آگئے خیموں میں ہُوا حشر بپا
جب چھنی میری رِدا آپ کہاں تھے بابا
میرے بابا میرے بابا
سُن کے فرمایا علیؑ نے میری بیٹی مت رو
آزمائش یہ ہے ہم سب کی ابھی صبر کرو
دل مگر کہتا رہا آپ کہاں تھے بابا
میرے بابا میرے بابا
میں تو ہر گام پہ تھا ساتھ تمہارے بیٹی
چپ تھا بس مرضئ معبود کے مارے بیٹی
تم نے یہ کیسے کہا آپ کہاں تھے بابا
میرے بابا میرے بابا

(بشکریہ نوحہ خواں سیّد ناصر حسین زیدی / تنظیم الحسینیؑ)

ابنِ حسنؑ کا سہرا / مولانا راہیؔ جہانگیر آبادیؒ

کن تمناؤں کا تھا ابنِ حسنؑ کا سہرا
ہائے افسوس مگر راس نہ آیا سہرا

خلد کے پھولوں سے حوروں نے جسے گوندھا تھا
حیف صد حیف خزاں نے وہی تاکا سہرا

در پہ خیمے کے دلہن ڈھانپ کے منہ روتی تھی
جب چلا رَن کو یہ باندھے ہوئے دولہا سہرا

رُخ پہ تھا جو بُری نظروں سے بچانے کے لئے
دشمنوں کی نگہِ بد میں وہ آیا سہرا

جس میں ارمان تھے بہنوں کے تو حسرت ماں کی
تیغ و شمشیرِ ستم نے وہی کاٹا سہرا

مانگ یاں خیمے میں اک شب کی دلہن کی اُجڑی
جب اُدھر دشت میں نوشاہ کا اُجڑا سہرا

کٹ گئی ساتھ ہر اک رگ کے لڑی پھولوں کی
لاش پامال ہوئی خاک پہ بکھرا سہرا

وائے حسرت کہ لٹا فاطمہ کبریٰؑ کا سہاگ
آکے قزاقِ اجل نے جو یہ لوٹا سہرا

عباسؑ کہاں ہو

مارے گئے سرورؑ کے مددگار تھے جو جو ، عباسؑ کہاں ہو
اب رن میں طلب کرتے ہیں اعدا شہِؑ دیں کو، عباسؑ کہاں ہو
مظلوم کو غربت میں گئے چھوڑ کے کس پر ، اے ثانیٔ جعفرؑ
عاشق تو وہی ہے جو نہ آفت میں جُدا ہو ، عباسؑ کہاں ہو
شبیرؑ سے لپٹی ہوئی روتی ہے سکینہؑ شق ہوتا ہے سینہ
تم اِس کو یتیمی کی مصیبت سے بچا لو ، عباسؑ کہاں ہو
سَر کھولے ہوئے بانوؑ چلی آتی ہے باہر ، اے ثانیٔ حیدرؑ
شبیرؑ چلے آلِ پیمبرؐ کو سنبھالو ، عباسؑ کہاں ہو
لڑتے ہوئے، گھوڑے سے گرے سجدے میں شبیرؑ، ہیں بیکس و دلگیر
لِلّٰہ رکابِ شہِؑ دیں دوڑ کے تھامو ، عباسؑ کہاں ہو
ہیں زندۂ جاوید شہیدانِ محبت ، پھر کیوں ہے یہ غفلت
حضرت کے قدم تھامو کٹے ہاتھوں کو جوڑو ، عباسؑ کہاں ہو

التماسِ سورۃ فاتحہ برائے ایصالِ ثواب

سیّد ارشاد علی کاظمی وکنیزِ سیّدہ، سیّد حسین احمد ابنِ مجتبیٰ حسین
عزیز النساء بنتِ ناظم حسین، کلبِ حسین ابنِ سیّد حسین احمد